امیر المومنین، خلیفہ راشد، خلیفہ زاہد،
سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حقیقی جانشین، عمرِ ثانی
حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ
www.KitaboSunnat.com
کامران اعظم سوہدروی

ختم نبوت ﷺ زندہ باد　　　　　　　　　　　　　　　　　　عظمت صحابہ زندہ باد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

معزز ممبران: آپ کا وٹس ایپ گروپ ایڈمن "**اردو بکس**" آپ سے مخاطب ہے۔

آپ تمام ممبران سے گزارش ہے کہ:

- گروپ میں صرف PDF کتب پوسٹ کی جاتی ہیں لہذا کتب کے متعلق اپنے کمنٹس / ریویوز ضرور دیں۔ گروپ میں بغیر ایڈمن کی اجازت کے کسی بھی قسم کی (اسلامی وغیر اسلامی، اخلاقی، تحریری) پوسٹ کرنا سختی سے منع ہے۔
- گروپ میں معزز، پڑھے لکھے، سلجھے ہوئے ممبرز موجود ہیں اخلاقیات کی پابندی کریں اور گروپ رولز کو فالو کریں بصورت دیگر معزز ممبرز کی بہتری کی خاطر ریموو کر دیا جائے گا۔
- کوئی بھی ممبر کسی بھی ممبر کو انباکس میں میسیج، مس کال، کال نہیں کرے گا۔ رپورٹ پر فوری ریموو کرکے کاروائی عمل میں لائے جائے گی۔
- ہمارے کسی بھی گروپ میں سیاسی و فرقہ واریت کی بحث کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔
- اگر کسی کو بھی گروپ کے متعلق کسی قسم کی شکایت یا تجویز کی صورت میں ایڈمن سے رابطہ کیجئے۔
- سب سے اہم بات:

گروپ میں کسی بھی قادیانی، مرزائی، احمدی، گستاخِ رسول، گستاخِ امہات المؤمنین، گستاخِ صحابہ و خلفائے راشدین حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت حسنین کریمین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین، گستاخ اہلبیت یا ایسے غیر مسلم جو اسلام اور پاکستان کے خلاف پراپیگنڈا میں مصروف ہیں یا ان کے روحانی وذہنی سپورٹرز کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے لہذا ایسے اشخاص بالکل بھی گروپ جوائن کرنے کی زحمت نہ کریں۔ معلوم ہونے پر فوراً ریموو کر دیا جائے گا۔

- تمام کتب انٹرنیٹ سے تلاش / ڈاؤنلوڈ کر کے **فری آف کاسٹ** وٹس ایپ گروپ میں شیئر کی جاتی ہیں۔ جو کتاب نہیں ملتی اس کے لئے معذرت کر لی جاتی ہے۔ جس میں محنت بھی صَرف ہوتی ہے لیکن ہمیں آپ سے صرف دعاؤں کی درخواست ہے۔
- عمران سیریز کے شوقین کیلئے علیحدہ سے عمران سیریز گروپ موجود ہے۔
- **لیڈیز کے لئے الگ گروپ کی سہولت موجود ہے جس کے لئے ویریفکیشن ضروری ہے۔**
- اردو کتب / عمران سیریز یا سٹڈی گروپ میں ایڈ ہونے کے لئے ایڈمن سے وٹس ایپ پر بذریعہ میسیج رابطہ کریں اور جواب کا انتظار فرمائیں۔ برائے مہربانی اخلاقیات کا خیال رکھتے ہوئے موبائل پر کال یا ایم ایس کرنے کی کوشش ہرگز نہ کریں۔ ورنہ گروپس سے تو ریموو کیا ہی جائے گا بلاک بھی کیا جائے گا۔

نوٹ: ہمارے کسی گروپ کی کوئی فیس نہیں ہے۔ سب فی سبیل اللہ ہے

0306-7163117	0343-7008883	0333-8033313
محمد سلمان سلیم	پاکستان زندہ باد	راؤ ایاز

پاکستان زندہ باد　　　　　　　　　　　　　　　　　　پاکستان پائندہ باد

اللہ تبارک تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا ہے

In the Name of Allah, Most Gracious, Most Merciful

Hazrat Umer Bin Abdul Aziz ﷬
Kamran Aazam Sohdharvi
Book Corner Showroom. 2012
408p.
1. Biography - History of Islam
ISBN: 978-969-9396-16-8

اشاعت : یکم رمضان 1433ھ / 21 جولائی 2012ء
نام کتاب : حضرت عمر بن عبدالعزیز ﷬
مصنف : کامران اعظم سوہدروی
نظر ثانی : ابوافضال شہزاد محمد خان
پروف ریڈنگ : ابوحسان محمد عباس
تزئین واہتمام : شاہد حمید / ولی اللہ
پکچرز ایڈیٹنگ : گگن شاہد۔ امر شاہد
سرورق : ابو امامہ
مطبع : زاہد بشیر پرنٹرز، لاہور

''بک کارنر شوروم، جہلم'' کا مقصد ایسی کتب کی اشاعت کرنا ہے جو تحقیق کے لحاظ سے اعلیٰ معیار کی ہوں۔ اس ادارے کے تحت جو کتب شائع ہوتی ہیں ان کا مقصد قطعاً کسی کی دل آزاری یا کسی کو نشانہ بنانا نہیں بلکہ اشاعتی دنیا میں ایک نئی جدت پیدا کرنا ہے۔ جب کوئی مصنف کتاب لکھتا ہے تو اس میں اس کی اپنی تحقیق اور اپنے خیالات شامل ہوتے ہیں، یہ ضروری نہیں کہ آپ اور ہمارا ادارہ مصنف کے نظریات اور تحقیق سے متفق ہوں۔ اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کمپوزنگ، طباعت، تصحیح اور جلد بندی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔ تاہم غلطی کا احتمال بہر حال باقی رہتا ہے۔ بشر ہونے کے ناطے اگر سہواً غلطی رہ گئی ہو یا صفحات درست نہ ہوں تو براہ کرم مطلع فرما دیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں درستگی عمل لائی جاسکے۔ ادارہ بک کارنر جہلم کے متعلقین اپنے کرم فرماؤں کے تعاون کیلئے بے حد شکر گزار ہیں۔ (ناشر)

Book Corner Showroom
Opposite Iqbal Library, Book Street, Jhelum, Pakistan
Ph: +92 (0544) 614977, 621953 - Mob: 0323-577931, 0321-5440882
http://www.bookcorner.com.pk - email: showroom@bookcorner.com.pk

امیر المومنین، خلیفہ راشد، خلیفہ زاہد،
سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حقیقی جانشین، عمرِ ثانی

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ

مصنف

کامران اعظم سوہدروی

بک کارنر شوروم
بالمقابل اقبال لائبریری
بک سٹریٹ جہلم پاکستان
فون نمبر 0544-614977
فون نمبر 0544-621953
موبائل 0323-5777931
موبائل 0321-5440882
Join us on Facebook: www.facebook.com/bookcornershowroom

مزار کی جانب جانے والے اس راستے کو درختوں اور پودوں کے ساتھ خوبصورتی سے سجایا گیا ہے

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا مقامِ تدفین

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے صرف چالیس برس عمر پائی اور ۱۰۱ھ میں اسی "دیرِ سمعان" نامی مقام پر فوت ہوئے جس پر مورخین میں سے یاقوت حموی، ابن کثیر، ذہبی، ابن الوردی، سمعانی، ابن شحنۃ، ابن حنبلی، ابن یسیر اندلسی، ابن بطوطہ رحمۃ اللہ علیہم جیسے بلند پایہ تاریخ نویسوں نے اس امر کی تائید کی ہے۔

دُنیا بھر سے زائرین مزارِ اقدس میں داخل ہونے سے قبل عربی اور انگلش زبان میں
لکھے اس بورڈ سے استفادہ کرتے ہیں جس پر مزارِ اقدس کی مکمل تاریخ درج ہے

مزار کے بیرونی حصے میں دیوار کے ساتھ نصب ایک قدیم پتھر جس پر عربی زبان میں مزار کی تاریخی سند کندہ ہے
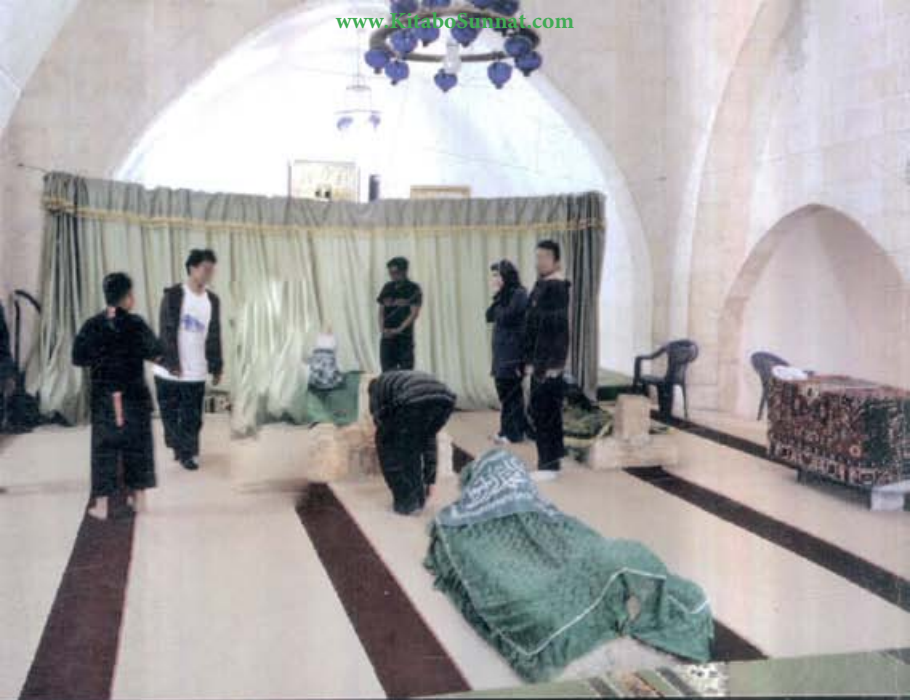
حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کا اندرونی منظر جہاں دُنیا بھر سے آئے ہوئے زائرین کا ہجوم لگا رہتا ہے

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک

مسجد عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ بمقام بنی سویف (مصر)
دُنیا بھر میں کئی مساجد حضرت عمر بن العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے بنائی گئی ہیں
مسجد عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ بمقام روجیب (فلسطین)

فہرست

دیباچہ

محترم جناب شاہد حمید صاحب (مینیجنگ ڈائریکٹر بک کارنر شوروم جہلم) نے مجھے خاص طور پر اس موضوع پر کام کرنے کو کہا۔ انہوں نے بڑی منفرد بات کہی کہ ہمارے معاشرے میں بالعموم فلمی ہیروز اور ان کی حیات کی نمونہ کشی کرنے پر فخر کیا جاتا ہے مگر معاشرے میں ہمیں اِسلامی ہیروز کے کردار سے بہت کم وابستگی ہے۔ بالعموم ان کی تاریخی روایات کے بارے دو اعتبار سے دُوری ہے۔

- ایک تو کتب کی عدم دستیابی!
- دوسرا عدم دلچسپی!

چنانچہ انہوں نے یہ کام میرے سپرد کر دیا اور مجھے کچھ مآخذ و مصادر بھی مہیا کر دیئے۔ میں نے دلچسپ پیرائیوں اور عنوانات باندھ کر اس کام کو شروع کر دیا۔

کوشش کی گئی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کی پوری حیات کے ہر پہلو کو بحوالہ درج کر دیا جائے۔ پھر بھی انسان خطا و نسیان کا پتلا ہے کوئی دقیقہ فروگزاشت رہ جانا ممکن ہے۔

میری تمام تر مساعی رہی ہے کہ تمام مواد کو تفصیل اور ابواب بندی کے تحت رقم

کیا جائے اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری کے عہدِ خلافت اور ان کی ذاتی اخلاقیات کو ترتیب وار طشت از بام کیا جائے اور اس اصلی ہیرو کی زندگی کو روزِ روشن کی طرح عیاں کیا جائے جو ہمارے لیے مشعلِ راہ ومنزل ہیں۔ ان کی 40 سالہ قلیل زندگی ہمارے لیے سراپا رُشد وہدایت کا منبع ہے جنہوں نے سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اپنی تمام زیست صَرف کردی اور دُنیا میں اعلیٰ مقام پایا۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عمر ثانی کی حیثیت سے اُبھر کر سامنے آئے۔ جیسے سیّدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے 10 سالہ عہدِ خلافت میں لاکھوں مربع میل پر فتح حاصل کی، حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے گو کہ اڑھائی سال خلافت کو سنبھالا مگر انہوں نے بھی متعدد علاقوں کو فتح کر کے اِسلامی حدود میں شامل کیا۔ انہوں نے جہاد کے علاوہ دعوت الی اللہ پر بھی خاصہ زور دیا اور کفر کے دِلوں کو اسلام کی برکات سے آراستہ کر کے ان کو دین اسلام میں داخل کیا۔

کامران اعظم سوہدروی
(ایم اے اسلامیات)

حرفِ چند

فی زمانہ نوجوان نسل بے کار لٹریچر پڑھ پڑھ کر اپنا قیمتی وقت اور بہترین صلاحیت ضائع کر رہی ہے۔ جن کو قدرے لمحات فرصت ملتے ہیں وہ میگزین، سنڈے ایڈیشن اور اخبارات کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں اور اسی طرح کے دوسرے رسالے پڑھنے پر بے دریغ وقت برباد کر رہے ہیں۔ لڑکوں اور لڑکیوں کے قلوب واذہان کو صاف ستھرا اور پاکیزہ رکھنے کے لئے ارباب دانش نے شبابِ قوم اور ابنائے وطن کو بہترین اسلامی، تاریخی اور سوانحی کتب مہیا کیں۔ اس طریق کار سے کافی حد تک ان میں خوشگوار تبدیلی واقع ہوئی ہے طالبات کے دینی مدارس اور اسلامی قوانین کا ماحول اس پر شاہد ہے۔ اسلامی دعوت وتبلیغ کے علاوہ وہ اسلامی لٹریچر پڑھنے لگے۔ جو اسلام سے دُور تھے وہ اسلام کے قریب آنے لگے۔ پورا نہ سہی کچھ نہ کچھ فرق پڑا ہے اور اللہ کے فضل سے پڑے گا۔

ہمارے ملک کی خوش نصیبی ہے کہ اس میں اچھا لکھنے والوں کی کمی نہیں اور وہ مصنف اللہ کی توفیق سے شبانہ روز کوششوں سے ناولوں، کہانیوں، مکالموں کی اور سوانح کی صورت میں حالات واقعات، مشاہدات، سیر وسوانح اس طرح قلمبند کر رہے ہیں کہ نونہالان چمن اور شبابِ قوم کے لئے نہ صرف درس عبرت کا سامان لئے ہوئے ہیں بلکہ ان میں شوق طلب، ذوق جستجو اور مثبت فکر پیدا کرنے کا باعث بن رہے ہیں۔

ہمارے ایسے ہی اُبھرتے ہوئے اصحاب قلم وقرطاس میں ایک نام کامران اعظم سوہدروی کا ہے۔ ان کا ذوق مطالعہ قابل تعریف اور شوقِ تحریر قابل قدر ہے۔ انہوں نے سوانح نگاری کے لئے سیّدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی منتخب فرمایا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ اقدس جس قدر عظیم اور مثالی ہے۔ اتفاق ایسا ہے کہ اُردو زبان میں اس قدر آپ پر کتب نہیں ملتیں۔ جناب کامران اعظم سوہدروی داد کے قابل ہیں کہ جنہوں نے اس سیرت کی تکمیل کے لئے عربی، اُردو کئی کتب کو کھنگالا اور کتاب ہذا کو بڑی محنت سے مرتب کر کے ایک حسین گلدستے کی صورت میں سجایا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ یوں تو متعدد کتب میں ہے مثلاً تذکرۃ الحفاظ للذھبی، البدایہ والنھایۃ لابن کثیر، تاریخ المسعودی، طبقات ابن سعد، تاریخ الامم والملوک للطبری، تاریخ ابن خلدون، مشکوۃ المصابیح للخطیب التبریزی، تاریخ حرمین شریفین، تاریخ یعقوبی، تاریخ اسلام، اُردو دائرۃ المعارف اسلامیہ، تاریخ حدیث، صحیح بخاری، سنن ابی داؤد وغیرہم۔ البتہ خاص آپ کی سیرت پر چند ایک کتب درج ذیل ہیں، مثلاً سیرت ومناقب حضرت عمر بن عبدالعزیز لابن الجوزی (عربی) سیرت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ از عبدالعزیز سیّد الاھل (عربی) مترجم مولانا راغب رحمانی، سیرت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ از امام عبداللہ ابن الحکم (عربی) مترجم مولانا محمد یوسف لدھیانوی، سیرت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اردو از مولانا سیّد عبدالسلام ندوی وغیرہم

اس تشنگی کو کامران اعظم سوہدروی نے محسوس کیا اور بنام خدا کتاب ہذا کو اس جذب وشوق سے لکھنا شروع کیا کہ چند ہی دنوں میں تکمیل کے مراحل تک پہنچا دیا۔

موصوف نے اس کتاب کو تیرہ ابواب میں تقسیم کیا ہے پہلے باب میں ابتدائی حالات، دوسرے میں حالات قبل از خلافت، تیسرے میں حالات بعد از خلافت، چوتھے میں خلافت راشدہ کا احیاء، پانچویں میں خلافت کا نظام عسکریت، چھٹے میں خلافت کا نظام

عدالت، ساتویں میں خلافت کا نظام تعلیم، آٹھویں میں خلافت کا نظام احیائے دین، نوویں میں خلافت کا نظام سیاسیاست، دسویں میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے مذہبی اخلاقیات، گیارھویں میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے معاشرتی اخلاقیات، بارھویں میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے علمی وفنی اخلاقیات اور تیرھویں باب میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے منتہائے خلافت کا تذکرہ ہے۔

اس کتاب میں چند خوبیاں ہیں:

۱۔ کتاب مناسب معلومات پر مبنی ہے جو بے جا تطویل واختصار سے مبرّا ہے اور یہ کسی کتاب کی بنیادی خوبی ہے۔

۲۔ کتاب میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی صحیح تصویر کشی کی ہے۔ کہیں غلو یا تنقیص کا عنصر نہیں ہے۔

۳۔ کتاب بے پناہ ضروری معلومات پر مبنی ہے۔

۴۔ پوری کتاب میں دلچسپی برقرار رہتی ہے۔

۵۔ کتاب ہمارے حکمرانوں کے لئے درس عبرت بھی ہے اور کامل رہنما بھی۔

اُمید ہے اس کتاب کا مطالعہ شوق اور دلچسپی سے کیا جائے گا اور یہ کتاب نئی اور پرانی نسل کے لئے بیش از بیش نفع بخش ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس جیسی اچھی کتب کے مطالعہ کا شوق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

علامہ حکیم محمد ادریس فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”اے لوگو! بنظرِ انصاف غور کرو۔ تم ہم سے تو سیدنا ابوبکر صدیق اور سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا سا عدل چاہتے ہو لیکن تم سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سی رعیت بننا نہیں چاہتے۔ حق تعالیٰ ہر ایک کی ہر ایک پر مدد فرمائے۔“

(ثمار القلوب ص:٦٦/ سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاہل ص:١٥٥)

مُقَدّمہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

بقول شاعر:

حمدِ بے حد مر خدائے پاک دا
آن کہ ایمان دا دمشتِ خاکہ دا

جیسا کہ اربابِ علم وفضل، دانش وبینش کے ہاں ایک رسم روزِ اوّل سے ہی چلی آ رہی ہے یا یوں کہیئے کہ ان کی عادت ثانیہ ہی میں یہ بات داخل ہے کہ ''علم وفن'' کے سمندر میں اپنے تئیں ہر وقت کہتے رہتے ہیں۔ یقین نئے علم وفن کا کرشمہ وہ چشمہ صافی ہے کہ جو دنیائے انسانیت کے قلوب واذہان ہی نہیں بلکہ اس کی روحانی تشنگی کو پورا کرنے کے لئے آبِ حیات کا حکم رکھتا ہے۔

نگاہ کیجئے ہمارے انسانی معاشرے میں ہمیشہ عظیم الشان ومقدس شخصیات کے حالات وواقعات کو بیان کرنا ایک بہترین روشن روایت سمجھی جاتی ہے۔ دنیا کی تمام زبانوں میں صاحب دعوت وعزیمت شخصیات کے حالات وسوانح تحریر کیے جاتے ہیں اور وہ آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے ایک بہترین رہنما کا کام دیتی ہیں اور انہی سوانح عمریوں کے

حوالے سے وہ اپنی شخصیت کے لئے اخلاقیات کے تمام گوشوں میں بہترین روش اختیار کرتی ہیں۔

دنیا کی ہر قوم میں آباء واجداد (یعنی اسلاف) کی شخصیات کے حوالے سے ایک بہترین دینی، علمی، مذہبی اور عملی آئیڈیل کا انتخاب کرتے ہوئے اس کی شخصیت کے حوالے سے اپنی شخصیت کے نوک و پلک سنوارے جاتے ہیں یہی سبب ہے کہ سوانح عمری کی بائیوگرافی یا خودنوشت سوانح حیات (آٹو بائیوگرافی) کے مطالعہ میں صاحبِ دانش وبینش حضرات نہایت گہری دلچسپی لیتے ہیں اور پھر اسی حوالے سے اپنی آئیڈیل لائف میں حسن و نکھار پیدا کرتے ہیں:

تو معلوم ہوا کہ اسلاف کے حالات وسوانح کا مطالعہ شخصیت کی بہتر طور پر تعمیر و تشکیل کے لئے ناگزیر ہے۔

مشہور انگریز سکالر مسٹر کارلائل لکھتا ہے کہ:

"معزز طبقہ کے اسلاف کی تاریخ بہ نسبت دنیاوی تاریخ کے زیادہ ضروری ہے۔ کیونکہ قومی زندگی کا طرزِ معاشرت اس سے اچھی طرح ثابت ہوتا ہے گران کا عمل اسی زمانے کا نتیجہ ہے لیکن جو مجموعہ مفید خیالات کا ہے وہ انہیں کے دماغ کا ترتیب دیا ہوا ہے۔"

ڈاکٹر اسمائکس مصنف (Self Help and Character) "سیلف ہیلپ وکیرکٹر" کا مقولہ ہے کہ:

"مشہور آدمیوں کی سوانح عمری کی نوع انسان کی ترقی کا مفید ذریعہ ہے جس طرح کہ پہاڑی پر چاروں طرف روشنی پھیل جاتی ہے۔ اسی طرح ان کی روحانی روشنی آئندہ نسلوں کے واسطے اپنی چمک جاری رکھتی ہے۔"

شمس العلماء مولانا الطاف حسین حالی رحمۃ اللہ علیہ ''حیاتِ سعدی'' کے دیباچہ میں تحریر کرتے ہیں کہ:

''بائیوگرافی ان بزرگوں کی لازوال یادگار ہے' جنہوں نے اپنی نمایاں کوششوں سے دنیا میں کمالات اور نیکی پھیلائیں اور جو انسانوں کی آئندہ نسلوں کے لئے اپنی مساعی جمیلہ کے عمدہ کارنامے چھوڑ گئے ہیں۔ خصوصاً جو قومیں علمی ترقیات کے بعد پستی اور تنزل کے درجہ کو پہنچ جاتی ہیں ان کے لئے بائیوگرافی ایک تازیانہ ہے۔ جوان کو خوابِ غفلت سے بیدار کرتا ہے۔ جب وہ اپنے اکابر و اسلاف کی زندگی کے حالات اور ان کے کمالات دریافت کرتے ہیں تو ان کی غیرت کی رگ حرکت میں آجاتی ہے اور اپنی کھوئی ہوئی عزت اور برتری کے دوبارہ حاصل کرنے کا خیال ان کے دلوں میں پیدا ہوتا ہے دنیا میں اکثر لوگ ایسے گزرے ہیں جنہوں نے بڑے بڑے آدمیوں کی زندگی کے حالات صرف کتابوں میں پڑھ پڑھ کر اپنے تئیں انسانیت کے اعلیٰ درجے پر پہنچایا تھا۔''

(حیاتِ سعدی رحمۃ اللہ علیہ) از شمس العلماء مولانا الطاف حسین حالی صاحب بعنوان (دیباچہ کتاب)

سب سے اوّل جس قوم نے فن سیرت و تاریخ کو باضابطہ صورت عطا کی وہ مسلم قوم ہے کہ جس نے کافی صدیوں قبل اس فن پر بیش از بیش طبع آزمائی کی اور یہ تمام سرمایہ وجود میں آنے کا سبب جناب رسالت مآب فخر موجودات ختمی مرتبت حبیب کبریا آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات و فرمودات اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احوال و سوانح سے اعتناء برتنا تھا۔ چنانچہ فن مغازی و سیرت کا بڑا ذخیرہ محض اسی بناء پر مرتب ہوا۔

علامہ سیّد سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ:

''ان تحقیقات کے ذریعہ سے اسماء الرجال (بائیوگرافی) کا وہ عظیم الشان فن تیار ہو گیا۔ جس کی بدولت آج کم از کم لاکھ شخصیتوں کے حالات معلوم ہو سکتے ہیں اور اگر ڈاکٹر ''اسپرنگر'' کے حسنِ ظن کا اعتبار کیا جائے تو یہ تعداد پانچ لاکھ تک پہنچ جاتی ہے۔''

(سیرت النبی) از علامہ محمد شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ ! جلد اوّل ''مقدمہ''

از علامہ سیّد سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ برص ۳۸ رص ۳۹ بعنوان (اسماء الرجال)!

اس قسم کا موقع جب دوسری قوموں کو پیش آتا ہے۔ یعنی کسی زمانہ کے حالات مدت کے بعد قلمبند کئے جاتے ہیں تو یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے کہ ہر قسم کی بازاری افواہیں قلمبند کر لی جاتی ہیں۔

جن کی راہوں کا نام ونشان تک نہیں ہوتا۔ ان افواہوں میں سے وہ واقعات منتخب کر لئے جاتے ہیں۔ جو قرائن وقیاسات کے مطابق ہوتے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد یہی خرافات ایک دلچسپ تاریخی کتاب بن جاتے ہیں۔

یورپ کی تاریخی تصنیفات اسی اصول پر لکھی گئی ہیں۔

(سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم) از علامہ محمد شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ جلد اوّل

(مقدمہ) برص ۳۸ از علامہ سیّد سلیمان ندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آگے رقمطراز ہیں کہ:

''لیکن مسلمانوں نے اس فنِ سیرت کا جو معیار قائم کیا۔ وہ اس سے بہت زیادہ بلند تھا۔ اس کا پہلا اصول یہ تھا کہ جو واقعہ بیان کیا جائے۔ اس شخص کی زبان سے بیان کیا جائے۔ جو خود شریک واقعہ تھا اور اگر خود نہ تھا تو شریکِ واقعہ تک تمام راویوں کا نام بہ ترتیب بتایا جائے۔''

اس کے ساتھ یہ بھی تحقیق کی جائے کہ جو اشخاص سلسلۂ روایت میں آئے وہ کون سے لوگ تھے؟ کیسے تھے؟ کیا مشاغل تھے؟ چال چلن کیسا تھا؟ حافظہ کیسا تھا؟ سمجھ کیسی تھی؟ ثقہ تھے یا غیر ثقہ؟ عالم تھے یا جاہل؟

ان جزئی باتوں کا پتہ لگانا سخت مشکل بلکہ ناممکن تھا نہ سینکڑوں، ہزاروں محدثین نے اپنی عمریں اسی کام میں صرف کر دیں۔ ایک ایک شہر میں گئے۔ راویوں سے ملے، ان کے متعلق ہر قسم کے معلومات بہم پہنچائے۔ جو لوگ ان کے زمانہ میں موجود نہ تھے۔ ان کے دیکھنے والوں سے حالات دریافت کیے۔

(سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم) جلد اوّل، مقدمہ بر ص ۳۸! بعنوان (اسلامی فن تاریخ کا پہلا اصول فنِ روایت)

''محدثین نے حالات کے بہم پہنچانے میں کسی شخص کے رتبہ اور حیثیت کی پروانہ کی۔ بادشاہوں سے لیکر بڑے بڑے مقتداؤں تک کی اخلاقی سراغ رسانیاں کیں اور ایک ایک کی پردہ دری کی''۔
اس سلسلہ میں سینکڑوں تصنیفات تیار ہوئیں''

(سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم) از علامہ محمد شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ (مقدمہ) از علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ بر ص ۳۹)

مسلم علماء و مؤرخین حضرات نے فن تاریخ کو کہاں تک بامِ عروج تک پہنچایا اور فن میں ان کے نکاتِ نظر کیا تھے تو اس مقصد کیلئے آپ ملاحظہ کیجئے امام حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور و معروف کتاب ''اعلان بالتوبیخ لمن ھوذم التاریخ!

مختصر یہ کہ ''خلفائے بنو امیہ'' کے دور حکومت (۴۱/۶۶۱ھ سے ۱۳۲/۷۵۰ھ تک) خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے بعد وہ دور ہے کہ جس میں اسلامی سلطنت ایک طرف تو اندلس، افریقہ اور جزائر بحر روم تک پھیل گئی اور دوسری جانب سندھ و ہند اس کے حلقہ اقتدار میں آ گئے اور ان کی وسعت سلطنت چین کی سرحدات تک پھیل گئی!

لیکن اموی خلفاء کے ہاں نظامِ حکومت میں جو خرابیاں پیدا ہو چکی تھیں ان کی

تنقید کرنے کے لئے ایک ایسی شخصیت کی ضرورت تھی کہ جو مقتدرانہ حیثیت سے لے کر عوام الناس تک تجدید و احیائے دین کی علمی و عملی خدمات انجام دے سکے تو اس سلسلہ میں خلفائے بنو امیہ میں سے جس نمایاں اور تابناک شخصیت کی جانب نگاہیں اٹھتی ہیں تو وہ ہے حضرت سیّدنا حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ دورِ خلافت (۹۹/۷/۱۷ سے ۱۰۱/۷/۱۹ھ تک) کی شخصیت کہ جنہیں ''حضرت عمر ثانی'' کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

O چنانچہ مشہور شیعہ مؤرخ جناب جسٹس سیّد امیر علی، آپ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بدیں الفاظ خامہ فرسائی کرتے ہیں کہ:

''حضرت عمر ثانی الملقب بہ خلیفہ الثانی ماہ صفر ۹۹ھ میں تخت پر جلوہ افروز ہوئے۔ ان کا باپ عبد الملک کا بھائی عبد العزیز تھا۔ جو مصر میں وائسرائے رہ چکا تھا اور جس نے اس ملک پر نہایت دانائی اور احتیاط سے حکومت کی تھی۔

ان کی ماں خلیفہ ثانی کی پوتی تھیں۔ اہلسنت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو پانچواں خلیفۂ راشد مانتے ہیں۔ وہ بڑے رحمدل، منصف، سچے، حلیم الطبع اور سادہ مزاج آدمی تھے۔ تخت و تاج کی ذمہ داریوں نے انہیں سخت تر کیا۔

ایک دفعہ ان کی بیوی فاطمہ بنت عبد الملک رحمۃ اللہ علیہا نے ان کو بعد ادائے نماز روتے دیکھا اور پوچھا: نصیبِ اعداء! خیر تو ہے! کس صدمہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو رنجیدۂ خاطر کیا ہے؟

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا:

''اے فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا! میں مسلمانوں اور غیروں کا بادشاہ بنایا گیا ہوں ان مفلسوں کا جو فاقے سے گزر بسر کر رہے ہیں۔ ان میں سے بیماروں کا جو بے آسرا پڑے ہیں۔ ان ننگوں کا جو مصیبت میں مبتلا ہیں۔ ان مظلوموں کا جن کے سروں پر آرے چل رہے ہیں۔ ان بے وطنوں کا جو قید خانے میں سڑ رہے ہیں۔ ان میں

عمر رسیدہ بزرگ آدمیوں کا جو قبر میں پاؤں لٹکائے ہوئے بے دست و پا پڑے ہیں۔ ان اشخاص کا جن کا کنبہ بہت اور آمدنی تھوڑی ہے اور ان ہی جیسے بہت سے لوگوں کا جو تلاشِ معاش میں وطنوں کو خیر باد کہہ کر دور دراز ممالک میں نکل گئے ہیں، خیال کر رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ قیامت کے دن جب خدا مجھ سے ان کی بابت پوچھے گا تو میں کیا جواب دوں گا۔ اس احساس سے مجھے ایک خوف دامنگیر ہوا اور میں رو پڑا۔"

(تاریخ اسلام) از سید امیر علی جسٹس صاحب اردو ترجمہ:
بعنوان (حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ) بر ص ۱۲۳)

آگے رقمطراز ہیں کہ:

"تخت نشین ہوتے ہی انہوں نے خاصہ کے گھوڑے نیلام کر کے ان کی قیمت شاہی خزانہ میں داخل کر دی۔ نیز اپنی بیوی سے درخواست کی کہ جو زر و جواہر تم نے اپنے باپ بھائیوں سے لئے ہیں۔ خزانہ میں واپس کر دو۔"

"اس درخواست کو ان کی بیوی نے خوشی خوشی منظور کر لیا۔"

(تاریخ اسلام)
از جناب جسٹس سیّد امیر علی اردو ترجمہ
ص: ۱۲۳/ص ۱۲۴)

- قارئینِ کرام کی معلومات کے لئے ہم یہاں پر "خاندانِ بنو امیہ کا حکومتی شجرۂ نسب" ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے!

بحوالہ: (تاریخ اسلام) از جناب مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی رحمۃ اللہ علیہ
حصہ دوم بعنوان (عہدِ بنی امیہ) ص: ۲۱ تحت عنوان "بنی امیہ" شکریہ!

امیہ بن عبد شمس (بانی خاندانِ بنوامیہ)
حرب بن امیہ
ابوسفیان بن حرب
(۱) معاویہ اوّل ابن ابوسفیان (بانی دولتِ امویہ)
(۲) یزید اوّل بن معاویہ
(۳) معاویہ ثانی بن یزید
ابوالعاص بن امیہ
حکم بن العاص
(۴) مروان بن حکم
(۵) عبدالملک بن مروان
(مجددِ دولت امویہ)
عبدالعزیز بن مروان
محمد بن مروان
(۸) عمر بن عبدالعزیز
(۳) مروان ثانی بن محمد
(۶) ولید اوّل بن عبدالملک
(۷) سلیمان بن عبدالملک
(۹) یزید ثانی بن عبدالملک
(۱۰) ہشام بن عبدالملک
(۱۲) یزید ثالث بن ولید
(۱۱) ولید ثانی بن یزید ثانی
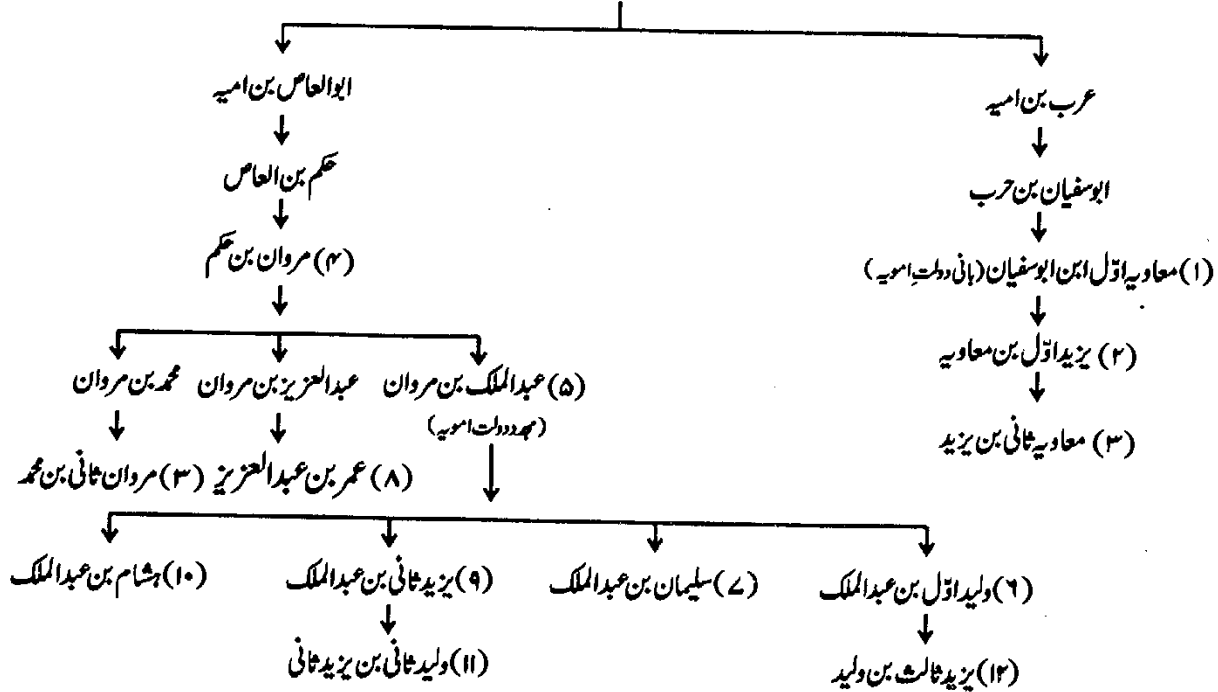
جناب مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ (۹۹ھ تا ۱۰۱ھ ۷۱۹ء) کے بارے میں بدیں الفاظ خامہ فرمائی کرتے ہیں کہ:

''سلیمان کی وفات کے بعد صفر ۹۹ھ میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ تخت نشین ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مشہور اموی فرمانروا مروان بن حکم کے پوتے تھے۔ باپ کا نام عبد العزیز تھا۔ آپ کی ماں ام عاصم، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی پوتی تھیں۔ اس لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی رگوں میں فاروقی خون بھی شامل تھا۔ عبد العزیز خاندانِ شاہی کے ممتاز رکن تھے۔ اکیس سال تک مصر کے گورنر رہے۔ اس لئے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی پرورش تمول و ثروت اور عیش و تنعم کے گہوارہ میں ہوئی۔ جس کے اثرات خلافت ملنے تک باقی تھے۔ ان کی تعلیم و تربیت بڑے اہتمام کے ساتھ مشہور محدث صالح بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں ہوئی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ فطرتاً صالح اور سعید تھے۔ تعلیم و تربیت نے ان کے جوہروں کو اور زیادہ چمکا دیا تھا اور وہ ہر اعتبار سے اپنے خاندان سے بالکل الگ تھے۔ علمی لحاظ سے وہ اپنے زمانہ کے امام تھے۔ علمی حیثیت سے انہوں نے جو کارنامے انجام دیئے وہ تاریخ اسلام میں ہمیشہ یادرہیں گے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ خود شاہی خاندان کے رُکن تھے۔ پھر عبد الملک کے بھتیجے اور داماد تھے۔ اس لئے وہ مختلف ذمہ دار عہدوں پر فائز رہے اپنے حسنِ عمل کی بہترین یادگاریں چھوڑ دیں، ولید نے جب ان کو مدینہ کی گورنری پر بھیجنا چاہا تو انہوں نے اس شرط کے ساتھ قبول کیا کہ وہ دوسرے عمال کی طرح ظلم نہ کریں گے، ولید نے اسے منظور کیا۔''

(تاریخ اسلام) از مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی رحمۃ اللہ علیہ حصہ دوم بعنوان (حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ) ص: ۲۱۵ ر ص ۲۱۶!

(۲) (تاریخ الیعقوبی) از علامہ احمد بن ابی یعقوب بن جعفر بن واہب بن واضح اردو ترجمہ جلد دوم بعنوان (حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا دور حکومت) ص: ۴۰۹ تا ص ۴۹۲)

بہر کیف خلیفہ ثانی حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت بحیثیت خلیفہ، بحیثیت عظیم مسلم رہنما، بحیثیت عظیم ومنفرد علمی ودینی شخصیت ہونے کے ساتھ ساتھ حاکم عادل کے وصف سے متصف تھے۔ زمانہ کے لحاظ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تابعین اور تبع تابعین کا مبارک دور پایا تھا جو کہ (المشهود لها بالخير) تھا کہ جن ادوار کے بارے میں آنجناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود ارشاد فرمایا تھا:

"سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے پھر اس کے بعد بہتر اس سے متصل زمانہ پھر اس سے متصل زمانہ خیرون القرون میں سے ہیں۔"

تو مبارک تھا وہ دور کہ جس میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیت نے جنم لیا کہ جن کی مثال ادوارِ مابعد میں عنقا ہے۔

اس سلسلے میں ابھی حال ہی میں ہمارے فاضل دوست جناب مولانا کامران اعظم سوہدروی صاحب (ایم اے اسلامیات، فاضلِ عالیہ دار الفطرۃ) نے اسلامی تاریخ کے ایک مفکر ہونے کی حیثیت سے جناب خلیفہ ثانی حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم، نمایاں اور ممتاز شخصیت اور اہمیت کے پیش نظر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے موضوع پر بعنوان (حیاتِ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ) اپنی انوکھی، اچھوتی اور باحوالہ مستند اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دَور کی عملی، دینی وفکری تاریخ پیش فرمائی ہے۔

بندہ ناچیز نے آپ کی اس عملی ودینی وتاریخی وسوانح حیات کی کاوش کا اوّل تا آخر بنظرِ غائر مطالعہ کیا ہے۔ بیشک آپ نے اس موضوع پر ایک کامیاب اور تابناک فکری کاوش پیش کی ہے اور اُردو زبان جو روز بروز اپنی مانگ سنوارتی چلی جاتی ہے اس میں ایک بہترین سوانح حیات ادب کا اضافہ کر کے گویا اس کے کندھے میں ایک نیا پھول جما دیا ہے اور اسے نئی دلہن کی طرح سجا کر رکھ دیا ہے۔

بقول شخصے! "اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ"

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دارورسن کہاں

چنانچہ کتاب کے معیاری مقام کو نیز خوبیوں کو واضح کرتے ہوئے فاضل مؤلف خامہ فرسائی کرتے ہیں:

''کوشش کی گئی ہے کہ سیّدنا حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی پوری حیات کے ہر پہلو کو بحوالہ درج کر دیا جائے۔ پھر انسان خطا و نسیان کا پتلا ہے کوئی دقیقہ فرد گزاشت رہ جانا ممکن ہے۔ میری تمام تر مساعی رہی ہے کہ تمام مواد کو تفصیل اور ابواب بندی کے تحت رقم کیا جائے اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا سوانح حیات کے عہدِ خلافت اور ان کی ذاتی اخلاقیات کو ترتیب وار طشت از بام کیا جائے اور اس اصلی ہیرو کی زندگی کو روزِ روشن کی طرح عیاں کیا جائے جو ہمارے لئے مشعلِ راہ و منزل ہیں۔

ان کی 40 سالہ قلیل زندگی ہمارے لئے سراپا رشد و ہدایت کا منبع ہے۔ جنہوں نے سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنی تمام زیست صرف کر دی اور دنیا میں اعلیٰ مقام پایا۔''

ملاحظہ کیجئے (حیات حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ)
از جناب مولانا کامران اعظم سوہدروی صاحب بعنوان (دیباچہ)

آگے خامہ فرسائی کرتے ہیں کہ:

''حضرت عمر بن عبد العزیز حضرت عمر ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی حیثیت سے ابھر کر سامنے آئے جیسے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دس سالہ عہدِ خلافت میں لاکھوں مربع میل پر فتح حاصل کی۔ بعینہٖ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے گو کہ اڑھائی سال خلافت کو سنبھالا مگر انہوں

نے بھی متعدد علاقوں کو فتح کر کے اسلامی حدود میں شامل کیا۔
انہوں نے جہاد کے علاوہ ''دعوت الی اللہ'' پر بھی خاصہ زور دیا اور کفر
کے دلوں کو اسلام کے فیوض و برکات سے آراستہ کر کے ان کو دینِ
اسلام میں داخل کیا۔''

(دیباچہ کتاب ہذا)

مؤلف نے کتاب کی ترتیب میں جن عناوین کو ملحوظ خاطر رکھا ہے ان سے کتاب
کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے مثلاً:

۱۔ ابتدائی حالات
۲۔ حالات قبل از خلافت
۳۔ حالات بعد از خلافت
۴۔ خلافت راشدہ کا احیاء
۵۔ خلافت کا نظام اقتصادیات
۶۔ خلافت کا نظام عسکریت
۶۔ خلافت کا نظام عدالت
۸۔ خلافت کا نظام تعلیم
۹۔ خلافت کا نظام تجدید واحیائے دین
۱۰۔ خلافت کا نظام سیاسیات
۱۱۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا مذہبی اخلاقیات
۱۲۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا معاشرتی اخلاقیات
۱۳۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا علمی وفنی اخلاقیات
۱۴۔ منتہائے خلافتِ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ

تو یہ وہ عناوین اور ابوابِ کتاب ہیں کہ جو اِس موجودہ کتاب کا بنیادی طور پر محور ومرکز ہیں۔ مؤلفِ کتاب کا انداز واسلوب نہایت عمدہ، سادہ اور بلا تصنع ہے بس جیسا کہ ایک تاریخی کتاب کا انداز بیان ہونا چاہئے۔ تمام واقعات کو صاف اور بے لاگ طور پر بیان کیا گیا ہے۔ ہوتا کچھ یوں ہے کہ عموماً سوانح حیات (بائیوگرافی) میں صاحبِ سوانح کی شخصیت کو پرکشش دِکھانے اور اس کے عیوب کو یا تو چھپانے کی کوشش کی جاتی ہے یا پھر ان عیوب کی محاسن ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ جسے انگریزی زبان میں ''میک اَپ'' (Make up) کرنا کہا جاتا ہے۔ بہرکیف صاحبِ سوانح کے ساتھ کسی قدر جذباتی لگاؤ بھی ہوتا ہے کہ جو عیوب کو چھپانے کا باعث بن جاتا ہے لیکن اس کوشش میں بذاتِ خود مصنف یا مؤلف کی اپنی حیثیت نیز دیانت وامانت بھی زیرِ بحث آ جاتی ہے۔ بالفاظ دیگر جذباتی لگاؤ کے پیشِ نظر مستقیم پر قائم رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔

مگر بلاشک وشبہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کا آئیڈیل ہی اس قدر حسین، پرکشش اور خوبصورت تھا کہ ان کی شخصیت کو (Polish) کرنے کے لئے کسی بھی رنگ آمیزی کی ضرورت نہ تھی اور نہ ہی کسی ''میک اپ'' (Make Up) کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کی محامد ومحاسن ہی اس قدر زیادہ ہے کہ کسی بناوٹی حیلہ جوئی کی ضرورت ہی نہ تھی اور بلاشبہ مؤلفِ کتاب نے اپنی کتاب ''حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ'' میں دیانت وامانت کا حق ادا کر دیا۔

ہم بلا مبالغہ یہ بات کہنے میں عار نہیں سمجھتے کہ ''حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ'' کی شخصیت پر سوانح حیات نقطۂ نگاہ سے قلم اُٹھانے کے لئے ایسے ہی دیانت وامانت کے پتلے کی ضرورت تھی۔

کتاب کے آخر میں ''کتابیات'' کی ایک طویل فہرست دی گئی ہے کہ جسے ملاحظہ کرنے پر مؤلف کی محنت، مشقت اور جانکاہی کا بخوبی طور پر احساس اجاگر ہوتا ہے۔

کتاب بہر طور حوالہ جاتی نوعیت کی حامل بنادی گئی ہے اور آئندہ اس موضوع پر کام کرنے والوں کے لئے مشعل راہ کا کام دے سکتی ہے۔

اب لائق مؤلف اس قابل ہیں کہ وہ یہ کہہ سکیں کہ:

"شام از زندگی خویش کہ کارے کردم"

ہماری دُعا ہے کہ اللہ رب العزت مؤلف محترم کی اس بیش قیمت سعی کو حسن قبولیت سے نوازتے ہوئے ذخیرہ عاقبت بنادے اور وقتاً فوقتاً ایسی ہی صحت مندانہ سوانح عمریاں (Biographies) پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین، والسلام!

راجہ طارق محمود نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

ایڈووکیٹ (ہائیکورٹ)

جناب راجہ طارق محمود نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی کاوشیں:

- الفوائد (ابن القیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ) مترجم
- سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (از: امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ) مترجم
- حیات حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ
- حیات خلیفہ ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ
- حیات حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
- حیات حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ
- حیات حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ
- حیات خاتم الشعراء حضرت عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ
- کلیات حضرت عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ (تلخیص و مترجم)
- حیات شمس المعارف حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ
- دیوان شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ (از: حضرت مولانا جلال الدین رُومی رحمۃ اللہ علیہ) مترجم
- حیات حسین بن منصور حلاج
- سر سید احمد خان (حیات و تعلیمات)

باب ۱

حیاتِ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ

ابتدائی حالات

☆ حالات قبل از خلافت

☆ حالات بعد از خلافت

ابتدائی حالات

نام ونسب

اسم مبارک حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لقب امیر المومنین ہے آپ کا سلسلہ نسب کے متعلق حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب سیر اعلام النبلاء میں یوں رقمطراز ہیں:

''حضرت عمر بن عبد العزیز بن مروان بن حکم بن ابو العاص بن امیۃ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب الاموی القرشی المدنی ثم المصری، آپ کی کنیت ابو حفص ہے۔''

اور آپ کی صفات یوں رقم کرتے ہیں:

''الخلیفۃ، الامام، الحافظ، العلامۃ، المجتهد، الزاهد، العابد، الراشد، السید، امیر المومنین حقاً اور آپ قریش کے مشہور خاندان بنوامیہ کے ایک نامور اور ممتاز فرد ہیں۔''

(سیر اعلام النبلاء للذهبی: ۵/۱۲۵ تذکرۃ الحفاظ للذهبی ص: ۱۰۰)

والدہ کا نام ام عاصم (لیلیٰ) بنت عاصم بن عمر بن خطاب تھا۔

(سیرۃ ومناقب حضرت عمر بن عبد العزیز لابن الجوزی: ۹)

یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فرزند عاصم رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی تھیں۔ اس طرح حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی رگوں میں سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خون بھی شامل ہو گیا تھا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ مروان کی نسل سے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ جیسا مجدد پیدا ہوا۔ جو صدق میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ عدل میں سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حیاء میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور زہد میں سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا مثل تھا۔ جس نے اپنے مجدّدانہ کارناموں سے ملت اسلامیہ کی روح کو جو امویوں کی بے عنوانیوں سے مردہ ہو رہی تھی دوبارہ زندہ کر دیا۔

(تابعین ص: ۳۱۹)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے والد کے مختصر احوال

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے والد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ مروان کے چھوٹے لڑکے تھے۔ مروان نے عبد الملک کے بعد انہیں ولی عہد نامزد کیا تھا لیکن وہ عبد الملک کی زندگی ہی میں وفات پا گئے۔

(کتاب الولاۃ للکندی ص: ۵۴،۵۷، سیر اعلام النبلاء للذھبی: ۱۴۲/۵)

عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنے خاندانی اوصاف و کمالات کے پورے حامل تھے اور اپنے والد کی مہمات میں ان کے دستِ راست رہے۔ سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مروان نے جب مصر پر قبضہ کرنے کے لیے فوج کشی کی تو عبد العزیز کو ایلہ پر متعین کیا۔

مصر پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد مروان دو مہینہ یہاں مقیم رہا۔ دو مہینہ کے بعد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو یہاں کا گورنر بنا کر شام واپس ہوا۔

(کتاب الولاۃ للکندی ص: ۴۲)

مروان کے بعد عبد الملک نے بھی عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو مصر کی حکومت پر برقرار رکھا اور انہوں نے یہاں کامل اکیس سال تک گورنری کی اور ان کی وفات کے متعلق امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن سعد کے حوالے سے دو قول نقل فرمائے ہیں کہ سعید بن عفیر رحمۃ اللہ علیہ اور امام زیادی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء ومؤرخین کے نزدیک ان کا انتقال ۸۵ھ میں ہوا، اور ابن یونس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام لیث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ انہوں نے جمادی الاخری ۸۶ھ میں وفات پائی۔ تاریخ اسلام میں اتنی طویل مدتِ گورنری کم کسی کو نصیب ہوئی ہوگی۔

(سیر اعلام النبلاء للذھبی: ۱۴۲/۵)

عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مصر اور حلوان میں اپنی حکومت کی بہت سی یادگاریں چھوڑیں ایک زرنگار محل تعمیر کرایا حلوان میں متعدد محلات اور مساجد بنوائیں مصر کی جامع مسجد منہدم کرا کے اس کو از سرِ نو تعمیر کرایا۔ خلیج مصر پر پل بنوائے انگور اور خرمے کے باغات لگوائے۔

(کتاب الولاۃ للکندی ص: ۵۵)

علماء اور اربابِ کمال کا بڑا قدر دان تھا۔ قاضی عبد الرحمٰن بن حجیرہ خولانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ہزار اشرفی سالانہ وظیفہ مقرر کیا۔ شعراء کے ساتھ اتنی داد ودہش کرتا تھا کہ بعض شعراء نے اس کے بعد شاعری ترک کر دی۔ کثیر سے کسی نے پوچھا اب شعر کیوں نہیں کہتے جواب دیا۔ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے بعد صلہ کی توقع کس سے کی جائے۔

(کتاب الولاۃ للکندی ص: ۲۴۰)

عبد العزیز بن مروان رحمۃ اللہ علیہ کی شادی

ابن شوذب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جب عبد العزیز بن مروان رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا تو اپنے منتظم سے کہا

کہ میرے لیے پاک مال میں سے چار سو دینار جمع کرو میں ایک ایسے خاندان میں نکاح کرنا چاہتا ہوں جن میں صلاحیت وتقویٰ ہے۔ پھر انہوں نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ سے نکاح کیا۔

(طبقات ابن سعد حصہ پنجم ص: ۳۰۸، صفۃ الصلوۃ لابن الجوزی: ۱/ ۳۶۴،

سیرۃ ومناقب حضرت عمر بن عبد العزیز لابن الجوزی: ۹)

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تمنا

نافع رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ سیدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کاش! اپنی اولاد میں سے مجھے وہ شاندار شخص معلوم ہو۔ جو زمین کو اسی طرح عدل سے بھر دے گا۔ جس طرح وہ ظلم سے بھری ہو گی حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک سیدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اس قول کا مصداق حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے۔

(طبقات ابن سعد جلد ۵/ ۳۰۸۔ ۳۰۷، سیر اعلام النبلاء للذھبی: ۵/ ۴۴۷،

سیرۃ ومناقب حضرت عمر بن عبد العزیز لابن الجوزی: ۱۱)

خصیف رحمۃ اللہ علیہ کا خواب

خصیف رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ جن کے داہنی طرف ایک شخص ہے۔ اتنے میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ آئے اور چاہا کہ ان صاحب اور ان کے داہنی طرف والے ساتھی کے درمیان بیٹھیں۔ مگر وہ ساتھی اپنے صاحب سے مل گئے۔ (جس سے بیٹھنے کی جگہ جاتی رہی) حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ گھوم گئے اور چاہا کہ ان صاحب اور ان کے بائیں جانب

والے ساتھی کے درمیان بیٹھیں مگر وہ بھی اپنے صاحب سے مل گئے۔ پھر انہیں درمیانی صاحب نے کھینچ کر اپنی آغوش میں بیٹھا لیا۔ (خواب دیکھنے والے نے) پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔

(سیرۃ ومناقب حضرت عمر بن عبدالعزیز لابن الجوزی: ۲۸۸)

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ میں اکثر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو کہتے سنا کرتا تھا کہ وہ فرماتے تھے:

''اولاد سیدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ میں وہ کون شخص ہے۔ جس کے چہرے پر زخم کا نشان ہے اور جو زمین کو عدل سے بھر دے گا۔''

(سیر اعلام النبلاء للذھبی: ۵/۱۲۲)

حضرت عبداللہ بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

''ہم لوگ بیان کرتے ہیں کہ یہ حکومت ختم نہ ہوگی تاوقتیکہ اولاد سیدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ میں سے اس امت کا والی ایک ایسا شخص نہ ہو جو سیدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چلے اور اس کے چہرے پر ایک نشان زخم ہو۔''

(سیرۃ ومناقب حضرت عمر بن عبدالعزیز لابن الجوزی: ۱۱)

راوی نے کہا کہ ہم لوگ کہا کرتے تھے کہ وہ ہلال بن عبداللہ بن عمر رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کے چہرے پر مسا بھی تھا۔ یہاں تک کہ اللہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو لایا۔ ان کی والدہ ام عاصم بنت عاصم بن عمر بن الخطاب تھیں۔

(طبقات ابن سعد جلد ۵/۳۰۸)

پیدائش

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے سنہ پیدائش میں اگر چہ بیانات مختلف ہیں لیکن بروایت صحیح وہ یزید کے عہد خلافت میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔

(تذکرۃ الحفاظ: ص:۱۱۱)

امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات ابن سعد کے حوالے سے انکی تاریخ پیدائش ۶۳ھ نقل کی ہے اور اسی سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت میمونہ کی وفات ہوئی۔

(سیرۃ ومناقب حضرت عمر بن عبد العزیز لابن الجوزی:۹،

طبقات ابن سعد ۳۰۷/۵، سیر اعلام النبلاء للذہبی: ۳۴۶/۵)

اور ایک دوسری روایت کو امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے امام خریبی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں:

"اعمش ہشام بن عروہ، حضرت عمر بن عبد العزیز اور یحییٰ بن طلحہ سب ۶۱ھ کو پیدا ہوئے اور اسی سال حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور اس دوسری روایت کو اکثر علماء ومؤرخین نے راجح قرار دیا ہے۔"

(سیر اعلام النبلاء للذہبی: ۳۴۶/۵)

تعلیم وتربیت

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا بچپن والد کے ساتھ مصر میں گزرا اور غالباً ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی۔ جب ہوش سنبھالا تو عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو اعلیٰ تعلیم کے لیے مدینہ منورہ جو علم وعلماء کا مرکز تھا۔ بھیج دیا۔ یہاں محدث صالح بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں ان کی تعلیم وتربیت ہوئی۔ صالح بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ اس دیانت کے ساتھ ان کی مذہبی

اور اخلاقی نگرانی کرتے تھے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے نماز میں دیر کر دی۔ صالح بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ نے باز پرس کی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا بال سنوارنے میں دیر ہوگئی صالح بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اب بالوں کی آرائش میں اتنا شغف ہوگیا ہے کہ اس کو نماز پر ترجیح دی جاتی ہے اور عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو یہ واقعہ لکھ بھیجا۔ انہوں نے فوراً ایک آدمی روانہ کیا جس نے آتے ہی پہلے ان کے سر کے بال مونڈے اس کے بعد کسی سے بات چیت کی۔

(سیرت ومناقب حضرت عمر بن عبد العزیز لابن الجوزی: ۱۳، ۱۴

سیر اعلام النبلاء للذہبی: ۵/۲۴۷)

اس اہتمام سے ان کی تعلیم وتربیت ہوئی انہیں خود بھی تحصیل علم کا ذوق تھا۔ ان کا بیان ہے کہ میں مدینہ کے لڑکوں میں ایک لڑکا تھا۔ پھر عربی اور شعر کا شوق پیدا ہوا۔ اس لیے انہوں نے بڑے ذوق وشوق سے تحصیل علم کی۔

لیکن یہ ان کا ابتدائی دور تھا۔ وہ دور جس نے ان کو امام وقت بنایا مدینہ کی گورنری کا عہد تھا۔ جس میں اکابر علماء سے ان کی صحبتیں اور علمی بحث ومباحثے ہوتے رہتے تھے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وہ اساتذہ جن سے آپ نے روایات نقل کی ہیں حسب ذیل ہیں:

"عبد اللہ بن جعفر، عبد اللہ بن عمر سائب بن یزید، سہل بن سعد، عامر بن سعد، عبد اللہ بن ابراہیم بن قارظ، یوسف بن عبد اللہ سلام، عقبہ بن عامر، عروہ بن زبیر، انس بن مالک، ابو بکر بن عبد الرحمٰن، سعید بن مسیتب، عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ اور علماء کی ایک جماعت سے احادیث نقل فرمائی ہیں۔"

اس کے بعد امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"آپکا شمار ائمہ مجتہدین میں ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ خلفائے راشدین میں سے ہیں۔"

(سیر اعلام النبلاء للذہبی: ۵/۱۴۶)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جن تلامذہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے احادیث نقل کی ہیں وہ کثیر ائمہ کی جماعت ہے۔ جن میں مشہور تلامذہ کے نام درج ذیل ہیں اور انکی تعداد کو حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس ترتیب سے نقل کیا ہے:

"ابو سلمہ، ابو بکر بن حزم رجاء بن حیاۃ، محمد بن منکدر، زہری، عنبسہ بن سعید، ایوب سختیانی، ابراہیم بن عبلہ، توبۃ العنبری، حمید الطویل، صالح بن محمد زائدۃ اللیثی محمد زائدۃ اللیثی، عبد العزیز بن عمر، عبد اللہ بن عمر، زبان، صخر بن عبد اللہ بن حرملہ، عبد اللہ بن حرملہ، عبد اللہ بن عمر، عثمان بن داود الخولانی، سلیمان بن داود، حضرت عمر بن عبد الملک، حضرت عمر بن عامر بجلی، حضرت عمرو بن مہاجر، عمیر بن ھانی العنسی، عیسیٰ بن ابی عطاء الکاتب، غیلان بن انس، لیث بن ابی رقیۃ، ابو ھاشم مالک بن زیاد، محمد بن ابی سوید الثقفی، محمد بن قیس القاص، مروان بن جناح، مسلمہ بن عبد الملک، نضر بن عربی، نعیم بن عبد اللہ القینی، ھلال ابو طعمہ، ولید بن ھشام المعیطی، یحیی بن سعید انصاری اور یعقوب بن عتبہ بن مغیرۃ شامل ہیں۔"

(سیر اعلام النبلاء للذہبی: ۵/۱۴۶)

حلیہ مبارک

آپ کے حلیہ مبارک کے بارے میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے دو روایات نقل کی ہیں پہلی روایت سعید بن عفیر رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں:

”آپ کی رنگت سرخی مائل تھی خوبصورت اور رعب دار چہرہ تھا اور دبلا پتلا جسم تھا، خوبصورت داڑھی تھی، آنکھیں اندر کی طرف دھنسی ہوئی تھیں پیشانی پر جانور کے سم کے زخم کا نشان تھا اور وہ نشان انکے چہرے پر ظاہر تھا۔“

(سیر اعلام النبلاء للذہبی: ۵/۱۱۷، تذکرہ الحفاظ للذہبی: ۱/۱۱۱)

دوسری روایت بھی اس کے قریب الفاظ کے امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اسماعیل خطبی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں:

”میں نے بعض کتب میں ان کے حلیہ مبارک کے متعلق یہ صفات پڑھی ہیں کہ وہ سفید رنگت والے تھے، حسین و جمیل اور رعب دار چہرہ تھا، خوبصورت داڑھی تھی، آنکھیں اندر کی طرف دھنسی ہوئی تھیں، پیشانی پر جانور کے سم کے زخم کا نشان تھا اور پیشانی کے اسی داغ کی وجہ سے آپ کو ”اشج بنو امیہ“ (بنو امیۃ کا بہادر انسان) کہا جاتا تھا۔“

(تاریخ الخلفاء للسیوطی ص: ۲۳۴)

لیکن خلافت کے بعد کی خشک زاہدانہ زندگی نے رنگ روپ بالکل بدل دیا تھا۔ سوکھ کر لاغر ہو گئے تھے۔ پسلیاں بغیر چھوئے ہوئے گنی جا سکتی تھیں۔

(طبقات ابن سعد: ۵/۳۰۸، سیر اعلام النبلاء للذہبی: ۵/۱۱۷)

طبقات ابن سعد میں ضمرۃ بن ربیعہ کے حوالے سے ان الفاظ کے ساتھ روایت درج ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے والد کے ایک گھوڑے نے مار کر سر زخمی کر دیا تھا۔ ان کے والد خون پونچھنے لگے اور کہنے لگے کہ تم سعید ہوتے اگر تمہارا سر بنی امیہ کا زخمی کیا ہوا ہوتا۔''

(تاریخ الخلفاء للسیوطی ص:۲۳۲)

آخر عمر میں بالوں میں کچھ سفیدی آ گئی تھی۔ امام ثعالبی رحمۃ اللہ علیہ لطائف الوظائف میں لکھتے ہیں:

''سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمان غنی، سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم مروان بن حکم اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے سروں پر بکثرت خود (لوہے کی ٹوپی) پہننے کے باعث بال نہیں تھے۔ دوسرے امراء و سلاطین چونکہ سر پر خود کا استعمال نہ کرتے تھے۔ اس لیے ان کے بال نہیں اڑے۔ کیونکہ خود پہننے سے سر کے زیادہ تر بال اڑ جاتے تھے۔''

ازدواج واولاد

عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے والد کی وفات کے بعد ان کے چچا عبدالملک نے اپنی لڑکی فاطمہ کے ساتھ ان کی پہلی شادی کی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی چار بیویاں تھیں اور ان سب سے اولادیں ہوئیں۔

۱۔ زوجہ: لمیس بنت علی بن الحارث بن عبداللہ بن الحصین ذی الغصبہ بن یزید بن شداد ابن قنان الحلاثی تھیں۔ ان کے شکم سے عبداللہ وبکر اور ام عمار پیدا ہوئے۔

۲۔ ام عثمان بنت شعیب بن زبان بن الاصبغ بن عمرو ابن ثعلبہ بن الحارث بن حصن بن ضمضم بن عدی بن جناب تھیں ان کے بطن سے ابراہیم بن عمر کی پیدائش ہوئی۔

۳۔ فاطمہ بنت عبدالملک بن مروان رحمۃ اللہ علیہا سے تین لڑکے تھے۔ اسحاق، یعقوب اور موسیٰ (تمام لاولد فوت ہوئے)

۴۔ ام ولید سے نو اولادیں تھیں۔ جن کے نام یہ ہیں۔ عبدالملک، ولید، عاصم، یزید، عبداللہ، عبدالعزیز، زبانا، امینہ اور ام عبداللہ

(طبقات ابن سعد: ۳۰۷/۵، تابعین ص: ۳۵۲

سیرۃ ومناقب حضرت عمر بن عبدالعزیز لابن الجوزی: ۳۱۵)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ مذہبی علوم میں مہارت تامّہ رکھتے تھے مگر والد کی سیاست واقتدار میں شمولیت اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی فراست نے ان کو پانچویں خلیفہ کے لقب سے بھی ہمکنار کر دیا۔ مگر انہوں نے خلافت سے پہلے جن عہدوں پر کام کیا وہ بھی تحریر کرنا ان کی سوانح حیات کے لیے جزو لاینفک کی حیثیت رکھتا ہے۔

حالات قبل از خلافت

(حجاز کے عامل) ۸۷ھ (فروری ۷۰۶) میں خلیفہ ولید اوّل نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو حجاز کا عامل مقرر کیا اور وہ مدینہ میں مقیم ہو گئے دیگر عاملوں (گورنرز) کے برخلاف جو زیادہ تر مستبعدانہ حکومت کرتے آئے تھے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مدینہ میں آتے ہی دس متقی ماہرین حدیث کی ایک مجلس شوریٰ بنائی۔ جس سے وہ ہر اہم معاملے میں مشورہ کرتے تھے۔ انہوں نے اس کے ارکان کو اس بات کا بھی کامل اختیار دے دیا تھا کہ وہ ان کے ماتحت عمال کی کڑی نگرانی کرتے رہیں۔ ان کی حکومت کئی اور طریقوں سے بھی رعایا کی فلاح و بہبود کی ضامن تھی۔ مگر کچھ عرصے بعد حجاج بن یوسف کو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا حلیمانہ طرز حکومت پسند نہ آیا۔ کیوں کہ عراق کے بہت سے لوگوں نے بھاگ کر حرمین میں پناہ لینا شروع کر دی تھی تاکہ وہ اس تکلیف دہ صورت حال سے نجات پاسکیں جس سے وہ اپنے وطن عراق میں دوچار ہو رہے تھے۔ حجاج بن یوسف کے اصرار پر ان کو ۹۳ھ بمطابق ۷۱۱۔۷۱۲ء میں واپس بلا لیا گیا تاہم وہ کسی عتاب یا توہین کے مستوجب نہیں۔

(اُردو دائرہ معارف اسلامیہ ۱۴/ ۲۴۳)

مدینہ میں بحیثیتِ عامل اور کارنامے

جب تک حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ مدینہ کے گورنر (والی) مقرر رہے انہوں نے اسلام کی بقاو سلامتی کے لیے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ چھوڑا۔

عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی آلِ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے محبت

فاطمہ بنت علی ابن طالب رحمۃ اللہ علیہا نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کیا اور بہت بہت رحمت کی دعا دی، کہا کہ میں اس زمانے میں ان کے پاس گئی جب وہ امیر مدینہ تھے۔ انہوں نے ہر خواجہ سرا اور دربان کو نکال دیا گھر میں سوائے میرے اور ان کے کوئی باقی نہ رہا۔ پھر انہوں نے کہا کہ اے دختر سیدنا علی رضی اللہ عنہ واللہ مجھے روئے زمین پر کوئی خاندان آپ لوگوں سے زیادہ محبوب نہیں اور آپ لوگ تو مجھے اپنے متعلقین سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔

فقہائے مدینہ طلبی

عبد الرحمٰن بن ابی الزناد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ جب حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ گورنرِ مدینہ ہو کر وہاں آئے تو دربان نے ملاقات کرنے والوں کے نام پیش کیے اور ان لوگوں نے اندر آنے کی اجازت طلب کی اجازت ملنے پر وہ لوگ اندر آئے اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو سلام کیا اور نمازِ ظہر پڑھنے کے بعد ان دس فقہائے مدینہ کو بلایا۔ جن عظیم فقہاء کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔ عروہ بن الزبیر، عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ، ابوبکر بن عبد الرحمٰن بن حارث، ابوبکر بن سلیمان بن ابی حثمہ، سلیمان بن یسار، قاسم بن محمد، سالم بن عبد اللہ، عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ اور خارجہ بن ثابت رحمۃ اللہ علیہم ہیں۔

فقہائے مدینہ سے خطاب

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ کے شایان شان حمد وثناء بیان کی اور کہا:

''میں نے آپ لوگوں کو ایک ایسے امر کے لیے بلایا ہے جس پر آپ لوگوں کو ثواب ملے گا اور آپ لوگ حق پر میرے مددگار رہوں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ بغیر آپ کی رائے اور ان کی رائے کے جو آپ لوگوں میں سے موجود ہوں کسی امر پر فیصلہ نہ کروں اگر آپ کسی سرکاری ملازم کو ظلم کرتے دیکھیں یا آپ کو میرے کسی عامل کے ناحق کچھ لینے کی خبر معلوم ہو تو میں ہر اس شخص کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں جسے یہ معلوم ہو کہ وہ مجھے ضرور خبر دے ان لوگوں نے انہیں جزائے خیر کی دُعا دی اور چلے گئے۔''

(طبقات ابن سعد حصہ پنجم، سیر اعلام النبلاء للذہبی: ۲۲۸/۵،

سیرۃ ومناقب حضرت عمر بن عبد العزیز لابن الجوزی: ۴۱)

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توسیع

مدینہ کی گورنری کے زمانہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں بہت سی اصلاحات کیں اور بہت سے مفید کام کیے۔ ان سب میں ان کا ناقابل فراموش کارنامہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعمیر اور تزئین وآرائش ہے۔

ولید کے پیشرو خلفاء نے وقتاً فوقتاً مسجد نبوی میں ترامیم کرائی تھیں لیکن ولید نے بڑے اہتمام کے ساتھ اس کو نہایت عظیم الشان پیمانہ پر تعمیر کرانے کا ارادہ کیا اور ۸۸ھ میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ مسجد نئے سرے سے تعمیر کی جائے۔ اس

سے متصل ازواج مطہرات کے حجرے اور دیگر جو مکانات ہیں ان کا معاوضہ دے کر ان کو مسجد میں شامل کر لیا جائے جو لوگ قیمت لینے سے انکار کریں۔ ان کے مکان زبردستی گرا دیئے جائیں اور ان کی قیمت فقیروں کو خیرات کر دی جائے۔

(خلاصۃ الوفاء ص ۱۳۷)

قیصر رُوم کو خط لکھ کر بہت سے رومی کاری گر، مزدور، مینا کاری اور پچی کاری کا مصالحہ اور کئی ہزار مثقال سونا منگایا اور مختلف مقامات سے ہر قسم کے تعمیری سامان جمع کیے۔ سامان جمع ہونے کے بعد حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فقہائے مدینہ کی موجودگی میں مسجد کی پرانی عمارت گرا کر ان بزرگوں کے متبرک ہاتھوں سے عمارت کی بنیاد ڈالی۔

(خلاصۃ الوفاء ص ۱۳۷)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو اس عمارت سے ذاتی دلچسپی تھی۔ اس لیے بڑے انہماک اور حسن مذاق سے اس کو تعمیر کرایا۔ ساری عمارت نفیس پتھروں کی تھی۔ تمام دیواریں اور چھتیں منقش مطلا (سنہرا) اور مینا کار تھیں۔ درخت کے ایک نقش پر کاریگروں کو ۳۰ درہم انعام دیتے تھے۔ اس اہتمام سے تین سال میں عمارت بن کر تیار ہوئی 91ھ میں ولید نے مدینہ جا کر اس کا معائنہ کیا اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی کارگزاری پر خوش دلی کا اظہار کیا۔ رزین نے عبد اللہ بن یزید ہذلی رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا ہے اس نے کہا: جب حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے حجرے گرا کر مسجد میں شامل کیے تو میں سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ ان کی دیواریں کچی اینٹوں کی تھیں۔ ان کے ارد گرد کھجوروں کی شاخوں کی باڑ تھی۔ ہاں البتہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے ارد گرد کچی اینٹوں کی دیوار تھی۔

(تاریخ حرمین شریف ص ۴۷)

اطراف مدینہ میں مساجد کی تعمیر

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے عہد گورنری میں اطراف مدینہ میں اور بہت سی مساجد بنوائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اطراف مدینہ میں جہاں جہاں نمازیں پڑھی تھیں مسلمانوں نے یادگار کے طور پر وہاں معمولی مساجد بنا لی تھیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ کی تمام مساجد کو منقش پتھروں سے تعمیر کرایا۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری لابن حجر: ۱/۴۷۲)

کنوؤں اور راستوں کی تعمیر

رفاہِ عامہ کے سلسلہ میں ولید کے حکم سے مدینہ میں بہت سے کنوئیں کھدوائے اور دشوار گزار پہاڑی راستے درست کرائے۔

(تاریخ الامم والملوک للطبری ص: ۱۹۶)

معزولی

اگرچہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے تقرر کے وقت یہ شرط طے کر لی تھی کہ وہ گزشتہ والیوں کی طرح ظلم نہ کریں گے لیکن بنو امیہ کا نظام کچھ اس طرز پر تھا کہ یہ شرط قائم نہ رہ سکی اور حجاج بن یوسف نے موقع ڈھونڈ کر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو معزول کر دیا۔ ایک دوسرا بیان یہ ہے کہ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حبیب رحمۃ اللہ علیہ کو جو بنی امیہ کے مخالفین میں تھے۔ ولید کے حکم سے مجبور ہو کر سزا دی جس کے صدمہ سے وہ مر گئے۔ اس کی ندامت میں خود مستعفی ہو گئے۔

(سیرۃ ومناقب حضرت عمر بن عبد العزیز لابن الجوزی: ۴۴، ۴۵)

سلیمان بن عبد الملک کے مزاج میں رسوخ

بنو امیہ کے موجودہ جانشین سلیمان بن عبد الملک کی نظر میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو نہایت عزت حاصل تھی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنے اوصاف اور حسن خلق کی بنا پر خاندان بھر میں محبوب تھے۔ خصوصاً سلیمان بن عبد الملک ان کو بہت مانتا تھا۔ انہیں اپنا وزیر و مشیر بنا لیا تھا اور اُمور خیر میں ان کے مشوروں پر عمل کرتا تھا۔ سلیمان کے عہد کی اصلاحات درحقیقت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ ہی کے فیض کا نتیجہ تھیں۔

سلیمان بن عبد الملک کا استخارہ

رجاء بن حیوۃ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک جمعہ کے دن سلیمان نے باریک ریشم کا لباس زیب تن کیا۔ آئینہ میں اپنی صورت دیکھ کر کہا کہ میں کیسا بہادر جوان فرماں روا ہوں۔ جمعہ (۹۹ھ) پڑھا کر گھر واپس نہ آ سکا تھا کہ بخار چڑھ آیا جب طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو اپنے ایک کمسن نابالغ لڑکے کے لیے عہد خلافت لکھ دیا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ یہ کیا کر رہے ہیں۔ منجملہ اور باتوں کے جو ایک خلیفہ کو عذاب قبر سے محفوظ رکھتی ہیں یہ بھی ہے کہ وہ اپنے بعد خلق اللہ پر نیک اور قابل شخص کو اپنا جانشین مقرر کرے۔ سلیمان کہنے لگا کہ میں اللہ سے استخارہ کر رہا ہوں اور اس معاملہ پر غور کر رہا ہوں۔ اس سے زیادہ میں نے اس وقت کسی بات کے لیے زور نہ ڈالا۔

(تاریخ الامم والملوک للطبری ص: ۲۷/۱۲)

سلیمان کا عہد نامہ

مرض الموت میں اس نے اپنے لڑکے داؤد کو ولی عہد بنانے کا قصد کیا تھا۔ رجاء

بن حیوۃ رحمۃ اللہ علیہ نے پھر عرض کیا "امیر المومنین آپ کا لڑکا اس وقت موجود نہیں ہے بلکہ قسطنطنیہ میں ہے جس کی حیات و وفات کی کچھ خبر نہیں ہے۔

سلیمان یہ سنتے ہی حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی طرف مائل ہو گیا اور رجاء رحمۃ اللہ علیہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا:

"واللہ میں یہ جانتا ہوں کہ داؤد کی ولی عہدی میں بڑا فتنہ و فساد برپا ہو گا اور لوگ اس (حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ) کو اپنا امیر ضرور بنائیں گے۔ مگر یہ کہ میں خود کسی کو اپنے لڑکوں میں سے اس کے بعد ولی عہد بنا جاؤں اور عبد الملک تو اس کو ولی عہد بنا ہی گئے تھے۔"

رجاء رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر خاموش ہو گیا سلیمان نے کاغذ منگوایا اور بسم اللہ کے بعد یہ مضمون درج کیا:

"هذا كتاب من عبد الله سليمان امير المومنين لحضرت عمر بن عبد العزيز اني وليته الخلافة بعدى و من بعده يزيد بن عبد الملك فاسمعواله واطيعوا واتقوا الله ولا تختلفوا فيطمع فيكم."

ترجمہ: "یہ اللہ کے بندے سلیمان امیر المومنین کا فرمان ہے۔ بنام حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کہ میں نے بے شک اپنے بعد تم کو اور تمہارے بعد یزید بن عبد الملک کو خلافت کا ولی عہد مقرر کیا۔ پس تم لوگ اس کو سنو اور اطاعت کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور آپس میں اختلاف نہ کرو کہ اور لوگ اس سے متنفع ہونے کی امید کریں۔"

اور مہر لگا کر اپنی شرط کے مطابق کعب بن جابر عبسی جو پولیس افسر تھا اس کو دے کر اپنے خاندان والوں کے جمع کرنے کا حکم دیا اور رجاء بن حیوۃ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا۔ اس خط کو

اسی طرح لوگوں کے روبرو پیش کر کے امیر المومنین نے اس میں جس کو اپنا ولی عہد بنایا ہے۔اس کی بیعت کرو۔ چنانچہ کل بنو امیہ یکے بعد دیگرے بیعت کر کے منتشر ہو گئے۔اس کے بعد ہی حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ رجاء رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچے اور اس کو اللہ کی قسم دلا کر کہنے لگے۔اگر میں ولی عہد کے لئے نامزد کیا گیا ہوں تو تم مجھے بہ نظر رسم سابقہ بتلا دو کہ میں ابھی سے اس سے مستعفی ہو جاؤں رجاء رحمۃ اللہ علیہ نے بتلانے سے انکار کر دیا۔حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اٹھ کر چلے گئے۔ ہشام بن عبد الملک آ پہنچا اور اپنے حقوق و محبت دیرینہ کا اظہار کر کے مضمون خط دریافت کیا لیکن رجاء رحمۃ اللہ علیہ نے نہ بتلایا۔ ہشام اس خیال سے کہ بنو عبد الملک سے شاید خلافت نکل جائے گی کفِ افسوس ملتا ہوا واپس آیا۔

(سیرۃ ومناقب حضرت عمر بن عبد العزیز لابن الجوزی: ۵۹، ۶۲، تاریخ ابن خلدون: (اوّل دوم) ص ۶۴۸)

سلیمان بن عبد الملک کی وفات

ان مراحل کے بعد سلیمان کا انتقال ہو گیا۔ رجاء رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی ہوشیاری کے ساتھ موت کی خبر مخفی رکھی اور شاہی خاندان کے ارکان کو جمع کر کے دوبارہ ان سے بیعت لی بیعت کو مؤکد کرنے کے بعد سلیمان کی موت کا اعلان کیا اور وصیت نامہ پڑھ کر سنایا۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا نام سن کر عبد الملک کے لڑکے ہشام نے کہا ہم کبھی ان کی بیعت نہیں کر سکتے۔ رجاء رحمۃ اللہ علیہ نے اٹھ کر کہا! خاموشی کے ساتھ بیعت کر لو ورنہ ابھی سر قلم کر دوں گا اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑ کر منبر پر بٹھا دیا۔ انہوں نے اس بھارِ عظیم کی ذمہ داری پر اور ہشام نے اپنی محرومی قسمت پر انا للہ پڑھا۔اس کے بعد سلیمان کی تجہیز و تکفین ہوئی اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

(سیرۃ ومناقب حضرت عمر بن عبد العزیز لابن الجوزی: ۶۱، ۶۲، تابعین ص: ۳۲۶)

حالات بعد از خلافت

خلافت کا دن

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ بن مروان ۱۰ صفر ۹۹ھ کو حکمران بنے اور سورج اس روز سنبلہ میں ۲۸ درجے تھا اور زحل میزان میں ۲۵ درجے اور ۶۰ منٹ تھا اور مشتری، حوت میں ۲ درجے راجع تھا اور مریخ سرطان میں ۲۳ درجے اور ۳۰ منٹ اور عطارد میزان میں ۲۲ درجے تھا اور راس، جوزا میں ۲۳ درجے اور ۲۶ منٹ تھا۔ آپ کی بیعت مسجدِ وابق میں ہوئی۔

(تاریخ یعقوبی جلد دوم ص ۴۹۰)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت

(رجاء رحمۃ اللہ علیہ) میں نے دروازے پر ایسے شخص کو بٹھا دیا جس پر مجھے اعتبار تھا اور اسے نصیحت کر دی کہ ہٹے نہیں تاوقتیکہ میں اس کے پاس نہ آ جاؤں اور نہ خلیفہ کے پاس کسی کو جانے دے۔

میں نکلا اور کعب بن جابر عبسی کو بلا بھیجا۔ انہوں نے امیر المومنین کے اعزہ کو جمع کیا۔ لوگ مسجد وابق میں جمع ہو گئے میں نے ان سے کہا کہ بیعت کرو۔ انہوں نے کہا کہ ہم

لوگ تو ایک بار بیعت کر چکے ہیں۔ دوبارہ پھر کیسے کریں۔ میں نے کہا امیر المومنین کا حکم ہے کہ اس مہر کیے ہوئے فرمان میں جس امر کا حکم دیا گیا ہے اور جس شخص کو نامزد کیا گیا ہے۔ اس سے بیعت کرو۔ ان لوگوں نے فرداً فرداً دوبارہ بیعت کی۔

سلیمان کی وفات کے بعد جب لوگ بیعت کر چکے تو میں نے خیال کیا کہ اب معاملہ مضبوط ہو گیا ہے۔ میں نے کہا کہ اب اپنے صاحب (امیر المومنین سلیمان) کے پاس جاؤ کیونکہ ان کی وفات ہو چکی ہے لوگوں نے ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن'' کہا میں نے انہیں فرمان پڑھ کر سنایا۔ جب حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرے تک پہنچا تو ہشام نے انکار کیا مگر بعد میں قائل ہو گیا۔

(سیرۃ ومناقب حضرت عمر بن عبد العزیز لابن الجوزی: ۶۱، ۶۲

سیر اعلام النبلاء للذہبی: ۵/ ۴۵۲)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے سلیمان بن عبد الملک کی وفات کے متعلق محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت نقل کی ہے کہ وہ ماہِ صفر کی دس تاریخ ۹۹ھ بروز جمعہ کو فوت ہوئے اور حضرت عمرو بن مہاجر فرماتے ہیں:

''حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بعد از نمازِ مغرب ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔''

(سیر اعلام النبلاء للذہبی: ۵/ ۴۵۳)

خلافت کا پہلا خطبہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ جب خلیفہ بنے تو سب سے پہلے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں سے یہ خطاب کیا:

''اے لوگو! ہمارے کچھ اصل ہیں۔ جو گزر چکے ہیں اور ان کی فروعات باقی ہیں۔ اصل کے بعد فرع کی بقا کچھ نہیں ہے اس

دنیا میں لوگوں کی اموات کے نشانے اور مصائب کے ہدف ہیں
ہر گھونٹ کے ساتھ اچھو اور ہر نوالے کے ساتھ پھندا ہے، وہ
ایک نعمت کے زوال کے بعد دوسری نعمت کو حاصل کرتے ہیں
اور تم میں سے ہر آدمی اپنی عمر کا ایک دن، دوسرے کی اجل کے
انہدام سے حاصل کرتا ہے۔"

(تاریخ المسعودی ص:۲۲۹)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خلافت ایک طرح سے خلافت راشدہ کا احیاء اور اسلامی تہذیب و ثقافت اور قرآنی احکام اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلامی تعلیمات کی اشاعت ثانیہ کا دور کہلاتا ہے۔ اسلامی تاریخ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ پانچویں خلیفہ راشد شمار ہوتے ہیں۔ جیسا کہ امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"خلفاء راشدین پانچ ہیں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق،
حضرت عثمان ذوالنورین، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم اور حضرت عمر بن
عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ۔"

(سیرۃ و مناقب حضرت عمر بن عبدالعزیز لابن الجوزی:۷۳،
صفۃ الصفوۃ لابن الجوزی:۱/۳۶۴)

ان کے دَور میں اموی دور کی بہت سی بدعنوانیاں ختم ہوئیں اور دینداری اور تقویٰ اور شعائر دین کا احترام عام طور پر لوگوں میں پیدا ہوا چنانچہ وہ جب بھی خطبہ دیتے تھے۔ لوگوں کو تقویٰ کی زندگی اختیار کرنے اور خواہشات سے بچنے کی تلقین کرتے تھے۔ ایک روز خطبہ کے دوران انہوں نے کہا:

"اے لوگو! میرا نفس ہمیشہ اعلیٰ کی خواہش رکھتا ہے۔ مجھے خلافت ملی
تو اب مجھے اس سے اعلیٰ کے حصول یعنی جنت حاصل کرنے کی

خواہش اور رغبت پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تم پر رحم کرے تم میرے اس
مقصد کے حصول میں مدد کرو۔"

(البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ۲۶۷/۹)

اور ایک دوسرے خطبے میں فرمایا:

"اے لوگو! قرآن کے بعد کوئی کتاب نہیں اور نہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے بعد کوئی نبی، اور آگاہ رہو میں کوئی قاضی نہیں بلکہ نفاذ کرنے والا
ہوں اور میں مبتدع نہیں بلکہ متبع ہوں اور ظالم امام سے بھاگنے والا
نافرمان نہیں بلکہ ظالم امام نافرمان ہے۔ اچھی طرح سن لو خدا کی
نافرمانی کرتے ہوئے مخلوق کی اطاعت نہیں کرنی چاہیے۔"

(تاریخ المسعودی ص: ۲۲۰،۲۱۲)

باب ۲

خلافت راشدہ کا احیاء

☆ خلافت راشدہ کا احیاء

۱۔ خلافت کا نظامِ اقتصادیات

۲۔ خلافت کا نظامِ عسکریت

۳۔ خلافت کا نظامِ عدالت

۴۔ خلافت کا نظامِ تعلیم

۵۔ خلافت کا نظامِ احیائے دین

۶۔ خلافت کا نظامِ سیاسیات

خلافت راشدہ کا احیاء

امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت نقل کی ہے:

''خلیفہ راشد پانچ ہیں۔ حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہم اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ۔''

(سیرۃ و مناقب حضرت عمر بن عبد العزیز لابن الجوزی: ۷۳، صفۃ الصفوۃ لابن الجوزی: ۱/۳۶۴)

ایک دوسری روایت میں ان سے یہ الفاظ بھی مذکور ہیں کہ وہ فرماتے ہیں:

''ائمۃ العدل پانچ ہیں حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہم اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ۔''

(سیرۃ و مناقب حضرت عمر بن عبد العزیز لابن الجوزی: ۷۳)

عبد اللہ بن دینار نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ کیسی عجیب بات ہے لوگوں کا خیال ہے کہ دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک آل سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں ایک ایسا شخص پیدا نہ ہوگا جو سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سی زندگی گزارے گا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ ایسا شخص بلال بن عبد اللہ بن عمر رحمۃ اللہ علیہ ہو سکتے ہیں اور اس کے بعد عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اس کے چہرہ پر نشان بھی ہوگا۔

حضرت نافع مولیٰ ابن عمر رضی اللہ عنہم سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں جس کو ہم گزشتہ اوراق میں رقم کر چکے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے:

''میری اولاد میں ایک ایسا شخص پیدا ہوگا جس کے چہرے پر نشانِ زخم ہوگا۔''

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''میرے نزدیک سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس قول کا مصداق حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے۔''

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے وھب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں:

''اس (دورِ حاضر میں) امت میں اگر کوئی مہدی ہے تو وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور اسی کی مثل امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے ان الفاظ میں روایت نقل کی ہے اگر اس دور میں مہدی ہوتے تو وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ہوتے لیکن امام مہدی علیہ السلام صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دورِ مبارک ہی میں پیدا ہوں گے۔''

(سیرۃ ومناقب حضرت عمر بن عبدالعزیز لابن الجوزی:۷۲)

امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ عظیم مفسرِ قرآن امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت یوں بیان کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں:

''امامِ ھدیٰ سات ہیں۔ پانچ اس دنیا سے گزر چکے ہیں اور دو باقی ہیں اور خارجہ بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وہ (گزرے ہوئے) پانچ درج ذیل ہیں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہم اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ۔''

(سیرۃ ومناقب حضرت عمر بن عبدالعزیز لابن الجوزی:۷۲)

اور اس پر تو تمام ائمہ کرام کا قطعی طور پر اتفاق ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ ائمہ عدل، خلفاء راشدین اور آئمہ مہدیین میں سے ایک ہیں۔ راقم السطور اپنی اس بات کو امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول سے مضبوط کرنا چاہتا ہے۔ جس کو امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ امام وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> ''میں نے امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری وہ پسندیدہ رائے جس کے ساتھ لوگوں نے سب سے زیادہ میرے ساتھ اتفاق کیا ہے وہ یہ ہے کہ میں کہتا ہوں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا شمار ائمہ ہدیٰ میں ہے۔''

> مزید امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
>
> ائمہ ہدیٰ پانچ ہیں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین، حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہم اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ

> امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ان کی تائید میں فرماتے ہیں:
>
> ''بالکل ایسا ہی ہے (کہ واقعی ہی حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا شمار ائمہ ہدیٰ میں سے ہے)۔''

(سیرۃ ومناقب حضرت عمر بن عبد العزیز لابن الجوزی: ۷۳)

امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے مزید یہ روایت بھی نقل فرمائی ہے کہ ابن عون رحمۃ اللہ علیہ نے امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے انگوروں کی بنی شراب کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا:

> ''امام ہدیٰ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے منع فرمایا ہے۔''

(سیرۃ ومناقب حضرت عمر بن عبد العزیز لابن الجوزی: ۷۴)

اور ایک سے زیادہ لوگوں نے ان کو ان بارہ قریشی اماموں میں شمار کیا ہے۔ ان کی بیوی حضرت فاطمہ رحمہا اللہ کا بیان ہے کہ ایک روز حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے کمرہ میں داخل ہوئیں۔ تو وہ جائے نماز پر بیٹھے تھے اور اپنے رخسار اپنے ہاتھ میں رکھے ہوئے رو رہے تھے۔ میں نے پوچھا امیر المومنین کیا ہوا؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ کیوں رو رہے ہیں؟ تو کہنے لگے:

فاطمہ! مجھے تو اس امت کے امور سپرد کر دیئے گئے ہیں اور میں ان کے بارے میں سوچ سوچ کر پریشان ہوا جاتا ہوں۔ بھوک سے پریشان حال فقیروں۔ بزرگ مریضوں، بے کس تنگدستوں، محتاجوں، بے نوا یتیموں اور نادار بیواؤں کا غم مجھے کھائے جا رہا ہے۔ اسی طرح بوڑھے نادار، کثیر العیال، قلیل المال، مظلوم، مقہور، غریب و اسیر لوگوں کا درد مجھے پریشان کیے ہوئے ہے۔ مجھے معلوم ہے اگر میں ان سب کا تسلی بخش مداوا نہ کر سکا۔ تو کل قیامت میں خدا کو کیا جواب دوں گا۔ یہی تمام امور سوچ سوچ کر اپنی بے بسی پر روتا ہوں۔ اللہ میری مدد کرے کہ میں اس کی مخلوق کی پوری طرح خبر گیری کر سکوں۔"

(البدایہ والنہایہ جلد نہم ص ۲۸۴)

یہی علامات تھیں جو خلفائے راشدین کی آئینہ دار ہیں ایک روز حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ شب کو بیدار ہوئے اور انہوں نے بتایا کہ میں نے عجیب خواب دیکھا ہے۔ فاطمہ رحمہا اللہ نے کہا مجھے بتایئے اسی دوران صبح ہو گئی اور جب حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نماز پڑھا کر گھر میں داخل ہوئے تو میں نے ان سے پوچھا رات کیا خواب دیکھا؟ اس پر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کہنے لگے:

میں ایک سبزہ زار کی طرف چلا جا رہا ہوں اور اس میں مجھے ایک محل نظر آ رہا ہے۔ جو گویا چاندی کا بنا ہوا ہے۔ اس میں سے

ایک منادی باہر آیا اور اس نے کہا محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہاں ہیں۔ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمودار ہو کر محل میں داخل ہو جاتے ہیں وہ آدمی پھر نکلتا ہے اور پھر کہتا ہے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ اس پر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نظر آتے ہیں اور محل میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اتنے میں وہ منادی پھر باہر نکل کر آتا ہے اور کہتا ہے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہاں ہیں اور سیدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نمودار ہوتے ہیں اور محل میں داخل ہوتے ہیں اور منادی پھر نمودار ہو کر آواز لگاتا ہے۔ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ اور سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سامنے نظر آتے ہیں اور پھر وہ بھی محل میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد منادی پھر نکل کر آتا ہے اور آواز دیتا ہے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہاں ہیں اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نمودار ہو کر محل میں داخل ہو جاتے ہیں اور آخر میں وہ منادی ایک بار پھر باہر نکل کر کہتا ہے عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کہاں ہیں۔ تو میں اس آواز پر کھڑا ہو جاتا ہوں اور محل میں داخل ہو جاتا ہوں اور سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی جانب بیٹھ جاتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بائیں جانب تھے اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے دائیں جانب تھے۔ اور ان کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان ایک شخص تھا۔ میں نے پوچھا تو پتہ چلا کہ یہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اس کے بعد منادی دینے والا یہ ندا دیتا ہے۔ اے عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ تم جس پر قائم ہو۔ اس پر مستحکم رہو۔ جو کچھ کر

رہے ہو اس پر ثابت قدم رہو۔ اس کے بعد مجھے وہاں سے آنے کی اجازت مل گئی اور میں چلا آیا۔ تو محل سے باہر میری ملاقات سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ جو کہہ رہے تھے الحمد للہ کہ میرے رب نے میری مدد فرمائی اور اُن کے نقش قدم پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نظر آئے جو کہہ رہے تھے الحمد للہ کہ خدا تعالیٰ نے میری مغفرت فرمائی۔"

(البدایہ والنہایہ جلد نہم ۸۸۔ ص ۲۸۷،

سیرۃ ومناقب حضرت عمر بن عبد العزیز لابن الجوزی: ۲۸۲، ۲۳۸)

چناؤ اور بیعت کے مراحل کے بعد حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ امور خلافت کی طرف متوجہ ہوئے۔ خلافت کے باب میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا نقطہ نظر گزشتہ اموی خلفاء سے بالکل مختلف تھا۔ ان کے پیش نظر خلافت میں ایک عظیم الشان انقلاب برپا کرنا تھا۔ وہ سلطنت کی ظاہری ترقیوں یعنی فتوحات کامل اور عمارتوں میں اضافہ کرنا نہ چاہتے تھے۔ بلکہ "اموی سلطنت" کو خلافت راشدہ کی نہج پر استوار کرنا چاہتے تھے۔ یہ اقدام ایسا اہم اور خطرناک تھا۔ جس میں ہر طرف سے مخالفتوں کے طوفان کا مقابلہ تھا لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے تمام خطرات سے بے پروا ہو کر نہایت جرأت سے انقلابی اقدام شروع کر دیئے۔

(تابعین للذہبی ص: ۳۲۹)

خلیفہ کی حیثیت سے ان کا مقام بالکل منفرد تھا کیونکہ وہ اپنے اموی پیشواؤں اور اپنے جانشینوں سے مختلف تھے۔ ان کی طبع میں خوف خدا اور تقویٰ غالب تھا اور انہیں اس بات کا شدید احساس تھا کہ وہ خدا کے سامنے جواب دہ ہیں۔ وہ ہمیشہ اس بات میں کوشاں رہے کہ حق اور راستی کی حمایت کریں اور اپنے فرائض حکمرانی کو دیانتداری کے ساتھ انجام

دیں۔ انتہائی سادگی اور کفایت شعاری ان کی امتیازی خصوصیات تھیں۔ حالانکہ کہا جاتا ہے کہ خلیفہ بننے سے پہلے ان کی زندگی دیگر اموی شہزادوں کے مقابلے میں کچھ کم عیش پسندانہ نہ تھی۔ اسی بنا پر شعراء جو دنیوی عیش و مسرت کے ترانے گانے کے عادی تھے۔ ان کی نظروں میں چنداں مقبول نہ تھے۔

(اُردو دائرہ معارف اسلامیہ ۱۴/۲ص ۲۳۳)

اقتدار پر آتے ہی انہوں نے مثبت انقلاب کے لیے ہمہ تن مساعی شروع فرما دی۔ اسی بنا پر ان کی خلافت، خلافت راشدہ کی آئینہ دار ہے۔

خلافت کا نظامِ اقتصادیات

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت پر آتے ہی سب سے پہلے خلافت کے نظام معاشیات کو درست بنیادوں پر استوار فرمایا تاکہ ملک میں غربت و ناداری کا خاتمہ ممکن ہو سکے چنانچہ اس سلسلہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اقدامات حسب ذیل تھے:

سرکاری خزانہ میں تمام عامۃ المسلمین کا حق ہے

ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا کہ امیر المومنین نے سب کے سامنے مزاحم کو حکم فرمایا ہے کہ سرکاری خزانے میں سے اتنی رقم فلاں کو دے دی جائے تو مزاحم رحمۃ اللہ علیہ بولے امیر المومنین یہ حق آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کا ہے۔ یہ رقم آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کو دے دی جائے۔تو بہتر ہے۔حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ بولے! مزاحم رحمۃ اللہ علیہ میں نے اپنی اولاد اللہ کے سپرد کر دی ہے۔غرضیکہ جب اس بات کی خبر عبد الملک کو پہنچی تو وہ لپک کر مزاحم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچے اور ان سے بولے مزاحم۔تم خلیفہ کے بدترین وزیر ہو۔پھر اپنے والد کے پاس جا کر کہا کہ یہ مال بیت المال میں واپس کر دیا جائے اور آپ کو برے وزراء سے ڈراتے رہے اور جب تک مال بیت المال میں واپس نہیں گیا۔وہاں سے نہیں ہٹے۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاھل ص:۱۶۰،

سیرۃ و مناقب حضرت عمر بن عبد العزیز لابن الجوزی:۱۲۸،۱۲۹)

سابقہ خلیفہ کی مخصوص اشیاء بیت المال میں

دستور تھا کہ جب کسی خلیفہ کا انتقال ہو جاتا تو اس کے ملبوسات اور عطر وغیرہ میں سے جو چیزیں اس کی استعمال شدہ ہوتیں وہ اُس کے اہل وعیال کا حق سمجھی جاتیں اور غیر مستعمل عطر اور لباس بعد کے خلیفہ کی نذر کر دیا جاتا۔ سلیمان بن عبد الملک کے انتقال کے بعد اس کے اہل وعیال کی ساری رات اس حالت میں گزری کہ وہ تیل اور خوشبو ایک شیشی سے دوسری شیشی میں انڈیلتے رہے اور جو کپڑے استعمال نہیں ہوئے تھے۔ انہیں پہن پہن کر مستعمل کرتے رہے۔ صبح ہوئی تو سلیمان کے اہل خانہ نے وہ تمام چیزیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے کہا یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ہیں اور یہ ہماری ہیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ اور وہ کا کیا مطلب؟ انہوں نے بتایا کہ جو کپڑے اور عطر خلیفہ سابق کے استعمال میں آ چکے ہیں۔ وہ اس کی اولاد کا حق ہیں اور جو غیر مستعمل ہیں۔ وہ بعد کے خلیفہ کا حق ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ یہ ساری چیزیں نہ میری ہیں۔ نہ سلیمان کی اور نہ تمہاری۔ مزاحم رحمۃ اللہ علیہ ان سب کو عامۃ المسلمین کے بیت المال میں پہنچا دو۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ ص ۴۵-۴۶)

غصب کردہ مال وجائداد کی واپسی

اسی سلسلہ میں سب سے مقدم اور سب سے زیادہ نازک کام رعایا کی املاک کی واپسی تھی جس پر اموی خاندان نے قبضہ کر کے اپنی جاگیر بنا لیا تھا۔ اس میں سارے خاندان کی مخالفت کا سامنا تھا لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے یہی کارِ خیر کیا اور سب سے اوّل اپنی ذات اور اپنے خاندان سے شروع کیا۔ جس وقت

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ارادہ کیا اس وقت بعض ہوا خواہوں نے دبی زبان سے عرض کیا کہ اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ جاگیریں واپس کریں گے۔ تو اپنی اولاد کے لیے کیا انتظام کریں گے۔
فرمایا:

''ان کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔''

اس عزم راسخ کے بعد خاندان والوں کو جمع کر کے فرمایا:

''بنی مروان تم کو شرف اور دولت کا بڑا حصہ ملا۔ میرا خیال ہے کہ امت مسلمہ کا نصف یا دو تہائی مال تمہارے قبضہ میں ہے۔''

یہ لوگ یہ اشارہ سمجھ گئے اور جواب میں کہا:

''خدا کی قسم اگر اس حق میں تم میری مدد نہ کرو گے۔ تو میں تم لوگوں کو ذلیل اور رُسوا کر ڈالوں گا۔ میرے پاس سے چلے جاؤ۔

اس کے بعد عام مسلمانوں کو مسجد میں جمع کر کے خطاب فرمایا۔

''ان لوگوں (بنی امیہ) نے ہم کو عطایا اور جاگیریں دیں۔ خدا کی قسم! نہ انہیں ان کو دینے کا حق تھا اور نہ ہمیں ان کے لینے کا، اب میں ان سب کو ان کے اصلی حق داروں کو واپس کرتا ہوں اور اپنی ذات اور اپنے خاندان سے شروع کرتا ہوں۔''

یہ کہہ کر اسناد شاہی کا خریطہ منگایا مزاحم رحمۃ اللہ علیہ سب کو پڑھ پڑھ کر سناتے جاتے تھے اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ان کو لے لے کر قینچی سے کاٹتے جاتے تھے۔ صبح سے لے کر ظہر تک یہ سلسلہ چلتا رہتا۔

(سیرۃ ومناقب حضرت عمر بن عبدالعزیز لابن الجوزی: ۱۲۸، ۱۲۹)

یوں اپنی اور اپنے پورے خاندان کی جاگیریں واپس کر دیں اور اپنے پاس ایک نگینہ تک باقی نہ رہنے دیا۔ ان کی بیوی فاطمہ رحمہا اللہ کو ان کے باپ عبدالملک نے ایک قیمتی

پتھر دیا تھا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بیوی سے کہا یا اس کو بیت المال میں داخل کر دو یا مجھے چھوڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اطاعت شعار بیوی نے وہ جوہر بیت المال میں جمع کرا دیا۔

(سیرۃ ومناقب حضرت عمر بن عبد العزیز لابن الجوزی: ۱۲۷، ۱۲۸، تابعین ص ۳۳۰)

عراق کی غصب شدہ املاک کی واپسی

عبد الرحمٰن بن ابی الزناد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں عراق میں اہل حقوق کے حقوق واپس کرنے کو کہا۔ ہم نے واپس کر دیے۔ عراق کے بیت المال میں جو کچھ تھا سب ختم ہو گیا۔ یہاں تک کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے شام سے ہمارے پاس مال بھجوایا۔

ابو الزناد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اہل حقوق کو حقوق بغیر قطعی شہادت کے واپس کر دیتے اس میں کم از کم پر کفایت کرتے۔ جب وہ کسی کے حق کی کوئی صورت معلوم کر لیتے تو اس کو واپس کر دیتے۔ شہادت پیش کرنے کی تکلیف نہ دیتے تھے۔ اس لیے کہ وہ اس کو حکام کا ظلم سمجھتے تھے۔

عبد الرحمٰن بن زید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے عمال کو کوئی فرمان ایسا نہ ہوتا کہ جس میں یہ تین چیزیں نہ ہوں۔ اس میں کسی کے حق کی واپسی، سنت کے احیاء بدعت کے خاتمے یا مسلمانوں کے درمیان مال کی تقسیم کا بیان ہوتا۔

(سیرۃ ومناقب حضرت عمر بن عبد العزیز لابن الجوزی: ۱۰۰)

ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں یا پھر نیکی کا حکم ہوتا یہاں تک کہ وہ دنیا سے چلے گئے۔

ابو بکر بن محمد حضرت عمر بن حزم رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے لکھا کہ دفاتر کو حقوق کے بارے سے پاک کرو۔ ہر اس ظلم کو دیکھو جو مجھ سے پہلے کسی مسلم یا معاہد کے حق میں ہوا اور اس کو اسے واپس کر دو۔ اگر ان کے مالک مر چکے ہوں تو وہ ان کے وارثوں کو واپس کر دو۔

(طبقات ابن سعد ۳۲۱/۵)

اسی طرح طلحہ رحمۃ اللہ علیہ کی جو جائیداد مکے میں تھی اور جسے خلیفہ عبد الملک نے ضبط کر لیا تھا۔ اسے انہوں نے طلحہ کی اولاد کو واپس دلا دیا۔ علاوہ ازیں انہوں نے اس اضافے کو بھی منسوخ کر دیا جو یمن کے ایک سابقہ حاکم حجاج بن یوسف کے بھائی محمد بن یوسف نے عشر میں کر دیا تھا۔ غرض کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عام طور پر یہی کوشش رہی کہ جو لوگ پہلے کسی نہ کسی طرح حکام کے استحصال بالجبر کا شکار بنتے رہے تھے۔ ان کے نقصان کی تلافی کر دی جائے۔

(اُردو دائرہ معارف اسلامیہ (۲/۱۴) ص ۲۳۴)

باغِ فدک کا معاملہ

باغ فدک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مخصوص حصہ تھا جو مسافروں کے لیے وقف تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی نے درخواست کی کہ آپ فدک انہیں ہبہ کر دیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکار فرمایا کسی لالچ کرنے والے نے اس کا لالچ نہیں کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی اور فدک کا معاملہ اسی طریقے پر رہا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے انہوں نے اس کو اسی طریقے پر چلایا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی اور سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے انہوں نے بھی اس

کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے پر چلایا ان کے بعد سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور فدک کا معاملہ اسی طرح رہا بعد ازاں لٹ ۴۰ھ میں عہد سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں مروان نے قبضہ کیا۔ پھر انہوں نے اس کا نصف عبدالملک کو اور نصف عبدالعزیز بن مروان کو دیا۔ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے وہ نصف جو ان کے قبضہ میں تھا، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو ہبہ کر دیا۔ عبدالملک کی وفات ہوگئی۔ تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ولید سے ان کا حق اور سلیمان سے ان کا حق مانگا دونوں نے اپنا اپنا حق ہبہ کر دیا۔ اس طرح فدک بنی عبدالملک سے نکل کر تنہا حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا ہو گیا۔

باغِ فدک کے بارے میں استفسار

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اس حالت میں والی خلافت ہوئے کہ ان کے اور ان کے اہل و عیال کا خرچ فدک سے چلتا تھا۔ آمدنی کم و بیش دس ہزار دینار سالانہ تھی۔ جب وہ والی خلافت ہوئے اور باغِ فدک کے متعلق دریافت کیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیدنا ابوبکر و سیّدنا عمر فاروق و سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم کے عہد میں جو معمول تھا اور بعد کو سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کی جو کیفیت تھی اس سے انہیں آگاہ کیا گیا حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم رحمۃ اللہ علیہ کو ایک فرمان جاری کیا جس کا مضمون یہ تھا۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اللہ کے بندے امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز کی جانب سے ابوبکر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کو السلام علیکم۔ میں تم سے اسی اللہ کی حمد کرتا ہوں۔ جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اما بعد میں نے فدک کے معاملے میں غور کیا اور اس کے حال سے بحث کی۔ معلوم ہوا کہ وہ میرے لیے مناسب نہیں، میں نے یہی بہتر

سمجھا کہ اسے اسی حال پر واپس کر دوں جس پر وہ رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابو بکر و سیدنا عمر فاروق و سیدنا عثمان بن عثمان رضی اللہ عنہم کے عہد میں تھا اور ان حضرات کے بعد جو کچھ ہوا اسے ترک کر دوں۔ لہٰذا جیسے ہی تمہیں فرمان پہنچے اس پر قبضہ کر کے کسی ایسے شخص کو اس پر مقرر کر و جو اس میں حق کو قائم کرے (والسلام علیک)۔"

(سیرۃ و مناقب حضرت عمر بن عبد العزیز لابن الجوزی: ۱۳۱،
طبقات ابن سعد ۵ ص ۳۶۶)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا خطاب

جب حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے خطبہ دیا اور اس میں فرمایا:

"فدک ان زمینوں میں سے تھا۔ جو اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو عطا فرمائی تھیں کیونکہ مسلمانوں نے اس پر اپنے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے تھے جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ سے اس کا مطالبہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ نہ تمہیں یہ حق پہنچتا ہے کہ مجھ سے مانگو اور نہ مجھے یہ حق پہنچتا ہے کہ تمہیں دوں" یہاں کی آمدنی آپ ﷺ مسافروں پر خرچ فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کے بعد سیدنا ابو بکر و سیدنا عمر فاروق و سیدنا عثمان بن عفان، سیدنا علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اپنے اپنے زمانوں میں یہی عمل رہا۔"

(فتوح البلدان ص ۵۹)

باغِ فدک کی واپسی

سب سے اہم معاملہ باغ فدک کا تھا۔ جو طویل عرصہ سے اوّلین خلفائے ثلاثہ اور اہل بیت کے درمیان متنازعہ فیہ چلا آ رہا تھا اور اب حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے قبضہ میں تھا اور اسی پر ان کی اور ان کے اہالیان کی معاش کا دارومدار تھا۔ اس کے بارے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفاء راشدینؓ کے طرز عمل کی تحقیق کر کے آلِ مروان سے کہا کہ فدک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاصہ تھا۔ جس کی آمدنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اور بنی ہاشم کی ضروریات میں صرف فرماتے تھے۔ خود سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کو مانگا تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دینے سے انکار فرمایا۔ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے تک اسی پر عمل ہوتا رہا۔ آخر میں مروان نے اس کو جاگیر میں لے لیا اور وہ وراثتاً میرے قبضہ میں آیا لیکن جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نہیں دی اس پر میرا کوئی حق نہیں ہے۔ اس لیے میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ فدک کی جو صورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ اقدس اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ازمنہ طیبہ میں تھی میں اس کو اسی حالت پر لوٹاتا ہوں اس کا مالک وہی بنے گا جس کا یہ حق بنتا ہے۔

(سیرۃ ومناقب حضرت عمر بن عبد العزیز لابن الجوزی: ۱۳۱،

تابعین للذہبی ص: ۳۳۰، اردو دائرۃ المعارف اسلامیہ (۲/۱۴) ص ۲۴۴)

قرض کی ادائیگی

مدیونین زید بن عبدربہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ان کی خلافت کے زمانے میں آئے اور خناصرہ میں ان سے ملے دونوں نے اپنے قرض کا ذکر کیا تو انہوں نے ہر ایک کی جانب سے ایک صد دینار ادا کیے۔ پروانہ جاری ہوگیا کہ ان کو بنی

کلب کی زکوٰۃ میں سے جو بیت المال میں بچی ہوئی رکھی ہے۔ دیا جائے۔

محمد بن عمر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ بچی ہوئی زکوٰۃ وہ تھی کہ بنی کلب میں کوئی ایسا شخص نہیں پایا گیا جس کی جانب سے قرض ادا کیا جاتا۔ اس کا زاید حصہ بطور عزل (بقیہ) کے بیت المال میں داخل کر دیا گیا کہ اس سے مدیونین کی جانب سے قرض ادا کیا جائے۔ اس (بچی ہوئی زکوٰۃ) کا مطلب یہی ہے۔

قاسم بن مخیمرہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے اور ان سے اپنا قرض ادا کرنے کی درخواست کی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ تمہارا قرض کتنا ہے۔ انہوں نے کہا نوے دینار۔ انہوں نے کہا کہ مدیونین کے حصے میں سے ہم نے اسے تمہاری جانب سے ادا کیا۔

عرض کی۔ امیر المومنین مجھے تجارت سے بے نیاز کر دیجئے پوچھا کس طرح؟ عرض کی۔ وظیفے سے انہوں نے کہا:

"ہم نے تمہارے لیے ساٹھ درہم وظیفہ کیا اور خادم و مکان کا بھی حکم دے دیا۔"

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ابو عفیر محمد بن سہل بن ابی حثمہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے بنی کلاب کی زکوٰۃ سے دو سو پچاس دینار ادا کیے اور اس کے بارے لکھ دیا۔

(طبقات ابن سعد: ۳۲۸/۵، ۳۲۷)

قرض داروں سے کیا مراد ہے؟

چنانچہ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں لکھا کہ قرض داروں کے قرض ادا کر دیئے جائیں تو انہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کے پاس گھر نوکر گھوڑا اور گھریلو سامان سب کچھ ہے اور اس پر قرض بھی ہے کیا اس کا بھی قرض اتار دیا جائے؟ حضرت عمر بن

عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ جواب میں لکھتے ہیں مسلمان کے لیے ایک گھر کا ہونا ضروری ہے تا کہ وہ سر چھپا سکے اور خادم کا ہونا بھی ضروری ہے جو کاموں میں اس کا ہاتھ بٹا سکے اور گھوڑے کا ہونا بھی ضروری ہے جو سواری کا کام دے سکے اور گھریلو سامان کا ہونا بھی ضروری ہے۔ ان چیزوں کے باوجود اس کا شمار قرض داروں ہی میں ہے اس لیے اس کا قرض اتارا جائے۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاحل ص:۲۰۱)

اہل خاندان کی برہمی

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف علاقے اور جاگیریں چھین کر بنی امیہ کو تہی دست کر دیا بلکہ ان کے سارے امتیازات مٹا کر ان کی نخوت اور غرور کو خاک میں ملا دیا۔ اس لیے خاندان میں ان کے خلاف سخت برہمی پھیل گئی اور انہوں نے ان کو ہر طریقہ سے اس عادلانہ معاشی طریقہ کار سے ہٹانے کی مساعی کی۔ حضرت عمرو بن ولید نے نہایت غضب آلود خط لکھا۔

> ”تم نے گزشتہ خلفاء پر عیب لگایا ہے ان کی اور ان کی اولاد کی دشمنی میں ان کے خلاف روش اختیار کی تم نے قریش کی دولت اور ان کی میراث ظلم وجور سے بیت المال میں داخل کر کے قطع رحم کیا (اور بیت المال کو خالی کر رہے ہو) حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ تم خدا سے ڈرو اور اس کا خیال کرو کہ تم نے زیادتی کی ہے۔ تم ابھی منبر پر اچھی طرح بیٹھے بھی نہ تھے کہ اپنے خاندان والوں کو جور وظلم کا نشانہ بنا لیا۔ اس ذات کی قسم جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت سی خصوصیات کے ساتھ مختص فرمایا تم اپنی اس حکومت میں جس کو تم اپنے لئے آزمائش اور مصیبت کہتے ہو خدا سے بہت دور ہو گئے۔

اس لیے اپنی بعض خواہشات کو روکو اور اس کا یقین رکھو کہ تم ایک
الجبار ذات کی نگاہ کے سامنے اور اس کے قبضہ میں ہو اور اس حالت
میں چھوڑے نہیں جا سکے۔''

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کا نہایت سخت جواب دیا۔

(تابعین ص ۳۳۲/ سیرۃ ومناقب حضرت عمر بن عبد العزیز لابن الجوزی: ۱۴۳)

آلِ مروان نے ہشام کو اپنا وکیل بنا کر ان کے پاس بھیجا۔ اس نے ان کی جانب سے کہا کہ آل مروان کہتے ہیں کہ اپنے امور میں جن کا تعلق آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔ اپنی رائے سے جو چاہے کیجئے لیکن گزشتہ خلفا جو کچھ کر گئے ہیں۔ اس کو اسی حالت پر رہنے دیجئے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں پوچھا اگر ایک ہی معاملہ کے متعلق تمہارے پاس دو دستاویزات ہوں۔ ایک سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اور دوسری عبد الملک کی۔ تو تم کسے قبول کرو گے ہشام نے کہا جو قدیم ہو گی حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ تو نے کتاب اللہ کو قدیم دستاویز پایا۔ اس لیے میں ہر اس چیز میں جو میرے اختیار میں ہے خواہ وہ میرے زمانہ کی ہو یا گزشتہ زمانہ سے متعلق ہو اسی کے مطابق عمل کروں گا۔ یہ سن کر سعید بن خالد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا امیر المومنین جو چیز آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولایت میں ہے۔ اس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ حق و انصاف کے ساتھ اپنی رائے سے فیصلہ کیجئے لیکن گزشتہ خلفاء اور ان کی بھلائیوں اور برائیوں کو ان کے حال پر رہنے دیجئے۔ اس قدر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے کافی ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کہا میں خدا کی قسم دے کر تم سے پوچھتا ہوں کہ اگر ایک شخص چھوٹے بڑے لڑکوں کو چھوڑ کر جائے اس کے بعد بڑے لڑکے اپنی قوت سے ان کے مال پر قبضہ کر کے کھا جائیں اور وہ تمہارے پاس مدد کے لیے آئیں تو تم کیا کرو گے۔ سعید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ان کے حقوق واپس دلاؤں گا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یہی تو میں بھی کر رہا ہوں۔ مجھ سے پہلے خلفاء نے

ان لوگوں کو اپنی قوت سے دبایا۔ ان کے ماتحتوں نے بھی ان کی تقلید کی۔ اب جب میں خلیفہ ہوا ہوں یہ کمزور لوگ میرے پاس آئے۔ اس لیے میرے لیے اس کے سوا چارۂ کار ہی کیا ہے کہ طاقتوروں سے کمزور کا اور اعلیٰ سے ادنیٰ کا حق دلاؤں ایک مرتبہ تمام آل مروان آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دروازہ پر جمع ہوئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے عبدالملک سے کہا کہ یا ہم لوگوں کو اندر جانے کی اجازت دلوا دو یا اپنے باپ کو جا کر یہ پیغام دو کہ ان سے پہلے جو خلفاء تھے۔ وہ ہم کو لیتے دیتے تھے۔ ہمارے مراتب کا لحاظ رکھتے تھے اور تمہارے باپ نے ہم کو بالکل محروم کر دیا۔ عبدالملک نے جا کر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو یہ پیغام سنایا۔ انہوں نے کہا:

"جا کر ان لوگوں سے کہہ دو کہ اگر میں خدا کی نافرمانی کروں تو عذاب قیامت سے ڈرتا ہوں۔"

(سیرۃ ومناقب حضرت عمر بن عبدالعزیز لابن الجوزی: ۱۳۴، ۱۳۵، تابعین ص ۲۳۲)

خود آپ رحمۃ اللہ علیہ کے گھر والوں کو آپ رحمۃ اللہ علیہ سے شکایت ہوگئی۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ان تمام رشتے داروں کے وظیفے بند کر دیئے جو ان سے قبل اُموی دَور کے خلفاء سے لے رہے تھے تو عنبسہ بن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے شکایت کی کہ امیر المومنین آپ پر ہم لوگوں کا حق قرابت ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا۔ میرے ذاتی مال میں تمہارے لیے گنجائش نہیں ہے اور اس مال (بیت المال) میں تمہارا اس سے زیادہ حق نہیں ہے۔ جتنا برک غماد کے آخری حدود کے رہنے والے کا۔ بخدا اگر ساری دنیا تم لوگوں کی رائے کی ہو جائے تو ان پر خدا کا عذاب نازل ہو۔

(سیرۃ ومناقب حضرت عمر بن عبدالعزیز لابن الجوزی: ۱۳۶)

حلال کمائی کا رزق

ابن علاقہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے چند مصاحب تھے۔ جو ان کے پاس حاضر رہتے اور مشورے دیتے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ ان کی سنتے تھے۔ ایک روز وہ لوگ حاضر ہوئے۔ مگر خلیفہ نے صبح کو باہر آنے میں دیر کر دی۔

ان لوگوں نے آپس میں کہا معلوم ہوتا ہے۔ آج امیر المومنین کچھ خفا ہیں۔ یہ بات مزاحم رحمۃ اللہ علیہ نے سنی تو اندر گئے کسی سے کہہ کے انہیں بیدار کرایا اور مصاحبین کی گفتگو سے آگاہ کیا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ان لوگوں کی بازیابی کی اجازت دی۔ جب وہ لوگ ان کے پاس آئے تو انہوں نے کہا کہ میں نے آج شب کو چنا اور مسور کھا لیا۔ اس نے میرے نفخ کیا۔

بعض مصاحبین نے کہا:

یا امیر المومنین اللہ اپنی کتاب میں فرماتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

كُلُوا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ.

ترجمہ: ”جو پاکیزہ رزق تمہیں ہم نے دیا ہے اس میں سے کھاؤ۔“

(سورہ طٰہٰ: ۲۰، آیت: ۸۱)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

”افسوس ہے۔ تم اس آیت کو اس کے راستے کے خلاف لے گئے۔ اس کی مراد تو صرف طیب الکسب (پاک کمائی ہے) نہ کہ طیب الطعام (پاکیزہ و عمدہ کھانا)۔“

(طبقات ابن سعد: ۵/ ۲۴۴)

بیت المال کی آمدنی کی اصلاح

اموی دور میں بیت المال کے مداخل اور مخارج دونوں میں بڑی بدعنوانیاں تھیں۔ جائز اور ناجائز آمدنی میں کوئی تفریق نہ تھی۔ ہر طرح کی ناجائز آمدنیوں سے خزانہ بھرا جاتا تھا۔ پھر اسی بدعنوانی سے اسے خرچ کیا جاتا تھا۔ بیت المال جو ایک قومی امانت ہے۔ ذاتی خزانہ بن گیا تھا اور اس کا بڑا حصہ خلفاء کے ذاتی مصارف میں صرف ہوتا تھا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں بدعنوانیوں کا تدارک کیا۔

شاہی خاندان کے تمام مخصوص وظیفے بند کر دیے خلافت کے پُر شکوہ و تجمل کے مصارف بالکل اڑا دیے ان کی تخت نشینی کے بعد جب شاہی اصطبل کے داروغے نے سواریوں کے اخراجات طلب کیے۔ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حکم دیا کہ انہیں بیچ کر ان کی قیمت بیت المال میں داخل کر دی جائے میرا خچر میرے لیے کافی ہے بیت المال کی آمدنی بڑھانے کے لیے حجاج بن یوسف نومسلموں سے بھی جزیہ لیتا تھا۔ آپ نے حکم جاری کر دیا کہ جو لوگ مسلمان ہو جائیں ان کا جزیہ ساقط کر دیا جائے۔ اس حکم پر اتنے آدمی مسلمان ہوئے کہ جزیہ کی آمدنی گھٹ گئی۔ حیان بن شریح رحمۃ اللہ علیہ نے شکایت لکھ بھیجی کہ اس کثرت کے ساتھ لوگ مسلمان ہوئے ہیں کہ مجھے قرض لے کر مسلمانوں کے وظیفے دینے پڑے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو نہایت سخت خط لکھا۔ جس کی تحریر درج ذیل تھی:

> ''جزیہ بہر حال موقوف کرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہادی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ محصل اخراج بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔''

(مقریزی: ۱۲۵/۲، تابعین للذہبی ص: ۳۳۶)

اس بارہ میں اتنی سختی برتی کہ فرمان عام جاری کر دیا کہ اگر جزیہ ترازو میں رکھا جا چکا ہو اور اس حالت میں بھی ذمی اسلام قبول کر لے یا آغازِ سال سے ایک دن پہلے (جبکہ

پورے سال کا جزیہ عائد ہو جاتا ہے) اسلام لے آئے تو بھی جزیہ نہ لیا جائے۔

بیت المال کے مصارف

بیت المال کو پھر عامۃ المسلمین کی مشترکہ امانت بنا دیا۔ اس کا کل سرمایہ اس کی ضرورت کے لیے وقف کر دیا۔ اس کی آمدنی کا بڑا حصہ خالص رعایا کے مفاد کے کاموں میں صرف کیا جاتا تھا۔ ملک میں جتنے اپاہج تھے۔ سب کے اسماء رجسٹر پر درج تھے۔ ان سب کو وظیفہ ملتا تھا۔

(الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ لابن حجر: ۸۰/۵)

جو عمال اس میں ذرا بھی غفلت یا ترمیم کرتے تھے۔ ان کو تنبیہ کی جاتی تھی۔ دمشق کے بیت المال سے ایک اپاہج کے وظیفہ کے تقرر کے سلسلہ میں میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ان لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک تو کیا جا سکتا ہے لیکن ان کو صحیح و تندرست آدمی کے برابر وظیفہ نہیں دیا جا سکتا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی اطلاع ہوئی۔ تو نہایت غضب ناک خط لکھا۔

اکثر لوگوں کو نقد کے بجائے اجناس ملتی تھیں۔ چنانچہ بعض جماعتوں کو فی کس ساڑھے چار ارب کے حساب سے غلہ ملتا تھا۔ قرضداروں کے قرض کی ادائیگی کے لیے بھی ایک مد تھی۔ شیر خوار بچوں کے وظائف تھے۔ ایک عام لنگر خانہ تھا۔ جس سے فقراء مساکین کو کھانا ملتا تھا۔ عام مستحقین کو صدقات و خیرات تقسیم ہوتے تھے۔ ایک بار حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو تقسیم مال کے لیے رقعہ بھیجا۔ اس نے عذر کیا کہ آپ مجھے ایسی جگہ بھیج رہے ہیں جہاں میں کسی کو نہیں پہچانتا۔

ان میں امیر و غریب سب ہیں۔ فرمایا جو شخص تمہارے سامنے ہاتھ پھیلائے اسے دو اس کے علاوہ اور سینکڑوں قسم کے مفید مصارف تھے۔ اس فیاضانہ تقسیم کا بیت المال

پر بہت زیادہ بھار پڑتا تھا۔ بعض عمال نے ان کی طرف توجہ دلائی تو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ جب تک ہے۔ دیتے چلے جاؤ۔ جب خالی ہو جائے تو کوڑا کرکٹ بھر دو۔

(شرح الموطا للزرقانی: ۲۲۷/۴ تابعین ص ۳۳۹)

بیت المال میں تمام عامۃ المسلمین کا حق ہے اور بیت المال ہی ان میں مساویانہ تقسیم کا ذریعہ ہے۔ ہر شخص اس سے اپنے حق کے مطابق لے سکتا ہے۔ مستحق اصحاب بیت المال میں سے اپنا پورا پورا حق لیں۔ ان کے حقوق میں ان کے درمیان کوئی حائل نہیں ہو سکتا اور مہمان خانہ کا خرچ بھی بیت المال ہی کے ذمہ ہے۔ جسے امام قائم کرے اور بیت المال ہی سے قرض داروں اور مسافروں کی ضرورتیں پوری کی جائیں۔

امام کمال الدین دمیری رحمۃ اللہ علیہ یوں رقمطراز ہیں:

"خلفاء میں سب سے پہلے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ ہی نے سرکاری مہمان خانہ قائم کیا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تھا کہ انہوں نے مصر میں ایک سرکاری مہمان خانہ بنوایا تھا۔ جب وہ مصر کے حاکم تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی نے سب سے پہلے بیت المال میں مسافروں کا حصہ مقرر فرمایا۔"

(حیاۃ الحیوان للکمال الدین الدمیری ۶۸/۱)

بیت المال کی محافظت کا انتظام

اس کی حفاظت کا نہایت سخت انتظام کیا، ایک مرتبہ یمن کے بیت المال سے ایک دینار گم ہو گیا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں کے افسر خزانہ کو لکھا کہ میں تمہاری امانت کو متہم نہیں کرتا لیکن تمہاری لاپرواہی کو جرم قرار دیتا ہوں اور عامۃ المسلمین کی

طرف سے ان کے مال کا مدعی ہوں۔ تم پر فرض ہے کہ تم شرعی قسم کھاؤ۔

یزید بن مہلب بن ابی صفرہ رحمۃ اللہ علیہ والی خراسان کو خیانت کے جرم میں معزول کر کے قید کر دیا۔

(تاریخ یعقوبی: ۳/ ۳۱۲، تابعین ص: ۳۲۷)

ابوبکر بن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے سلیمان کے آخری عہد میں کاغذ، قلم، دوات اور روشنی کے دفتری اخراجات کے اضافہ کے لیے لکھا تھا۔ ابھی اس کا کوئی انتظام نہ ہوا تھا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ہو گئے۔ انہوں نے ابوبکر بن حزم رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا وہ دن یاد کرو جب تم اندھیری رات میں بغیر روشنی کے کیچڑ میں اپنے گھر سے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جاتے تھے اور آج بخدا تمہاری حالت اس سے کہیں بہتر ہے۔ قلم باریک کر لو اور سطریں قریب قریب لکھا کرو۔ اپنی ضروریات میں کفایت شعاری سے کام لو میں عامۃ المسلمین کے خزانہ سے ایسی رقم صرف کرنا ناپسند کرتا ہوں۔ جس سے ان کو کوئی فائدہ نہ پہنچے۔ دوسرے عمال کو یہی ہدایت لکھی کہ کوئی عامل بڑے کاغذ پر جلی قلم سے نہ لکھے۔ خود آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فرامین ایک بالشت سے زیادہ نہ ہوتے تھے۔

بیت المال کی آمدنیوں اور مصارف کی علیحدہ علیحدہ مقداریں قائم کیں۔ صدقہ کی علیحدہ، خمس کی علیحدہ اور مال غنیمت کی الگ۔ گزشتہ خلفاء خمس کے مقررہ مصارف کی پابندی نہیں کرتے تھے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے خمس کو اس کے صحیح مصارف میں لگایا۔

(طبقات ابن سعد)

رباح بن عبیدہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ خزانوں سے مشک نکالتا تو جب وہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے رکھی جاتی تو وہ اس کی خوشبو ہونے کے اندیشے سے اپنی ناک بند کر لیتے تھے۔ مصاحبین میں سے ایک شخص نے کہا یا امیر المومنین اگر آپ

اس کی خوشبو محسوس کریں تو کوئی نقصان نہیں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا سوائے اس کی خوشبو کے کیا اور بھی کچھ اس سے حاصل کیا جاتا ہے۔

(سیرۃ ومناقب حضرت عمر بن عبد العزیز لابن الجوزی: ۱۹۲،

طبقات ابن سعد: ۳۴۵/۵)

ا۔ شاہی سواریوں کی واپسی

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس شاہی سواریاں اور ترکی گھوڑیاں اور گھوڑے اور خچر اس طرح لائے گئے کہ ہر جانور کے لیے ایک سائیس بھی تھا۔ پوچھا یہ کیا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ شاہی سواریاں ہیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میرا (شہبا) جانور میرے لیے زیادہ مناسب ہے۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے خچر پر سوار ہوئے اور یہ سب جانور واپس کر دیئے۔

(طبقات ابن سعد: ۳۱۶/۵)

۲۔ بیت المال کی اشیاء سے اجتناب

خالد حذا رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سرکاری بچھونے یا شمعیں جو رفاہ عامہ کے لیے ہوتیں ذاتی اغراض یا اپنے اعزہ کے لیے استعمال نہ کرتے، خاص کھانے سے بھی پرہیز کرتے۔

کہا گیا کہ اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ کھانے سے اپنا ہاتھ روکیں گے تو اور لوگ بھی ہاتھ روک لیں گے۔ انہوں نے حکم دیا کہ تین یا چار درہم بیت المال میں شامل کر دیئے جائیں۔ پھر شریک طعام ہو گئے۔

(طبقات ابن سعد: ۳۴۶/۵)

(مہاجر بن یزید رحمۃ اللہ علیہ) میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھتا تھا کہ اپنے اعزہ کو یا اپنی ذاتی ضرورت کے بارے میں کچھ لکھتے تو بیت المال کی شمع اٹھا لینے کا حکم دیتے اور دوسری شمع منگاتے (جو ان کی ذاتی تھی) میں انہیں دیکھتا تھا کہ اپنے کپڑے خود دھویا کرتے اور کپڑے خشک ہونے تک ہمارے پاس نہ آتے کیونکہ ان کے پاس سوائے اس کے اور کپڑے نہ تھے۔

انہوں نے ہمارے ساتھ کوئی نئی بات نہیں کی۔ میں نے ان کی ایک دہلیز دیکھی جو ٹوٹ گئی تھی اس کی مرمت کے بارے میں کہا گیا تو کہا کہ اے مزاحم رحمۃ اللہ علیہ کیا مناسب نہیں کہ ہم اس کو چھوڑ دیں اور دنیا سے چلے جائیں اور کوئی نیا کام نہ کریں۔

انہوں نے ہر سرزمین میں طلاء کو (جو انگور کے عرق کو دو حصے جلا کر اور ایک حصہ باقی رکھ کر بنایا جاتا تھا) حرام کر دیا تھا۔

زکوٰۃ کی تقسیم

مہاجر بن یزید سے مروی ہے کہ ہمیں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بھیجا ہم نے لوگوں میں زکوٰۃ تقسیم کی۔ میں نے لوگوں کو اس حالت میں دیکھا کہ دوسرے سال ان سے زکوٰۃ وصول کی گئی جن کو زکوٰۃ دی گئی تھی۔

جعفر بن برقان رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا: میں نے خیال کیا تھا کہ اگر پلوں اور گزرگاہوں پر عامل مقرر کر دیئے جائیں گے تو وہ قاعدے کے مطابق زکوٰۃ لیں گے مگر بد عاملوں نے حکم کی خلاف ورزی کر کے ظلم کیا۔ میری رائے ہے کہ ہر شہر میں ایک شخص مقرر کر دوں جو ہر صاحبِ زکوٰۃ سے زکوٰۃ لے مگر پلوں اور گزرگاہوں پر لوگوں سے زکوٰۃ نہ لی جائے۔

یزید بن الاصم رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ میں سلیمان بن عبد الملک کے پاس بیٹھا

تھا۔ایک شخص آیا۔جس کا نام ایوب تھا۔نج کے پل پر اس مال کو لادتا جو بطور زکوٰۃ کے لیا جاتا تھا۔حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ شخص مفسد ہے۔جو برا لادتا ہے۔تخت نشین ہوئے تو انہوں نے پلوں اور گزرگاہوں پر زکوٰۃ دینے سے لوگوں کو آزاد کر دیا۔زکوٰۃ کے مد میں وہ تبدیلی بھی عہد حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ میں دیکھنے میں آئی کہ جو زکوٰۃ لیتے تھے۔معاشی استحکام سے اب زکوٰۃ دینے لگے اور انکی اس حکمتِ عملی سے معاشرہ خوشحال ہو چکا تھا۔

(طبقات ابن سعد: ۳۵۵/۵)

جیب سے عطیہ دینا

عبد الحکیم بن محمد مخزومی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے جریر بن خطفی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آ کر کچھ بات کرنا چاہی۔مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے منع کر دیا۔اس نے کہا میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ ذکر آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کرنا چاہتا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اچھا تو پھر کہو اس نے یہ شعر پڑھے۔"وہ ذات جس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنا کر بھیجا اسی نے اب خلیفہ عادل بنا کر بھیجا مظلوم کی مدد، ظالم کا مخالف عدل اور انصاف قائم کرنے والا بنا کر بھیجا۔

بیشک مجھے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے جلد خیر کی اُمید ہے۔اس لیے کہ انسان کا نفس فریفتہ ہے اور محبت عاجل ہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ اشعار سن کر اس سے فرمایا کہ تمہارا حق قرآن میں مذکور نہیں ہے۔اس لیے میں بیت المال سے تمہیں کچھ نہیں دے سکتا جریر نے عرض کیا اے امیر المومنین قرآن میں میرا حق مرقوم ہے۔میں مسافر ہوں اور مسافر کا حق قرآن میں ہے۔چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے پچاس دینار اپنی جیب سے دے دیے۔

(تاریخ الخلفاء للسیوطی: ۳۳۰)

نظم خراج

ان کے اہم ترین انتظامات میں سے ایک نظام مال گذاری کی اصلاح تھی۔ سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا وسیع اور جامع نظام اپنے زمانے کی صورت حال کے لیے نہایت موزوں ثابت ہوا تھا لیکن وہ اب حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے عہد کے تقاضوں کو پورا نہیں کرسکتا تھا۔ غیر عرب باجگزار لوگ مسلسل مسلمان ہوتے جارہے تھے اس طرح انہیں خراج کی ادائیگی سے مستثنیٰ کردیا جاتا تھا۔

(دائرۃ المعارف)

جس سے بیت المال کو شدید نقصان پہنچ رہا تھا۔ مزید براں بہت سے نومسلم اپنے وطن میں رہنے اور کاشت کاری جاری رکھنے کی بجائے شہروں میں جا کر بس گئے تھے اور اس طرح زراعت کے لیے مطلوبہ مزدوروں کی قلت محسوس ہونے لگی تھی۔ اس دشواری پر غالب آنے کے لیے حجاج بن یوسف نے ان مسلمان مالکان زمین پر بھی خراج عائد کردیا تھا۔ جو خراج نہیں دیتے تھے۔ (بلکہ صرف عشر ادا کرتے تھے) اور لوگوں کو بڑے شہروں میں جا بسنے کی بھی ممانعت کردی (تاکہ شہروں میں بے روزگاری کا مسئلہ پیدا نہ ہو جائے) اس سے عام ناراضگی پیدا ہوگئی تھی۔ مگر حجاج بن یوسف نے اس کی کچھ پروانہ کی۔ اس کے برعکس حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اس اصول پر قائم رہے کہ مسلمانوں پر خراج عائد نہیں ہونا چاہئے۔ اسی طرح انہوں نے ایک اور نظریہ یہ پیش کیا (جس میں بلاشبہ ان سے فقہائے مدینہ کو بھی کامل اتفاق تھا) کہ سارا مفتوحہ ملک ملت کی مشترکہ ملکیت ہے۔ اس لیے نہ تو اس کے ٹکڑے کیے جاسکتے تھے اور نہ ہی ذاتی جائیداد کے طور پر عامۃ المسلمین کے ہاتھ فروخت ہو کر خراج کی ادائیگی سے مامون رہ سکتی ہے۔

لہٰذا ۱۰۱ھ ۷۱۸۔۷۱۹ء میں انہوں نے عامۃ المسلمین کو ایسی اراضی خریدنے

کی ممانعت کر دی جس پر خراج عائد تھا۔ مگر انہوں نے اس قانون کا گزشتہ معاملات پر اطلاق نہیں کیا اور نہ ہی نو مسلموں کو (دیہات چھوڑ کر) شہروں میں آباد ہونے سے روکا۔ ان کے زمانے میں اگر لوگ ان خدمات کے معاوضے کا جو انہوں نے انجام دی تھیں۔ بیت المال سے مطالبہ کرتے تو وہ بھی مسترد نہ کیا جاتا۔ انہوں نے خراسان کے موالی کو جنہوں نے کفار سے جنگ میں حصہ لیا تھا۔ نہ صرف دوسرے مسلمان سپاہیوں کی طرح مالگذاری کی ادائیگی سے مستثنیٰ کر دیا بلکہ انہیں تنخواہ بھی دی۔ اس طرح انہوں نے خلافت کے مختلف عناصر میں وحدت اور یگانگت پیدا کرنے کے کام میں مزید پیش رفت فرمائی اگرچہ خراج کے بارے ان کی اصلاحات ان کے بعد باقی نہ رہیں کیونکہ خراجی زمین کے نا قابل انتقال ہونے کا اصول ہمیشہ کے لیے قائم نہ رہ سکتا تھا۔ تاہم انہوں نے اپنے زمانے کی مالی بدنظمی کو دور کرنے کی ہر امکانی حد تک کوشش کی۔

(دائرۃ المعارف الاسلامیۃ ۱۴؍۴)

شرح چنگی

خلیفہ ثانی سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رئیس خراج مصر اسامہ بن زید کو قبطیوں کی حمایت ہی میں معزول کیا تھا۔ جب زُریق بن حیان مصر کی چنگی پر مقرر تھے۔ تو سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک خط کے ذریعے انہیں حکم فرمایا کہ نقدی اور مال تجارت میں چالیسواں حصہ وصول کیا جائے۔ اگر چالیس دینار سے کم نقدی مال ہو تو بیس دینار کے حساب سے وصول کیا جائے اور بیس دینار سے کم پر کچھ نہ لیا جائے اور ذمیوں سے تجارتی مال پر بیس دینار میں ایک دینار لیا جائے اور دس دینار سے کم پر کچھ نہ لیا جائے۔

(کتاب الخراج للقاضی ابو یوسف: ۱۳۷

سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاحل ص: ۲۲۲)

جزیہ اور ذمیوں کے حقوق

کسی حکومت کے عدل و انصاف اور جو جبر وظلم کا صحیح معیار دوسری اقوام اور دوسرے مذاہب کے ساتھ اس کا سلوک اور طرز عمل ہے۔ اس معیار سے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا دور سراپا عدل تھا۔ انہوں نے جس طرح ذمیوں کے حقوق کی حفاظت کی اور ان کے ساتھ جیسی نرمی برتی اس کی مثال عہد فاروقی کے علاوہ اور کسی دور میں نہیں مل سکتی عامۃ المسلمین کی طرح ان کی جان اور ان کے مال کی حفاظت کی۔ ان کے مذہب میں کسی قسم کی دست اندازی نہیں کی جزیہ کی وصولی میں آسانیاں پیدا کیں۔ یہاں اگر ہم خلاصہ کلام کے طور پر رقم کریں تو یوں لکھ سکتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جبر وظلم کے ایک طویل عرصہ بعد دوبارہ عہدِ فاروقی کی یادیں تازہ کر دیں اس کا اندازہ ذمیوں کے ساتھ ان کے طرز عمل اور ان پیغامات وخطوط سے ہوگا جو عمال کی طرف بھیجتے رہتے تھے۔ عدی بن ارطاط رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ ذمیوں کے ساتھ نرمی کرو۔ ان میں جو بوڑھا اور نادار ہو جائے اس کی کفالت کرو۔ اگر اس کا کوئی رشتہ دار ہو تو اسے اس کی کفالت کا حکم دو جس طرح تمہارا کوئی غلام بوڑھا ہو جائے تو اسے آزاد کرنا پڑے گا یا مرتے دم تک اس کی کفالت کرنی پڑے گی۔

(طبقات ابن سعد)

ذمی کے خون کی قیمت مسلمان کے خون کے برابر قرار دی۔ ایک بار حیرہ کے ایک مسلمان نے ایک ذمی کو قتل کر دیا حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں کے عامل کو لکھا کہ قاتل کو مقتول کے ورثہ کے حوالہ کر دو۔ وہ چاہیں۔ قتل کریں۔ چاہیں معاف کر دیں۔ چنانچہ قاتل کو حوالہ کیا گیا اور ذمیوں نے اسے قتل کر دیا۔

(نصب الرایہ للزیلعی)

کوئی مسلمان ان کے مال پر دست درازی نہیں کر سکتا تھا۔ جو کرتا تھا۔ اسے سزا ملتی تھی۔ ایک مرتبہ ایک مسلمان ربیعہ شعودی نے ایک سرکاری ضرورت میں ایک نبطی کا گھوڑا بے گار میں پکڑ لیا اور اس پر سواری کی، حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو چالیس کوڑے لگوائے۔

مال مغصوبہ کی واپسی کے وقت شاہی خاندان سے ذمیوں کی زمینیں بھی واپس دلائیں۔ اس سلسلہ میں ایک ذمی نے دعویٰ دائر کیا کہ عباس بن ولید نے میری زمین پر غاصبانہ قبضہ کر لیا ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے عباس سے فرمایا تم اس کا کیا جواب دیتے ہو؟ انہوں نے کہا: ''ولید بن عبد الملک نے مجھے جاگیر میں دی ہے اور میرے پاس اس کی سند موجود ہے۔'' ذمی نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: ''میں آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کتاب اللہ کے موافق اس کا فیصلہ چاہتا ہوں۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''خدا کی کتاب ولید کی سند پر مقدم ہے اور ذمی کو زمین واپس دلا دی۔''

(سیرۃ ومناقب حضرت عمر بن عبد العزیز لابن الجوزی: ۱۲۵، ۱۲۶)

ان کے مذہبی حقوق کو جو گزشتہ خلفاء کے زمانہ میں مٹ گئے تھے۔ ازسرنو قائم کیا دمشق میں ایک گرجا عرصہ سے ایک مسلمان خاندان کی جاگیر چلا آتا تھا۔ عیسائیوں نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اس کا دعویٰ کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے واپس دلا دیا۔ ایک مسلمان نے ایک گرجے کی نسبت دعویٰ کیا کہ وہ اس کی جاگیر میں ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اگر یہ عیسائیوں کے معاہدے میں ہے تو تم اس کو نہیں پا سکتے۔

(فتوح البلدان للیاقوت حموی: ۱/۱۳۰)

جزیہ کی وصولی میں بڑی آسانیاں پیدا کر دیں اور اس سلسلہ میں جتنی بدعنوانیاں پیدا ہو گئیں تھیں۔ سب بند کر دیں حجاج نے ابن اشعث کی حمایت کے الزام میں عراق کے ذمیوں

کے جزیہ کی مقدار بڑھا دی تھی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو گھٹا دیا۔

(فتوح البلدان للیاقوت حموی: ۱/۱۳۰)

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ذمیوں کے ساتھ اتنی نرمی برتی گئی کہ اس سے عام لوگوں کو نقصانات اٹھانے پڑے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں غلہ کا نرخ گراں ہو گیا ایک شخص نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے اس کا سبب پوچھا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا پہلے خلفاء ذمیوں کو جزیہ کی وصولی میں نا قابل برداشت تکلیفیں دیتے تھے۔ اس لیے وہ جس نرخ پر بھی ہو سکتا تھا۔ غلہ فروخت کر ڈالتے تھے اور میں ہر شخص کو اسی قدر تکلیف دیتا ہوں جس کا وہ متحمل ہو سکے۔ اس لیے ہر شخص جس طرح چاہے فروخت کرتا رہے۔

(کتاب الخراج للقاضی ابو یوسف: ۷۶)

شاہی خاندان کے ارکان اور ذمیوں میں مساوات برتتے تھے۔ ایک مرتبہ ہشام بن عبد الملک نے ایک عیسائی پر مقدمہ دائر کیا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں کو برابر کھڑا کیا۔ ہشام نے غرور تمکنت میں عیسائی سے سخت کلامی کی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو ڈانٹا اور سزا دینے کی دھمکی دی۔

(العیون والحدائق۔ تابعین ص: ۳۴۱)

جزیہ میں تخفیف

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے شہر میں عیسائیوں پر جزیہ میں تخفیف کر دی۔ حتیٰ کہ قبرص اور ایلہ اور نجران میں بھی جو عربی شہروں کے جنوب میں ہیں۔ ایلہ والوں پر تین صد دینار مقرر تھے۔ جب ایلہ سے یوحنا بن رؤبا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جزیہ پر اس سے صلح کر لی تھی اور ہر بالغ پر سالانہ ایک دینار مقرر فرما دیا تھا اور سب مل کر سالانہ تین صد دینار بنتے تھے اور

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شرط لگائی تھی کہ ان کے پاس سے جو مسلمان گزرے گا۔ اسے کھانا بھی دینا ہوگا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک تحریر لکھوا کر دے دی تھی کہ ان کی حفاظت کی جائے اور ان کی طرف سے دفاع کیا جائے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ایلہ والوں سے تین سو دینار سے ایک دینار بھی زیادہ وصول نہ کیا۔

(معجم البلدان للیاقوت حموی: ۳۹۱/۱)

محاصل میں اضافہ

یہ حیرت انگیز امر ہے کہ ناجائز آمدنیوں کے سدباب میں اس اہتمام اور ان کثیر مصارف کے باوجود بیت المال پر کوئی خاص اثر نہیں پڑا۔ بلکہ بعض بعض ملکوں کے محاصل میں حیرت انگیز اضافہ ہوگیا۔ چنانچہ عراق کی آمدنی حجاج کے ظالمانہ دور سے بھی زیادہ بڑھ گئی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ خدا حجاج پر لعنت کرے اس کو نہ دین کا سلیقہ تھا۔ نہ دنیا کا۔ حجاج نے باوجود اپنے ظالمانہ طریقوں کے عراق سے صرف دو کروڑ اسی لاکھ درہم وصول کیے۔ اس نے کاشتکاروں کو بیس لاکھ درہم زمین کی آبادی کے لیے بطور قرض دیئے تو ایک کروڑ سات لاکھ اضافہ ہوا۔ باوجود اس ویرانی کے جب عراق میرے قبضہ میں آیا تو میں نے بارہ کروڑ چالیس لاکھ درہم وصول کیے اور اگر زندہ رہا۔ تو سیدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے سے بھی زیادہ وصول کروں گا۔

(فتوح البلدان)

رعایا کی خوش حالی

مظالم کے انسداد، ناجائز ٹیکسوں کی منسوخی، ذمیوں کے ساتھ مراعات اور عام داد و دہش کی وجہ سے ملک نہایت فارغ البال اور رعایا آسودہ حال تھی۔ ملک کے طول و عرض

میں افلاس کا نشان باقی نہ رہ گیا تھا۔ مہاجر بن یزید کا بیان ہے کہ ہم لوگ صدقہ تقسیم کرتے تھے۔ ایک سال کے بعد دوسرے سال وہ لوگ جو پہلے صدقہ لیتے تھے۔ خود دوسروں کو صدقہ دینے لگتے تھے۔

(طبقات ابن سعد)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے صرف اڑھائی سال حکومت کی۔ اس مختصر مدت میں یہ حالت ہوگئی تھی کہ لوگ ان کے عمال کے پاس فقراء میں مال تقسیم کرنے کے لیے صدقہ کا مال لے کر آتے تھے لیکن کوئی صاحب حاجتمند نہ ملتا تھا اور وہ مال واپس لے جانا پڑتا تھا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے سب کو اس قدر مالا مال کر دیا تھا کہ کوئی حاجت مند باقی نہ رہ گیا تھا۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری لابن حجر جلد: ۴۵۱/۶، تابعین للذہبی ص: ۳۴۲)

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں رعایا کی خوشحالی اس درجہ کو پہنچ گئی تھی کہ دولت کے نشہ میں کبر ونخوت میں اس کے مبتلا ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ چنانچہ عدی بن ارطاۃ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ اہل بصرہ اس قدر خوشحال ہو گئے ہیں کہ مجھے خوف ہے کہ وہ تکبر و غرور نہ کرنے لگیں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ خدا نے جب اہل جنت کو جنت میں داخل کیا تو ان کے لیے یہ پسند کیا کہ الحمد للہ کہیں اس لیے تم بھی لوگوں کو حکم دو کہ وہ خدا کا شکر بجا لائیں۔

(تابعین ص: ۳۴۳)

رفاہِ عامہ کے کام

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جس قدر اصلاحیں کیں وہ سب درحقیقت رفائے عامہ ہی کے کام ہیں، لیکن ان کے علاوہ مروجہ اصطلاح میں بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سے رفاہِ عامہ

کے کام کیے۔

سارے ممالک محروسہ میں نہایت کثرت سے سرائیں بنوائیں خراسان کے عامل کو لکھا کہ وہاں کے تمام راستوں میں سرائیں تعمیر کروائی جائیں۔ سمرقند کے والی سلیمان بن ابی السری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حکم بھیجا کہ وہاں کے شہروں میں سرائیں تعمیر کراؤ۔ جو مسلمان ادھر سے گزریں ایک شب و رُوز ان کی مہمان نوازی کرو۔ ان کی سواریوں کی حفاظت کرو۔ جو مسافر مریض ہو اس کو دو دن اور دو رات مقیم رکھو۔ اگر کسی کے پاس گھر تک پہنچنے کا سامان نہ ہو تو وطن تک پہنچنے کا زادِ راہ دو۔ ایک عام لنگر خانہ قائم کیا جائے۔ جس میں فقراء و مساکین کو کھانا ملے۔

(تاریخ الامم والملوک للطبری: ۱۳۶/۴، تابعین للذہبی ص: ۲۴۳)

خیبر کی جائیداد کا فیصلہ

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو باغ فدک کے متعلق گزشتہ اموی خلفاء کی آراء کی تفصیلات کا علم نہیں تھا کیونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے خیبر کی دستاویزات اوجھل رہیں۔ بدیں سبب آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے تھے پھر جب آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا کہ یہ جائیداد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور مال کے عامۃ المسلمین کے لیے چھوڑ دی تھی۔ پھر یہ جائیداد خلیفہ ثالث سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروان کے پاس آئی اور اس میں سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد کو بھی حصہ ملا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد کے حصہ میں سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو حصہ ملا تو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے کاغذ جلا کر فرمایا ''میں جائیداد اسی حال پر چھوڑ دوں گا۔ جس حال پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑی تھی۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاھل ص: ۱۴۴،
سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ از ابن عبد الحکیم ص: ٦٠)

یمن اور یمامہ کی اراضی کا فیصلہ

اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے یمامہ میں جو زمین تھی وہ بھی واپس لوٹا دی اور یمن میں مکیدس اور جبل الورس (ورس والے پہاڑ) بھی لوٹا دیے لیکن جس اراضی کے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کاغذات نہ تھے۔ اس کے بارے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وکلاء کو ہدایت کر دی تھی کہ اس کا منافع بیت المال میں دے دیا جائے اور جس جائیداد میں کئی شریک تھے۔ اسے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہاتھ نہیں لگایا کیونکہ اس میں شرکاء کے حقوق تھے۔ چونکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فیصلہ کرایا تھا کہ کبھی بیت المال میں سے ایک رتّی بھی نہ لیں گے کیونکہ انہوں نے اپنے اور گھر والوں کے لیے سویداء میں ایک چشمہ بچا لیا تھا۔

جس ویران اور بنجر زمین کو پانی بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ذاتی خرچ سے دیا تھا اس زمین میں کسی کا ذرا سا بھی حصہ نہ تھا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے اہتمام سے اس میں کاشت کرایا کرتے تھے۔ اس کی آمدنی دو سو دینار کے قریب قریب ہو جایا کرتی تھی اور اس چشمہ کے احاطہ میں ایک نخلستان تھا۔ جس میں اعلیٰ و بہترین قسم کی کھجوریں تھیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اسی آمدنی پر قانع تھے اور مالِ فئے میں سے اپنی ذات پر ایک درہم بھی خرچ نہیں کیا کرتے تھے۔ جب آپ سے کہا گیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طرح بیت المال میں سے کچھ حصہ لے لیا کریں۔ تو فرمایا! سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس تو مال نہ تھا اور میرے پاس مال ہے۔ جو مجھے کافی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ذاتی مال میں سے دو درہم روزانہ خرچ کیا کرتے تھے۔ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اراضی بعلبک میں سے بُدا اور جزین کے سوا کوئی اور زمین نہ تھی۔

(سیرۃ و مناقب حضرت عمر بن عبدالعزیز لابن الجوزی: ۱۳۱، ۱۳۲، تاریخ شہر دمشق ص: ۵۸۸)

امراء کے مطالبے سے انکار

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ تاڑ گئے تھے کہ ہشام قوم کا نام لیتا ہے لیکن یہ ہشام ہی کے دل کی پکار ہے اور وہ ان میں خود کو چھپانا چاہتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے فرمایا:

> ''ہشام اگر تم میرے پاس ایک ہی معاملہ کی دو دستاویزیں لاؤ، ایک سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی دی ہوئی اور ایک عبد الملک کی تو بتاؤ میں کس دستاویز کو قبول کروں؟''

ہشام بولا۔ پرانی دستاویز کو! فرمایا:

> ''میں اللہ کی کتاب پرانی پاتا ہوں اور اسی کے قانون کے مطابق امراء سے عمل درآمد کراتا ہوں۔ خواہ وہ مال میرے ماتحت ہو یا سابق خلفاء کا دیا ہو۔''

(سیرۃ ومناقب حضرت عمر بن عبد العزیز لابن الجوزی: ۱۴۰،

سیرۃ حضرت عمر بن عبد العزیز للسید الاحل ص: ۱۴۴)

غرضیکہ امراء نے کوئی طریقہ نہیں چھوڑا۔ جس سے آ کر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی رائے منسوخ کرادیں اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کوئی وسیلہ اور تیزی نہیں چھوڑی۔ جس پر عمل کر کے امراء کو ان کے خیالات سے باز رکھنے کی کوشش کی جا سکتی ہے۔ حتیٰ کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ ان سے اور وہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے مایوس ہو گئے اور تنگ آ گئے آپ رحمۃ اللہ علیہ بعض امراء کو دیکھ کر فرمایا کرتے تھے۔ میں ایسی گردنیں دیکھتا ہوں۔ جو عنقریب گردنوں والوں کی طرف لوٹا دی جائیں گی۔

(سیرۃ حضرت عمر بن عبد العزیز للسید الاحل ص: ۱۴۴، العقد الفرید: ۴/۴۳۷)

امراء لگاتار ہنگامے مچاتے رہتے تھے۔حتیٰ کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک امیر کا خط آتا ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے غصہ کو بھڑکا دیتا ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔مجھ پر اثر کے لیے بنی مروان کے سلسلے میں ایک دن ہے۔جس میں ذبح کا واقعہ پیش آئے گا۔اللہ کی قسم اگر وہ ذبح میرے ہاتھ پر ہوا۔پھر جب بنی مروان کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اس بات کی خبر لگی تو وہ ہنگاموں سے رک گئے۔انہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے عزم کی پختگی معلوم تھی اور یہ بھی کہ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کسی کام کا فیصلہ کر لیتے ہیں تو اسے کیے بغیر نہیں چھوڑتے۔

بنو مروان کا اسراف

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اکثر تمنا کرتے رہتے تھے کہ اللہ عزوجل کے فضل و کرم سے وہ مبارک دن آئے جس دن شر پسندوں کی جڑیں اکھاڑ کر پھینک دی جائیں بنی مروان کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اس تمنا کی اطلاع ہو جایا کرتی تھی اور وہ شر سے رُک جایا کرتے تھے۔حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو ان سے صرف یہ بات روک رہی تھی کہ ان کا قرآن و حدیث و شریعت محمدیہ پر ایمان تھا لیکن اسراف کی حرمت کو جاننے کے باوجود بنی امیہ اسراف میں مبتلا تھے کیونکہ بد نصیبی نے ان پر غالب آ کر انہیں گمراہ کر دیا تھا۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاھل ص:۱۴۵/ تاریخ الامم الاسلامیہ:۱۸۲/۲)

بعض غلام امراء

بعض امراء لونڈیوں کے بطن سے تھے۔سکون قبیلہ کی ایک لونڈی بنانہ تھی۔یہ حمص کے بازاروں میں دکان در دکان گا بجا کر روزی کماتی تھی۔ولید کی طرف بھیجے ہوئے تحائف میں یہ لونڈی بھی آئی تھی۔ولید نے اس سے نکاح کر لیا۔اس سے ولید کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام "عمر" تھا۔یہ بڑا مغرور ظالم اور سرکش تھا۔

عمر بن بناتہ (ولید) ایک مغرور و سرکش

اس کے بچپن میں ولید کو اسی سے بڑی محبت تھی اور اسے مسلمانوں کے ایک فوجی دستے پر رئیس مقرر کر دیا گیا تھا۔ اس دستہ پر خلیفہ کے حکم سے اسی کا حکم چلتا تھا۔ اگرچہ اس رئیسی کے زمانے میں اس نے کوئی خاص قابل تعریف کام انجام نہ دیا تھا۔ مگر خلیفہ کا محبوب بیٹا تھا اور ولید اسے دوسرے لوگوں پر ترجیح دیتا تھا۔ اس کا سبب بجز اندھی محبت کے اور کچھ نہ تھا۔ جب حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ ظلم سے حاصل کیے ہوئے حقوق حقداروں کو دلوانے لگے خواہ ظالم ان کے قبضہ میں ہے یا ان کے گھرانے کا ہی آدمی ہے تو اسی سلسلہ میں ان کے اپنے ہی ایک گھرانے کے ایک آدمی ساتھ عدل کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں کہ عمر بن بناتہ کو جب ان کی اس صالح پلاننگ کو علم ہوتا ہے تو سخت غضب کی حالت میں چہرے پر غرور و تکبر کے تیور چڑھاتے ہوئے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو لکھتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سابق خلفاء کو داغدار بنا دیا اور ان کے عیب ٹٹولے اور ان کی سیرت چھوڑ کر ایک نئی راہ اختیار کی اور ان کے بعد ان کی اولاد کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ لگا دیا اور رشتہ قطع کر دیا جسے اللہ نے ملانے کا حکم دیا ہے کیونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے زبردستی قریش کے مال اور ان کی میراثیں سرکاری خزانے میں جمع کرا دیں اور ان پر ظلم و زیادتی کی۔ آپ کو ہرگز ہرگز معاف نہیں کیا جائے گا اور کبھی اس حال پر نہیں چھوڑا جائے گا۔

جوابی خط اور عدل کی عظیم مثال

اس خط کے جواب میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر بن بتانہ کو لکھتے ہیں:

''اما بعد! تیرا خط مجھے ملا۔ میں تجھے اس سے بہتر جواب دے رہا

ہوں۔ اے ابن ولید! تیرا ابتدائی حال وہ ہے جو تجھے معلوم ہے کیونکہ تیری ماں بناتہ ہے۔ جو قبیلہ سکون کی ایک لونڈی تھی اور وہ گاتی بجاتی اور ناچتی کودتی حمص کے بازاروں میں دکان در دکان پھرا کرتی تھی۔ پھر اللہ اس کا حال جانتا ہے اسے مسلمانوں کے مال سے دیان نے خرید لیا تھا اور وہ ہدیہ میں تیرے باپ کے پاس بھیج دی گئی تھی۔ پھر ولید سے اس کے پیٹ میں تیرا حمل قرار پا گیا۔ لہٰذا یہ حمل اور اس سے پیدا ہونے والا بچہ بدترین ہے پھر تو ظالم و سرکش بن کر پلا بڑھا تو مجھے اس لیے ظالم کہتا ہے کہ میں نے تجھے اور تیرے گھرانے کو اللہ کے مال سے جس میں قرابت داروں بیواؤں اور مساکین کا حق ہے۔ محروم کر دیا۔ دیکھ سب سے بڑا ظالم اور اللہ کے عہد کو پس پشت ڈالنے والا وہ ہے۔ جس نے تجھے جب کہ تو ایک نادان بچہ تھا۔ اسلامی فوج کے ایک دستہ کا حاکم بنا دیا تھا اور تو ان پر اپنی رائے سے حکم چلاتا تھا اور اسی سلسلے میں ولید کی کوئی نیت نہ تھی۔ بجز اس کے کہ والد کو اپنی اولاد سے محبت ہوتی ہے۔ لہٰذا تیرے لیے بھی ویل ہے اور تیرے باپ کے لیے بھی۔ قیامت کے دن تم دونوں سے کس قدر لوگ جھگڑنے والے ہوں گے اور تیرا باپ اپنے جھگڑنے والوں سے کس طرح نجات پائے گا؟

اور سن! وہ انتہائی ظالم اور اللہ کے عہد کو توڑنے والا ہو جس نے حجاج بن یوسف کو حرام خوں ریزی کے لیے اور حرام مال حاصل کرنے کے لیے حاکم بنایا اور جس نے قرۃ بن شریک کو جو ایک ٹھٹھ گنوار تھا۔ مصر کا حاکم بنایا اور اسے طرح طرح کے باجوں۔ لہو ولعب اور شراب

وکباب کی چھوٹ دے دی اور جس نے عالیہ بربریہ کے لیے عرب کے پانچویں حصہ میں مقرر کیا۔

ابن بنانۃ! ذرا ٹھہر! اور میری فرصت کا انتظار کر جب میں تیرے گھر والوں کے لیے فارغ ہو جاؤں گا اور ان کو ایک روشن راستہ پر رکھ دوں گا کیونکہ ایک طویل زمانے سے حق کو چھوڑے ہوئے ہو اور فضولیات میں مصروف ہو اور اس کے ماوراء وہ ہے۔ جس کی مجھے توقع ہے کہ اسے میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں گا کہ تجھے بیچ کر تیری قیمت یتیموں، مسکینوں اور بیواؤں پر خرچ کر ڈالوں گا۔ کیونکہ تجھ میں ان سب کا حق ہے۔ میں نے عزم کر لیا ہے کہ میں تیرے پاس ایک ایسا آدمی بھیجنے والا ہوں جو تیری بے چینیوں کو مونڈ دے گا اور تیری پیشانی کے بال جو بدترین ہیں۔ کاٹ دے گا کیوں کہ مجھے معلوم ہے کہ وہ تیری عظیم ترین مصیبت کا ذریعہ ہیں۔ اللہ ہمیں سلامتی عطا فرمائے اور ظالموں کو اللہ کی سلامتی حاصل نہ ہو۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ للسید الاھل ص: ۱۴۷،
صفۃ الصفوۃ لابن الجوزی ۳۶۶/۲، ۳۶۷، البیان والتبیین جلد ۳ ص ۲۳۰)

روح بن ولید کی سرکشی کا حال

ولید کا ایک بیٹا اور تھا۔ جس کا نام روح تھا اور وہ صحرا میں پلا بڑھا تھا۔ اس لیے وہ ظالم و ستم گر تھا۔ گویا وہ گنوار تھا۔ لوگ اس سے ڈرا کرتے تھے اور وہ ان پر حاوی تھا اور انہیں ڈراتا دھمکاتا تھا۔ اس کے باپ نے حمص میں کچھ دکانیں اس کے نام کر دی تھیں اور اس کی دستاویزیں بھی لکھ کر دی تھیں۔ حمص والے روح کی اور اس کے باپ ولید کی حضرت

عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس شکایت لائے۔ جب حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے روح کو حکم دیا کہ لوگوں کی دکانیں چھوڑ دے تو روح نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے کہا۔ یہ دکانیں میرے پاس ولید کی دستاویزات کی رو سے ہیں۔ حالانکہ اس بات کا ثبوت ہو چکا تھا کہ دکانیں حمص والوں ہی کی ہیں۔ آخر کار روح اور حمص والے اٹھ کر چلے گئے اور راستہ میں روح نے ایک حمصی کو دھمکایا۔ وہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس شکایت لے کر آیا۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک پہرے دار کعب بن حامد کو آواز دے کر بلایا اور اس سے کہا کہ روح بن ولید کے پاس جا۔ اگر وہ حمصیوں کو ان کی دکانیں دے دے تو خیر ورنہ اس کا سر لے آ۔ روح نے جلاد کو ننگی تلوار سونتے ہوئے اپنی طرف آتے دیکھا اور اس کا دل دھڑکنے لگا جلاد نے اس سے کہا اٹھ اور ان کی دکانیں چھوڑ۔ بولا۔ ہاں ہاں پھر اس نے ذلیل و مغلوب ہو کر دکانیں چھوڑ دیں۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن عبد الحکم ص: ۵۹

سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاھل ص: ۱۴۷)

پھر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے وہ تمام زمینیں لوٹا دیں جو ولید نے غصب کی تھیں۔ وہ بھی لوٹا دیں۔ جو عرب کے گنواروں سے چھینی تھیں اور ابراہیم بن طلحہ کو اس کا گھر بھی واپس کرا دیا جو غصب کر لیا گیا تھا اور پہلے اسے عبد الملک نے لے لیا تھا۔ پھر سلیمان سے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اسے واپس دلوایا۔

(النجوم الزاھرہ جلد: ۱/ ۲۶۰

سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاھل ص: ۱۴۷)

اسی طرح حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جس جائیداد پر قبضہ دیکھا۔ اس کو ایسے پختہ عزم کے ساتھ عدالت کے ذریعے لوٹایا جس کی نظیر نہیں ملتی۔

تاجروں کے منافع

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے تاجروں پر پابندی لگا دی کہ وہ حد سے زیادہ منافع نہ لیں لیکن اس پر انہوں نے کوئی سزا مقرر نہیں فرمائی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نفرت کے باوجود بلا سزا کے انہیں چھوڑے رکھا۔ جب اسامہ بن زید تنوخی کہ جو خراج مصر کا افسر تھا۔ اس زمانے میں اس نے موسیٰ بن وردان سے بیس ہزار دینار کی مرچیں خریدیں اور اسامہ نے انہیں ایک گودام میں محفوظ کر دیا۔

اسامہ نے یہ مرچیں ولید بن عبد الملک کے لیے خریدی تھیں۔ تاکہ ولید انہیں ہدیہ کے طور پر روم کے بادشاہ کے پاس بھیجے اس لیے اس نے انہیں گودام میں رکھ چھوڑا تھا۔ پھر جب حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ بن گئے تو موسیٰ بن مروان نے ان مرچوں کی قیمت کا مطالبہ کیا۔

موسیٰ بن مروان کہتے ہیں۔ میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا اور میں نے آپ سے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا جن کو میں نے دیکھا تھا۔ اس طرح ان کی نگاہ میں میں نے ایک مقام حاصل کر لیا۔ جب میں چاہتا ان کے پاس آتا جاتا رہتا تھا۔ ایک دن میں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ آپ حیان بن سریح کو لکھ دیں کہ وہ مجھے بیس ہزار دینار دے دیں۔ جو مرچوں کی قیمت ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ یہ بیس ہزار دینار کس کے لیے ہیں؟ میں نے کہا میرے لئے! تو انہوں نے پوچھا! تمہارے پاس اتنی رقم کہاں سے آئی۔ میں نے کہا۔ میں تاجر ہوں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے اپنے مسطرے مار کر کہا اکثر تاجر فاجر ہوتے ہیں اور فاجر جہنمی ہے۔ پھر فرمایا حیان کو لکھ دو کہ اس کی رقم دے دے۔

موسیٰ کہتے ہیں: اس واقعہ کے بعد میں آپ کے پاس نہیں گیا اور آپ نے اپنے

دربان کو حکم دے دیا کہ وہ میرے پاس نہ آئے۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاھل ص: ۱۴۸ / فتوح واخبار مصر ص ۹۹)

بیت المال میں خلفاء کے حقوق

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اور آپ رضی اللہ عنہ کے بعد دیگر خلفاء کے بیت المال میں حقوق تھے۔ جن کی ابتداء سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے میں دو درہم سے کی تھی اور خلفائے بنوامیہ کے زمانے میں انتہا پورے بیت المال پر ہوئی۔ یعنی وہ سارے بیت المال پر قابض ہو گئے تھے لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بیت المال کو ہاتھ بھی نہیں لگایا اور اس سے بالکل مستغنی رہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جو جائیداد اپنے خرچ کے لیے بچائی تھی۔ اسی پر قانع رہے اور روزانہ اپنے خرچ کے لیے اپنے ذاتی مال میں سے دو درہم مقرر فرما لیے۔ اس سے خلیفہ کا مقصد یہ نہ تھا کہ اپنے اوپر بیت المال کا مال حرام کر لیں۔ البتہ اس سے آپ نے اپنی اولاد کو غلاموں کو اور جانوروں کو فائدہ اٹھانے سے محروم کرنا چاہا۔ آپ خود کو بیت المال کا منتظم سمجھتے تھے۔ مالک نہیں اگر اس میں خلیفہ کا حق ہے تو بقدر اس کام کے لیے زیادہ نہیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ جو چراغ اپنی ذاتی ضرورتوں کے لیے جلایا کرتے تھے اور جو پانی جاڑے کے زمانے میں وضو کے لیے گرم کیا کرتے تھے۔ اور جو پھل یعنی سیب وغیرہ کھایا کرتے تھے اس پر بھی اپنا ذاتی مال خرچ کیا کرتے تھے اور بیت المال میں اس سلسلے میں بھی اپنا حق نہیں سمجھتے تھے۔ حتیٰ کہ عنبر کی خوشبو میں بھی جس کی خوشبو فضا میں پھیل جاتی ہے۔ اپنا حق نہیں سمجھتے تھے اور اسے اپنے پاس ٹھہرا دیا کرتے تھے اور اپنی ناک بند کر لیا کرتے تھے۔ جب تک کہ وہ دور نہیں کر دی جاتی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ڈاک کے سرکاری جانور پر کوئی ہدیہ بھیجا جاتا تو اسے فروخت کر کے اس کی قیمت سے ڈاک کے سرکاری جانوروں کو چارہ کھلا دیا کرتے تھے۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاھل ص: ۲۰۰، محاسن السلوک ص: ۸۷)

بے جا تصرف کی ممانعت

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے خواص میں سے کسی کو یہ اختیار نہ تھا کہ سرکاری مال میں یا غلام میں یا جانور میں بجز سرکاری حق کے تصرف کرے۔ ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک غلام نے ایک شخص کو ڈاک کی سرکاری گھوڑی پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت کے بغیر سوار کر دیا تھا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے بلا کر اس سے فرمایا جب تک تو اس کا کرایہ بیت المال میں جمع نہ کرے یہاں سے ہٹ نہیں سکتا۔

(کتاب الخراج للقاضی ابو یوسف ص:۱۸۶۔ سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاھل ص:۲۰۰)

اسی طرح بیٹے کی یہ درخواست مسترد کر دی۔ حالانکہ آپ کا حکم تھا کہ بیت المال کے پیسوں سے ناداروں کی شادیاں کرادی جائیں۔ اسی بنا پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک بیٹے نے درخواست کی تھی۔ مگر ان کی پہلی بیوی موجود تھی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اس درخواست پر ناراض ہوئے اور انہیں لکھا۔ تمہارا خط وصول ہوا اس میں لکھا ہے کہ میں عامۃ المسلمین کے مال سے سوکنوں کو جمع کردوں۔ حالانکہ مہاجروں کے بیٹوں میں سے کسی کے پاس ایک بیوی بھی نہ تھی کہ وہ ان کے ذریعہ پاک دامن رہیں خبردار آئندہ مجھے اس قسم کی تحریر نہ ملے گھر کے تانبے کے برتن اور دوسرا سامان فروخت کر کے شادی کرلو۔ ایک طرف تو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنے بیٹے کے ساتھ یہ کر رہے ہیں اور دوسری طرف اپنے کوفے کے عامل کو یہ لکھ رہے ہیں تم نے لکھا ہے کہ فوجیوں کو مدد دینے کے بعد تمہارے پاس رقم بچ گئی ہے۔ لہٰذا یہ رقم اسے دے دو جس پر واجبی قرض ہو۔ اڑانے کے لئے نہیں یا اس کو جس نے نکاح کرلیا ہو مگر اس کے پاس شادی کے لئے نقدی مال نہ ہو۔ والسلام۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن الحکم ص:۱۲۷۔۱۲۸،
سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاھل ص:۲۰۱)

پورے ملک کا سرکاری خزانہ ایک ہی ہے

پھر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ملک کے تمام سرکاری خزانوں کو ایک ہی سرکاری خزانہ قرار دیا۔ اگر اسلامی سلطنت کا کوئی شہر مالدار ہے اور کوئی نادار تو مالدار شہر نادار شہر کی ضرورتیں پوری کرے گا۔ اگرچہ مالدار شہر کے پاس کچھ بھی نہ بچے جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مغصوبہ جائیدادیں واپس دلوائیں اور عراق کا مال ختم ہو گیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ شام، عراق کی ضرورتیں پوری کرے۔ اس طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں دنیائے اسلام ایک طاقتور اور اپنے پیروں پر کھڑی ہوئی اکائی بن گئی تھی اور ایک شہر دوسرے شہر کی ضرورتیں پوری کیا کرتا تھا۔ بیت المال میں درہم و دینار ڈھالے جاتے تھے اور اس میں وہ درہم و دینار واپس لے لیے جاتے تھے جو کثرت گردش کی وجہ سے خراب ہو جایا کرتے تھے۔ اور لوگ انہیں لیتے نہ تھے۔ تاکہ خرید و فروخت کا بازار گرم ہو اور لوگوں کو نقصان نہ پہنچے۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاھل ص: ۲۰۲،

سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن الحکم ص: ۲۷۱)

اعتدال و اسراف

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ میں بیت المال کا یہ فرض نہ تھا کہ دینار جمع کر کے رکھے حتیٰ کہ ان کے منجمد پہاڑ بن جائیں اور ان سے سیراب کرنے والا سیلاب جاری نہ ہو یا ان سے شبنم کی طرح تھوڑی سی تری حاصل ہو۔ بلکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے میں بیت المال کی رقم کو جمع کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ اگر رعایا کو سارے مال کی ضرورتیں لاحق ہیں تو پھر جمع کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس نظریے نے حکام کو اور

محافظین بیت المال کو پریشان کر دیا کیونکہ ان کی رائے تھی کہ بیت المال میں مال کا جمع رہنا ضروری ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ان کے خلاف تھی۔ یہ لوگ اس سلسلے میں آمادہ کرنے کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو لکھتے رہتے تھے اور آپ انکار کرتے رہتے تھے۔ اسماعیل بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ پھر ایک حاکم جرأت کر کے آپ کو لکھتا ہے۔ آپ نے بیت المال کو نقصان پہنچایا۔ اس پر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ جواب میں لکھتے ہیں۔ جو کچھ بیت المال میں ہے۔ خرچ کرتے رہو۔ پھر جب اس میں کچھ باقی نہ رہے تو اسے کیچڑ سے بھر دو۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن الجوزی ص:۸۵)

اسراف کی تعریف

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا یہ حکم نامہ لوگوں کو اسراف کی دعوت نہیں دیتا اسراف یہ نہیں کہ حقداروں کی ضرورتیں پوری کی جائیں۔ البتہ اسراف تو اس مال کو خرچ کرنے کا نام ہے جو مال بغیر کسی شرعی مقصد یا شرعی فائدے کے خرچ کیا جائے حالانکہ اس کی قرآن نے سختی سے مذمت بیان کی ہے کہ اللہ فرماتے ہیں:

اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ؕ وَ كَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۝

ترجمہ: ”یقین جانو کہ جو لوگ بے ہودہ کاموں میں مال اڑاتے ہیں وہ شیطان کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے پروردگار کا ناشکرا ہے۔“

(سورۃ بنی اسرائیل:۱۷، آیت:۲۷)

حکام مسرف تھے اور اپنے اسراف سے بے خبر تھے۔ جو مال مفت کی اور سستی چیزوں کا جمع ہوتا تھا۔ اسے خرد برد کر جاتے تھے۔ لہٰذا حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے

حکم صادر فرما دیا کہ خرچ کم کیا جائے تاکہ لوگوں کی ضرورتیں پوری کرنے سے ہاتھ تنگ نہ ہو۔

اسراف کی ممانعت

حکام وعمال ان کاغذات کے خریدنے پر جن پر شاہی فرامین مندرج ہوتے تھے اور ایک بالشت سے کم ہی ہوتے تھے۔ کافی رقم خرچ کیا کرتے تھے اور حکام راستوں پر چراغوں کے جلانے میں اسراف کیا کرتے تھے اور امراء عمارتوں پر ان کے رنگ وروغن، نقش ونگار اور خوبصورت بنانے پر پانی کی طرح پیسہ بہایا کرتے تھے اور تو اور بیت اللہ کے محافظین کو بھی اسراف کی لت پڑ گئی تھی اور سال کے سال بیت اللہ کے لیے نیا غلاف چاہتے تھے۔ حالانکہ پچھلا غلاف پرانا نہ ہوتا تھا۔ بہر حال اکثر اشخاص اپنے کاموں میں اسراف پسند تھے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ یہ اسراف دیکھ کر سر پکڑ کر بیٹھ گئے اور حکم فرمایا کہ کاپیوں میں فہرستیں مندرج نہ کی جائیں اور کاغذوں پر موٹے قلم سے نہ لکھا جائے اور تحریر میں لمبے لمبے مد نہ کھینچے جائیں اور سطریں قریب قریب کر کے لکھی جائیں اور جملے مختصر لکھے جائیں۔ عاملوں پر یہ حکم نافذ کر دیا اور اس طرح بہت سا کاغذ بچا لیا۔ اس کے بعد خطوط قریب قریب ایک بالشت کے رہ گئے۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاھل ص: ۲۰۳،

سیرۃ ومناقب حضرت عمر بن عبد العزیز لابن الجوزی: ۸۸،۱۰۰)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے حکم فرمایا کہ بنی عدی کی مسجد کی کچی اینٹوں سے درمیانی عمارت بنائی جائے کیونکہ بنی عدی نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اطلاع دی تھی کہ مسجد منہدم ہو گئی ہے۔ اسے بنوا دیا جائے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بیت اللہ کے منتظمین نے کعبہ کے لیے نیا غلاف مانگا جیسا کہ سابق خلفاء کی ہر سال نیا غلاف دینے کی عادت تھی۔ تو

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں لکھا: میرا ارادہ ہے کہ میں یہ رقم بھوکوں پر صرف کر دوں کیونکہ وہ بہ نسبت بیت اللہ کے غلاف کے زیادہ حقدار ہیں۔

حاکم مدینہ کو اسراف سے بچنے کی ہدایت

مدینہ کے حاکم ابو بکر بن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے سلیمان رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی بڑی موم بتیاں مانگی تھیں تاکہ وہ صبح و شام مسجدوں کے دروازوں پر جلائی جائیں۔ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ فوت ہو گئے تھے۔ آخر یہ تحریر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ لگی اور اس کے بارے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کو یہ جواب لکھا۔

> ''اما بعد! مجھے آپ کا وہ پرچہ ملا ہے۔ جو آپ نے سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کو موم بتیوں کے بارے میں لکھا تھا وہ تو فوت ہو گئے اور اب یہ کام مجھے سر انجام دینا ہے۔ آپ نے لکھا ہے کہ پہلے حکمرانوں کو جس قدر موم بتیاں دی جاتی تھیں اسی قدر مجھے ملنی چاہئیں اور میرے پاس تمام موم بتیاں ختم ہو چکی ہیں۔ اللہ کی قسم! میں نے کثرت سے آپ کو اندھیری راتوں میں کیچڑ میں مسجد جاتے ہوئے دیکھا ہے۔ اللہ کی قسم! اس زمانے کی نسبت آج آپ اچھی حالت میں رہ رہے ہیں والسلام علیک۔''

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاھل ص: ۲۰۳۔

سیرۃ و مناقب حضرت عمر بن عبد العزیز لابن الجوزی: ۱۰۳، ۱۰۴)

بیوی کے زیورات بیت المال میں جمع

فرات بن سائب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی

فاطمہ بنت عبد الملک رحمہا اللہ کے پاس باپ کا دیا ہوا ایک انتہائی قیمتی اور نایاب گوہر تھا۔ ایک دن انہوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم اس بیش قیمت گوہر سمیت سارا زیور بیت المال میں جمع کرادو یا پھر میرا ساتھ چھوڑ دو اس لئے کہ میں تمہیں تمہارا زیور اور خود کو ایک ہی گھر میں نہیں دیکھ سکتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی نے کہا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ میرا تمام زیور بیت المال میں خوشی سے جمع کرادیں۔ مجھے زیورات کی بجائے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہنا پسند ہے چنانچہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بیوی کا تمام زیور بیت المال میں جمع کرادیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد جب یزید بن عبد الملک خلیفہ ہوا تو اس نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زوجہ محترمہ سے کہا اے بہن فاطمہ! اگر آپ کہیں تو میں آپ کے تمام زیورات بیت المال سے لے کر آپ کو پیش کردوں۔ مگر آپ نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ شوہر کی زندگی میں جو چیز اپنی مرضی سے دے چکی ہوں۔ اب اسے واپس نہیں لوں گی۔ منقول ہے کہ کچھ گورنروں نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں خطوط لکھے کہ ہمارے چند شہر بہت ہی خستہ حالت میں ہیں۔ عمارتیں ٹوٹ پھوٹ رہی ہیں۔ اگر اجازت دیں تو ہم مالیانہ میں سے کچھ لے کر ان کی تعمیر و مرمت کروادیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں لکھا:

> ''میرا یہ خط پڑھتے ہی تم ان خراب و خستہ حالت شہروں کو قلعہ عدل سے تعمیر کردو اور ان کے راستوں کو ظلم سے صاف کردو۔ یہی ان کی تعمیر و مرمت ہے۔''

(تاریخ الخلفاء للسیوطی: ۳۱۷)

بیت المال کا عنبر

ایک دن حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس فئے کا کچھ عنبر لایا گیا۔ ان کے سیکرٹری لیث بن ابی رقیہ رحمۃ اللہ علیہ بھی وہاں موجود تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عنبر ہاتھ میں لے کر

ملاحظہ فرمایا اور حکم دیا کہ اسے فروخت کر دیا جائے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ کہیں ناک کو لگا تو اس کی خوشبو محسوس ہوئی۔ فوراً پانی منگوا کر ہاتھ منہ دھوئے اور وضو کیا۔ سیکرٹری نے عرض کیا اس عنبر میں کیا کوئی خاص بات تھی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی وجہ سے وضو کیا؟ فرمایا: لیث رحمۃ اللہ علیہ تم بھی عجیب آدمی ہو کیا یہ کھانے پینے کے کام آتا ہے؟ اس کا استعمال یہی تو ہے جو ہمارے ہاتھ کو لگنے کی وجہ سے ہوا۔

ایک دن حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ''فے'' کی کستوری لا کر رکھی گئی اس کی خوشبو آئی تو آپ نے ہاتھ سے ناک بند کرتے ہوئے فرمایا:

''اسے اتنی دور رکھو جہاں سے خوشبو نہ آئے۔''

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن عبد الحکم ص: ۴۵)

بیت المال کا گرم پانی

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک غلام پانی کا لوٹا لے کر آتا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ اس سے وضو کر لیتے۔ ایک دن غلام سے فرمایا غالباً تم یہ لوٹا مسلمانوں کے مطبخ میں لے جاتے ہو اور وہاں آتش دان کے پاس رکھ کر گرم کر لیتے ہو؟ عرض کیا جی ہاں! یہی ہوتا ہے۔ فرمایا:

''تو نے سارا ستیاناس کر دیا۔ (پھر مزاحم رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا) یہ لوٹا بھر کر گرم کرو اور دیکھو اس میں کتنا ایندھن صرف ہوتا ہے۔ پھر ان تمام دنوں کا حساب کر کے اتنا ایندھن مطبخ میں داخل کرو۔''

ایک بار سخت سردی کی رات میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو غسل کی حاجت ہوئی۔ خادم نے پانی گرم کر کے پیش کیا دریافت فرمایا کہاں گرم کیا ہے؟ عرض کیا عام مطبخ میں۔ فرمایا: پھر اسے اٹھا لو اور ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے کا ارادہ فرمایا ایک شخص نے عرض کیا امیر المومنین میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں۔ اپنی ذات پر رحم کیجئے اگر مطبخ کا گرم شدہ پانی

اپنے لیے جائز نہیں سمجھتے تو اس کی قیمت لگا کر بیت المال میں داخل کر دیجئے۔ چنانچہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے یہی کیا۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن عبد الحکم ص: ۴۵)

گورنروں کی تنخواہ اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا زہد

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مال فئے کو اپنے اوپر حرام کر رکھا تھا۔ بیت المال سے جو وظیفہ ایک عام آدمی کو ملتا تھا۔ وہی آپ رحمۃ اللہ علیہ لیتے تھے۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں لیتے تھے۔ ابن ابی زکریا رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: امیر المومنین میں آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں فرمایا کہئے: عرض کیا: میں نے سنا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک ایک گورنر کو تین تین سو دینار، تنخواہ دیتے ہیں فرمایا: صحیح ہے۔ عرض کیا۔ وہ کیوں؟ فرمایا میرا مقصد یہ ہے کہ وہ اتنے مستغنی اور خوشحال ہوں کہ انہیں خیانت کی ضرورت نہ رہے۔ عرض کیا: امیر المومنین آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کے بدرجہ اولیٰ مستحق ہیں۔ یہ سن کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کلائی سے آستین اٹھائی اور فرمایا اس کی پرورش مال فے سے ہوئی ہے۔ (بس اب وہی پہلا کھایا بہت ہے) میں دوبارہ کبھی مال فے سے اس کی ضیافت نہیں کروں گا۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن عبد الحکم ص: ۴۵)

خلیفہ کی ذاتی زمین اور اس کا غلہ

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ میں نے ہر چیز عامۃ المسلمین کے بیت المال میں داخل کر دی ہے۔ البتہ چشمہ سویدا میرا اپنا ہے۔ چنانچہ وہاں چٹیل زمین جس کی ایک بالشت میں بھی کسی مسلمان کا حق نہیں تھا۔ میں نے حاصل کی۔ پھر جو وظیفہ

مجھے عامۃ المسلمین کے ساتھ ملتا ہے۔اس رقم سے میں نے وہ زمین کاشت کرائی ہے۔اس زمین کا غلہ آیا جس کی مالیت دوسو دینار اور ایک بوری صیحانی کھجور اور عجوہ کھجور تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: لاؤ یہ عجوہ کھجوریں ان حضرات کے سامنے پیش کرو یہ بڑی فرحت افزاء اور صحت افزاء ہے۔عورتوں نے سنا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مال آیا ہے۔تو انہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک کم سن صاحبزادے کو بھیجا کہ اس کو اس مال میں سے کچھ عنایت فرمایا جائے۔لڑکا آیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اسے ان کھجوروں کی ایک مٹھی دیدو "دو مٹھی بھر کھجوریں لے کر بچہ تو خوشی خوشی چلا گیا مگر جب عورتوں کے پاس پہنچا اور انہوں نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں چند کھجوریں ہیں تو اس سے کہا جاؤ! یہ کھجوریں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ڈال دو۔لڑکا آیا۔ کھجوریں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ڈال دیں اور دیناروں کی طرف ہاتھ بڑھایا۔حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ولید بن ہشام سے فرمایا: ولید اس کا ہاتھ پکڑ لو۔ ولید نے بچے کا ہاتھ پکڑ لیا۔حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے لیے طویل دعا کی چند الفاظ یہ تھے "اے اللہ! اے آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے: اے غیب اور ظاہر کو جاننے والے! آپ ہی فیصلہ کریں گے۔لوگوں کے درمیان اس بات کا جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ یہ مال اس بچے کے لیے اسی طرح مبغوض بنا دیجیے۔ جس طرح فلاں شخص کے لیے آپ نے اس کو محبوب بنایا۔دعا سے فارغ ہو کر فرمایا: ولید اس کا ہاتھ چھوڑ دو" بچے کے ہاتھوں پر رعشہ طاری ہو گیا اور اس نے ایک دینار کو بھی ہاتھ نہیں لگایا۔ایک شخص نے عرض کیا: امیر المومنین آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دعا قبول ہو گئی۔

اس کے بعد حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ان دوسو دیناروں کی زکوٰۃ نکالو۔جو شخص یہ مال لے کر آیا تھا۔اس نے عرض کیا۔امیر المومنین! اس باغ کا عشر ادا کیا جا چکا ہے۔فرمایا بیٹا یہ تیری محنت تھوڑی ہی ہے۔چنانچہ پانچ دینار زکوٰۃ کے الگ کر دیئے گئے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کوئی ایسا شخص بتاؤ جو آنکھوں سے معذور ہو اور اس

کے پاس لے جانے کے لیے کوئی خادم بھی نہ ہو' لوگ آپس میں صلاح مشورہ کرنے لگے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہاں مجھے یاد آیا وہ فلاں بوڑھا جو آنکھوں سے معذور ہے۔ وہ بے چارا برسات کی اندھیری رات میں ٹھوکریں کھاتا ہے۔ اس کے پاس کوئی خادم نہیں جو اسے پکڑ کر لائے اس رقم میں سے ایک خادم کی قیمت نکال لو۔ خادم درمیانی عمر کا ہو۔ نہ اتنا بڑا ہو کہ اسے ڈانٹا کرے۔ نہ اتنا کم عمر ہو کہ اس کی خدمت سے عاجز ہو۔ چنانچہ اس رقم سے پینتیس دینار اس کے نکال لیے گئے۔ بعدازاں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص کو بلایا جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے گھر کے اخراجات کا متولی تھا۔ اس سے فرمایا یہ دینار لے لو۔ ہمارے اہل وعیال پر خرچ کرو یہاں تک کہ میرا وظیفہ جو عامۃ المسلمین کے ساتھ مجھے ملتا ہے۔ حاصل ہو جائے۔ یا اللہ اس سے پہلے ہی فیصلہ فرما دیں۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن عبد الحکم ص: ۴۷)

عنبسہ کے عطیہ کا واقعہ

عنبسہ بن سعید بن عاص رحمۃ اللہ علیہ بنو امیہ کے سادات وشرفاء میں سے تھے اور کثرت سے خلفاء کے پاس اٹھتے بیٹھتے تھے اور خلفاء سے گہرے تعلقات تھے اور اتنے مالدار تھے کہ ان کو مزید مال کی ضرورت نہ تھی لیکن خلفاء سے مانگتا ہی رہتا تھا اور خلفاء اسے دیتے رہتے تھے۔ مگر اس کا پیٹ نہیں بھرتا تھا۔ اس کے پاس سلیمان کی وفات سے پہلے سلیمان کی طرف سے ایک عطیہ آیا جس کی تعداد بیس ہزار دینار تھے۔ اس نے ایک تحریر لکھ کر دے دی تھی کہ یہ رقم بیت المال میں سے لے لی جائے۔ چنانچہ عنبسہ دفاتر میں یہ تحریر لے کر گھومتا رہا حتیٰ کہ مہر لگانے والے دن دفتر پہنچ گیا اتنے میں سلیمان فوت ہو گئے اور بیت المال مقفل کر دیا گیا اور یہ تحریر جدید خلیفہ کے جدید حکم پر موقوف رکھی گئی۔

عنبسہ ناامید نہ تھا کیونکہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اس کے دوست تھے اور ان دونوں میں بڑی محبت تھی۔ ایک دن عنبسہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سلیمان کے عطیہ کے سلسلہ میں صبح صبح جاتے ہیں اور بنو امیہ کو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دروازے پر کھڑا ہوا پاتے ہیں تاکہ وہ آپ سے اپنے مسائل میں گفتگو کریں۔ پھر یہ عنبسہ کو دیکھ کر کہتے ہیں۔

عنبسہ کو واپس آنے دو اور دیکھو کہ ان کا کام بنتا ہے۔ یا نہیں پھر عنبسہ کو کہتے ہیں امیر المومنین کو ہماری اطلاع دے دینا۔ عنبسہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جاتے ہیں۔ امیر المومنین! ہماری آپ سے رشتہ داری ہے اور آپ کی قوم آپ کے دروازے پر کھڑی ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کرتی ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے کے خلفاء جو کچھ انہیں دیا کرتے تھے۔ وہ آپ بھی انہیں دیں۔

فرمایا: عنبسہ میرے مال میں تمہارے لیے گنجائش نہیں، رہا سرکاری خزانہ سو اس میں تمہارا اور ہر عامۃ المسلمین کا برابر کا حق ہے۔ کسی مسلمان کے عزیز ہونے کی وجہ سے اس کا یہ اسلامی حق روکا نہیں جا سکتا۔ بخدا۔ اگر خلافت کے کاموں میں تغیر آ جائے اور سب کی تم جیسی رائے ہو جائے تو یقیناً تم پر اللہ کا مہلک عذاب اتر آئے گا۔

عنبسہ کہتے ہیں۔ امیر المومنین اس صورت میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی قوم آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کسی اور جگہ جانے کی اجازت مانگتی ہے کہ جہاں اس کے سینگ سما جائیں'' میں نے انہیں اجازت دے دی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا۔ انہیں اختیار ہے جہاں چاہیں چلے جائیں۔ البتہ کسی ذمی کو تکلیف نہ پہنچائیں۔ عنبسہ کہتے ہیں۔ امیر المومنین! مجھے سلیمان نے ایک عطیہ دیا تھا۔ پھر جب میں مہر والے دفتر پہنچا تو سلیمان فوت ہو گئے۔ براہ کرم اب آپ میرا یہ کام تکمیل کو پہنچا دیں۔ میرے آپ سے جس قدر گہرے تعلقات ہیں۔ اس قدر سلیمان سے بھی نہ تھے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا

کتنی رقم ہے؟ بولا بیس ہزار دینار۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی بے ساختہ چیخ نکل گئی جیسے انہیں ڈرا دیا گیا ہو۔ بیس ہزار دینار؟

بیس ہزار دینار تو عامۃ المسلمین کے چار ہزار گھرانوں کے کام آ سکتے ہیں اور میں انہیں ایک شخص کو دے دوں؟ بخدا اس کے لیے میرے پاس کوئی راہ نہیں۔

عنبسہ: پھر تو آپ رحمۃ اللہ علیہ مجھے بھی اجازت دیں کہ میں بھی ان کے ساتھ کسی دوسری جگہ چلا جاؤں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ:

میں نے تمہیں بھی اجازت دے دی۔ مجھے تم میں وہی زیادہ پیارا ہے جو ہم پر اپنا بوجھ نہ ڈالے۔

عنبسہ: آخر کار میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے نکلتا ہوں۔ پھر جب دروازے پر پہنچتا ہوں تو آپ رحمۃ اللہ علیہ مجھے آواز دیتے ہیں۔ ابو خالد، ابو خالد، میں لوٹ کر جاتا ہوں کہ شاید آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی رائے بدل دی ہو۔ فرماتے ہیں:

> ''کثرت سے موت کو یاد کیا کرو۔ اگر تم پر تنگی ہے۔ تو موت کی یاد کیا کرو۔ اگر تم پر تنگی ہے تو موت کی یاد تمہاری تنگی دور کر دے گی اور اگر فراخی ہے تو اس سے دنیا ہیچ معلوم ہو گی۔''

مجھے ایسا محسوس ہوا گویا آپ رحمۃ اللہ علیہ مجھ سے مذاق کر رہے ہیں۔ آخر کار میں باہر آنے کے لیے آگے بڑھا تو پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے آواز دی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ پر ترس کھایا۔ میرے تعلقات کا احترام کیا اور فرمایا:

> ''میرے خیالات میں تم کو کہیں جانا نہیں چاہیے کیونکہ تم مالدار رہو اور میں سلیمان کا ترکہ بیچنے والا ہوں تم اسے خرید لو۔ انشاء اللہ خسارے

کی تلافی ہو جائے گی اور اس میں تمہیں فائدہ ہوگا۔"

عنبسہ کہتے ہیں میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کو مبارک خیال کر کے ٹھہرا رہا اور میں نے ایک لاکھ میں سلیمان کا ترکہ خرید لیا پھر میں اسے عراق لے گیا اور دو لاکھ میں بیچ ڈالا۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاحل ص: ۲۰۳،
سیرۃ و مناقب حضرت عمر بن عبد العزیز لابن الجوزی: ۱۳۶)

صاحبزادیوں کی معاشی حالت

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر اپنی صاحبزادیوں کے پاس تشریف لے جاتے حسب معمول ایک رات ان کے یہاں گئے۔ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی آہٹ پاتے ہی انہوں نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیے اور دروازے کی طرف لپکیں۔ آپ نے خادمہ سے اس کا سبب دریافت کیا اس نے بتایا کہ ان کے پاس شام کے کھانے کے لیے کچھ نہیں تھا۔

مجبوراً انہوں نے مسور کی دال اور پیاز سے پیٹ بھرا ہے۔ ان کو گوارا نہ ہوا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے منہ کی بو محسوس ہو۔ یہ سن کر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ رو پڑے اور صاحبزادیوں سے فرمایا بیٹی تمہیں اس سے کیا نفع ہوگا کہ تم رنگا رنگ کے کھانے کھاؤ اور تمہارے باپ کو فرشتے پکڑ کر دوزخ میں لے جائیں اور یہ کہہ کر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ واپس آ گئے اور صاحبزادیوں کی روتے روتے چیخیں نکل گئیں۔

سرکاری کھانے میں اسراف کی اصلاح

خاندان بنی امیہ میں مسلمہ بن عبد الملک سب سے زیادہ مالدار۔ تنعم پرست اور کھانے پینے میں فضول خرچ تھا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی کھانے پینے میں

فضول خرچی کا قصہ پہنچا تو ایک دن ان سے فرمایا کہ کل صبح میرے گھر آنا اور گھر میں فرمادیا کہ آج مسور کی دال کا ثرید بنایا جائے۔ اس کے علاوہ عمدہ قسم کا سالن تیار کیا جائے۔ مسلمہ صبح سویرے گئے اور دن چڑھے تک آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس رہے۔ بھوک لگی۔ تو اٹھ کر جانے لگے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو روک لیا اور فرمایا: ذرا تشریف رکھیے، بیٹھے بیٹھے دوپہر ہوگئی۔ وہ پھر اٹھنے لگے تو فرمایا: ذرا تشریف رکھیے۔ جب حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے محسوس کیا کہ اب یہ بھوک سے بیتاب ہورہے ہیں تو کھانا منگوایا، مسور کی دال کا ثرید پیش کیا گیا۔ مسلمہ دیکھتے ہی اس پر جھپٹ پڑے اور یوں کھانے لگے جیسے کوئی بھوک سے مراجاتا ہو۔ جب پیٹ بھرنے میں کچھ کسر باقی نہ رہی تو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کھانا اُٹھوادیا اور عمدہ لذیذ اور بہترین کھانا طلب فرمایا جب کھانا لایا گیا تو مسلمہ سے فرمایا تناول فرمایئے کہنے لگے میں سیر ہو چکا ہوں۔ اب اور گنجائش نہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب مسور کا ثرید بھی کافی ہوسکتا ہے۔ تو کھانے میں فضول خرچی کرنے اور جہنم میں گھسنے کی کیا ضرورت؟ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد انہیں نصیحت کرنا اور ادب سکھانا تھا۔ چنانچہ اس کے بعد مسلمہ نے اپنی حالت کی اصلاح کر لی۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن عبد الحکم ص: ۵۰)

ککڑیوں کا تحفہ

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اردن سے ککڑیوں کے دو ٹوکرے آئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ کیسے ہیں؟ عرض کیا گیا۔ ککڑیوں کے ٹوکرے اردن کے گورنر نے ہدیہ بھیجے ہیں۔ فرمایا کس چیز پر لاد کر لائے گئے؟ عرض کیا گیا سرکاری ڈاک کی سواریوں پر۔ تو فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان سواریوں پر میرا حق عامۃ المسلمین سے زیادہ نہیں رکھا انہیں لے جاؤ اور فروخت کرکے ان کی قیمت ڈاک کی سواریوں کے چارہ کی مد

میں جمع کر دو۔

راوی کہتا ہے: حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے نے مجھے اشارہ کیا کہ جا! جب ان کی قیمت طے ہو جائے تو میرے لیے خرید لا۔ چنانچہ وہ دونوں ٹوکرے بازار لائے گئے۔ ان کی قیمت چودہ درہم طے ہوئی میں نے یہ قیمت ادا کی اور ٹوکرے خرید کر ان کے بھتیجے کو لا دیئے اس نے ایک خود رکھ لیا اور دوسرے کے لیے کہا یہ امیر المومنین کی خدمت میں لے جاؤ۔ میں نے وہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر کیا تو چونک کر فرمایا یہ کیسا؟ عرض کیا:

وہ دونوں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فلاں بھتیجے نے خرید لیے تھے۔ ایک انہوں نے خود رکھ لیا ہے اور یہ دوسرا آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ فرمایا ہاں! اب میرے لیے ان کا کھانا درست ہے۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن عبد الحکم ص:۵۴)

خلیفہ اور حج

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے غلام مزاحم رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: حج کرنے کو جی چاہتا ہے تمہارے پاس کچھ رقم ہے۔ عرض کیا! دس درہم سے کچھ زائد موجود ہیں۔ تو فرمایا: ان سے کیا حج ہو جائے گا؟ چند دن بعد مزاحم رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا: امیر المومنین! تیاری کر لیجئے۔ ہمیں بنی مروان کے مال سے سترہ ہزار دینار مل گئے ہیں فرمایا: ان کو بیت المال میں داخل کر دو۔ اگر یہ حلال کے ہیں۔ تو ہم بقدر ضرورت لے چلتے ہیں اور اگر حرام کے ہیں۔ تو جتنا ہم کھا چکے ہیں وہی بہت ہے۔ مزاحم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ مجھے یہ بات گراں گزری ہے تو آپ نے فرمایا: دیکھو مزاحم جو کام اللہ کے واسطے کیا کروں اسے گراں نہ سمجھا کرو۔ میرا نفس (ترقی

پسند ہے) بلند سے بلند مرتبے کا مشتاق رہتا ہے جب بھی اسے کوئی مرتبہ حاصل ہوا۔ فوراً اس نے اس سے بلند تر مرتبہ کی تگ و دو شروع کر دی۔ دنیا کے مناصب میں سب سے بلند تر اور بدتر منصب حکمرانی ہے۔ وہ اس نے حاصل کر لیا۔ اب وہ صرف جنت کا مشتاق ہے۔ (اور جنت کے مقابلے میں دنیا کے بڑے سے بڑے مال و دولت اور عزت و منصب کی اس کے نزدیک اب کوئی قیمت نہیں رہی)۔

پھوپھی صاحبہ کا وظیفہ

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خلافت کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پھوپھی صاحبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا کے پاس آئیں اور کہا میں امیر المومنین سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا نے کہا ذرا تشریف رکھیے وہ ابھی مصروف ہیں۔ وہ بیٹھ گئیں۔ تھوڑی دیر بعد غلام گھر سے چراغ لے کر گیا۔ فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا نے کہا: اگر آپ کو کوئی بات کرنی ہے۔ تو اب وہ فارغ ہیں۔ ان کا معمول یہ ہے کہ جب تک مسلمانوں کے کام میں مصروف ہوتے ہیں تو شمع جلاتے ہیں اور اپنا ذاتی کام کرنا ہو تو گھر سے چراغ منگوا لیتے ہیں۔ پھوپھی صاحبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئیں۔ دیکھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ شام کا کھانا تناول فرما رہے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی چند روٹیاں کچھ نمک اور ذرا سا زیتون بس یہ تھا۔ امیر المومنین کا کھانا۔ پھوپھی صاحبہ نے کہا: امیر المومنین میں تو اپنی ایک ضرورت کے لیے آئی تھی۔ مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر مجھے احساس ہوا کہ اپنی ضرورت سے پہلے مجھ کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مسائل پر کچھ کہنا چاہیے۔ آپ نے کہا: فرمائیے پھوپھی صاحبہ نے کہا آپ رحمۃ اللہ علیہ ذرا اس سے نرم کھانا کھایا کریں تو فرمایا: پھوپھی جی! یقیناً میں ایسا ہی کروں مگر کیا کروں اس کی گنجائش ہی نہیں۔

اس کے بعد پھوپھی صاحبہ نے کہا: امیر المومنین! آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چچا عبد الملک

مجھے اتنا وظیفہ دیا کرتے تھے۔ ان کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی ولید آئے تو انہوں نے اس میں اور اضافہ کر دیا۔ اب آپ رحمۃ اللہ علیہ آئے تو میرا وظیفہ ہی بند کر دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: پھوپھی جی میرے چچا عبد الملک میرے بھائی ولید اور میرے بھائی سلیمان آپ رحمۃ اللہ علیہ کو عامۃ المسلمین کا مال دیا کرتے تھے۔ اب یہ مال میرا تو نہیں کہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دیا کروں۔ ہاں! آپ رحمۃ اللہ علیہ چاہیں تو ذاتی مال سے دے سکتا ہوں۔ وہ بولیں اور وہ کونسا؟ فرمایا: وہی جو مجھے دوسو دینار (سالانہ) وظیفہ ملتا ہے۔ پھوپھی صاحبہ: میں تمہارے وظیفے کا کیا کروں گی؟ فرمایا: پھوپھی جی! بس پھر میرے پاس تو یہی ہے۔ اس کے علاوہ میں کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔ یہ سن کر پھوپھی صاحبہ واپس چلی گئیں۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن عبد الحکم ص: ۶۳)

بیت المال کا مال کس کا حق ہے

عنبسہ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ مال کی درخواست کی تھی۔ اس پر انہیں فرمایا: عنبسہ جو مال تیرے پاس پہلے سے موجود ہے اگر وہ حلال کا ہے۔ تو تجھے وہی کافی ہے اور اگر حرام کا ہے۔ تو اس پر مزید حرام کا اضافہ نہ کر۔ تم ہی بتاؤ کیا تم محتاج ہو؟ عرض کیا نہیں فرمایا: کیا تمہارے ذمے قرض ہے؟ عرض کیا: نہیں فرمایا: پھر تم یہ چاہتے ہو کہ میں بلا ضرورت اللہ کا مال اٹھا کر تمہیں دیدوں اور فقراء مسلمین کو یونہی چھوڑ دوں۔ اگر تم مقروض ہوتے تو میں تمہارا قرضہ ادا کر سکتا تھا۔ یا اگر محتاج ہوتے تو بقدر کفایت تمہیں دے سکتا تھا۔ لہٰذا جو مال تمہارے پاس موجود ہے۔ اسی پر بس کیجئے۔ اسے کھایئے اور اللہ سے ڈرتے رہیے اور سب سے پہلے تو یہ دیکھئے کہ یہ مال کہاں سے جمع کیا اور اپنے نفس کی خبر لیجئے قبل اس کے کہ اس ذات سے سابقہ پڑے جس کے ہاں نہ تمہارا کوئی معاہدہ ہے نہ کسی حیل و حجت کی گنجائش۔

مالِ خدا مسلمانوں کی ضروریات کیلئے

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کسی علاقہ کا قاصد آیا رات کے وقت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دروازے پر پہنچ کر دستک دی۔ دربان باہر نکلا تو اس سے کہا کہ امیر المؤمنین سے عرض کیجئے فلاں گورنر کا قاصد دروازے پر حاضر ہے۔ دربان اندر گیا اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو اطلاع کی آپ رحمۃ اللہ علیہ سونے کی تیاری کر رہے تھے کہ اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا اسے بلا لو۔ قاصد اندر داخل ہوا تو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بڑی شمع منگوالی جس کی روشنی کافی تیز تھی۔ قاصد سے اس علاقے کے حالات دریافت فرماتے رہے کہ وہاں کے مسلمانوں اور ذمیوں کی حالت کیسی ہے؟ عامل (گورنر) کا طور و طریق کیا ہے؟ نرخ کیسے ہیں؟ مہاجرین و انصار کی اولاد کے حالات کیا ہیں؟ مسافروں اور فقراء کی کیا کیفیت ہے؟ کیا ہر حقدار کو اس کا حق دیا جاتا ہے؟ کیا کسی کو شکایت تو نہیں؟ گورنر نے کسی سے بے انصافی تو نہیں کی؟ قاصد کو اس خطے کے متعلق جو کچھ معلوم تھا۔ اس نے عرض کیا آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک ایک چیز کے بارے میں کرید کرید کر دریافت فرماتے رہے اور قاصد جواب دیتا رہا۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سوالات کا سلسلہ ختم ہوا تو قاصد نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مزاج پرسی کی۔ صحت کیسی ہے۔ اہل و عیال اور دیگر متعلقین کے احوال دریافت کیے؟ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے پھونک سے شمع بجھا دی اور فرمایا: او لڑکے! ذرا چراغ لائیو، چنانچہ ایک معمولی چراغ لایا گیا جس کی روشنی نہ ہونے کے برابر تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہاں اب جو چاہو پوچھو۔ اس نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اہل و عیال اور متعلقین کے حالات پوچھے آپ رحمۃ اللہ علیہ جواب دیتے رہے۔ قاصد کو شمع بجھانے کے قصہ سے بڑا تعجب ہوا۔ عرض کیا۔ امیر المؤمنین یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک انوکھا کام کیا؟ فرمایا۔ وہ کیا؟

عرض کیا: جب میں نے آپ کی اور اہل و عیال کی مزاج پرسی کی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شمع بجھادی۔ فرمایا بندہ خدا یہ شمع جو میں نے بجھادی تھی۔ اللہ کے مال اور عامۃ المسلمین کے مال سے روشن تھی۔ میں جب تک مسلمانوں کے حالات وضروریات تم سے دریافت کررہا تھا تو مسلمانوں کی خاطر اوران ہی کی ضروریات کے لیے میرے سامنے جل رہی تھی۔ مگر جب تو نے میری ذات اور میرے اہل وعیال کا قصہ شروع کیا میں نے مسلمانوں کی آگ بجھادی۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن عبد الحکم ص: ۱۷۲۔۱۷۳)

ہدیہ یا رشوت

حضرت عمرو بن مہاجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں چند سیب پیش کیے گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قبول نہیں فرمائے۔ عرض کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ہدیہ قبول فرمالیتے تھے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تو واقعی ہدیہ ہوتا تھا۔ مگر ہمارے لیے رشوت ہے اور مجھے اس کی ضرورت نہیں۔''

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن عبد الحکم ص: ۱۷۳)

بیت المال کا موتی اور خلیفہ کی صاحبزادی

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک موتی بھیجا اور فرمائش کی کہ اس کے ساتھ کا ایک اور موتی (بیت المال) سے مل جائے تو کانوں کے آویزے بنا لوں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے آگ کے دو انگارے بھیج دیئے اور ساتھ لکھ بھیجا کہ اگر ان کو کانوں میں پہن سکتی ہو تو دوسرا موتی بھیج دوں گا۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن عبد الحکم ص: ۱۷۳)

صبح وشام دو دِرہم

مسلم بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنے اہل و عیال پر صبح وشام دو درہم صرف فرماتے تھے۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن عبد الحکم ص: ۱۷۳)

ایک حکیمانہ نصیحت

مسلمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نماز فجر کے بعد حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے خلوت خانے میں حاضر ہوا۔ یہاں کوئی اور شخص داخل نہیں ہوسکتا تھا۔ ایک لونڈی صیحانی کھجور کا تھال لائی یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بہت مرغوب تھیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں ہاتھ سے کچھ کھجوریں اٹھائیں اور فرمایا: مسلمہ رحمۃ اللہ علیہ اگر کوئی شخص ان کو کھا کر پانی پی لے کیونکہ کھجور پر پانی پینا بڑا اچھا رہتا ہے۔ تو کیا خیال ہے رات تک کے لیے کافی ہوں گی؟ میں نے عرض کیا مجھے خبر نہیں پھر اس سے کچھ زیادہ اٹھا کر فرمایا اور اتنی؟ عرض کیا: ہاں امیر المومنین! اس سے کم بھی کافی ہوسکتی ہیں اور اتنی کافی کہ ان کے بعد پھر کسی اور کھانے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ فرمایا پھر کس لیے آگ میں داخل ہوتے ہیں۔ مسلمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ یہ نصیحت مجھے جتنی کارآمد ہوئی کبھی کوئی نصیحت کارآمد نہیں ہوئی۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن عبد الحکم ص: ۱۷۴)

امیر المومنین کا صبح وشام کا کھانا

ابو اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ مجھ سے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ایک حبشی غلام نے بیان کیا کہ جاڑے کا دن تھا۔ میں دِیر سمعان (شام) میں حضرت عمر بن عبد

العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے مکان گیا دیکھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک کونے میں بیٹھے دھوپ تاپ رہے ہیں اور ایک چادر لپیٹ رکھی ہے۔ ابو اسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا کپڑا سر پر رکھا اور اسے رخساروں کی ایک جانب سے دونوں ہاتھوں سے پکڑا اور دونوں کہنیاں گھٹنوں پر رکھ کر کہا کہ خصی غلام نے مجھے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا نقشہ اس طرح بتایا تھا۔ میں قریب گیا تو سلام عرض کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ بیٹھو میں بیٹھ گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پھر فرمایا: نیچے ہو جاؤ۔ میرے دل میں القا ہوا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ جوتے اتارنے کو فرماتے ہیں۔ میں نے جوتے اتار دیئے۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ مجھ سے باتیں کرنے لگے۔ میں کچھ بے تکلف اور مانوس ہوا تو یہ گوارا نہ ہوا کہ میں یا سیدی سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب کروں کہ کہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ناگوار نہ ہو۔ اس لیے میں نے عرض کیا: امیر المومنین! آپ اس طرح کیوں بیٹھے ہیں؟ فرمایا میں نے کپڑے دھوئے ہیں۔ عرض کیا: کتنے کپڑے ہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے؟ فرمایا: بس قمیص چادر تہبند ذرا دیر بعد حضرت عمرو بن مہاجر رحمۃ اللہ علیہ آئے۔ یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پہرے دار تھے۔ ان سے فرمایا: تم کہاں تھے۔ وہ بولے میں باہر ایک ذمی کی دادرسی کر رہا تھا؟ فرمایا: فلاں کو بلاؤ ذرا سی دیر میں ایک نوجوان آیا، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے فرمایا: اس کا (یعنی میرا) کھانا ابھی لاؤ۔ وہ فوراً ایک موٹی سی صحنک لے آیا۔

جس میں روٹی کے ٹکڑوں میں پانی، نمک اور زیتون ڈالا تھا۔ فرمایا: کھاؤ جب میں کھانے لگا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اٹھ کھڑے ہوئے اور چلے گئے اور پیچھے سے ان کی پنڈلیوں کی چمک چادر کے نیچے سے مجھے صاف نظر آ رہی تھی۔ یہ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس میرے دن کے قیام کا واقعہ تھا اور جب رات ہوئی تو موذن نے مغرب کی اذان دی آپ رحمۃ اللہ علیہ نکلے اور نماز پڑھی۔ ہم چار آدمی تھے۔ ایک میں دوسرے حضرت عمرو بن مہاجر رحمۃ اللہ علیہ اور دو آدمی انصار کے جو مدینہ سے آئے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نماز سے واپس آئے تو میں اور دونوں انصاری اوپر بالا خانے میں چلے گئے۔ تھوڑی دیر میں وہی صحنک جس میں صبح کھانا

کھایا تھا پھر آ گئی۔ اب اس میں مسور کی دال کا ثرید تھا۔ جس پر پیاز کے تراشے ڈالے گئے تھے۔ یہ صحنک آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خدام اور دربان کے لیے تھی۔ خادم نے یہ صحنک پیش کرتے ہوئے کہا: اگر (امیر المومنین حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اس کے علاوہ کوئی اور کھانا ہوتا تو تمہیں ضرور کھلایا جاتا خود آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی سے روزہ افطار کیا ہے۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن عبد الحکم ص: ۱۷۵۔۱۷۴)

اوزان اور پیمانے

اوزان اور پیمانوں میں چند امور ایسے ہیں۔ جن کا ارتکاب ظلم ہے۔ پیمانے میں جو کبھی (دھوکہ دہی) پیدا ہوتی ہے وہ کم ناپنے سے پیدا ہوتی ہے اور وزن میں کمی بیشی کم تولنے سے وجود میں آتی ہے اور چونکہ پیمانے اور باٹ مختلف ہوتے ہیں اس لیے اس کی بیشی کی وجہ سے لین دین میں ظلم کا اندیشہ اکثر رہتا ہے۔ اس لیے ہماری رائے ہے کہ تمام روئے زمین کا تول اور ناپ ایک ہی ہو۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ٹیکس باقی رہے۔ ٹیکس! سو زمین کے عشر کے علاوہ باقی تمام ٹیکس ساقط کیے جاتے ہیں۔ البتہ زمین کا عشر ضرور وصول کیا جائے گا۔ علاوہ ازیں جزیہ ادا کرنے والے ''ذمی'' تین قسم کے ہیں۔

۱۔ وہ صاحب زمین جو زمین کا جزیہ دیتا ہے۔

۲۔ وہ صنعت پیشہ جو اپنی کمائی کا جزیہ ادا کرتا ہے۔

۳۔ وہ تاجر جو اپنے مال کی درآمد و برآمد کرتا ہے اور اس کا جزیہ دیتا ہے۔ ان سب کے لیے ایک ہی دستور ہے۔ باقی رہے مسلمان سوان کے ذمہ صرف ان کے اموال کی زکوۃ ہے۔ جب وہ زکوۃ بیت المال میں ادا کر دیں گے تو بری الذمہ

ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ ان کے مال پر کوئی تاوان اور ٹیکس نہیں اور جو ٹیکس وصول کیے جاتے ہیں۔ یہ وہی حق تلفی حرام ہے جس سے اللہ رب العزت نے منع فرمایا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ پاک ہے:

وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَ لَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ۝

ترجمہ: ''اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر مت دیا کرو اور زمین میں فساد کرتے ہوئے مت پھرو۔''

(سورۃ الشعراء، آیت ۱۸۳)

مگر اس ظلم صریح کا نام لوگوں نے ٹیکس رکھ لیا ہے۔

تجارت و نظام اراضی

ہماری (عمر بن عبدالعزیز) کی یہ رائے ہے کہ امام صدر مملکت خود تجارت نہ کرے نہ کسی حاکم کے لیے حلال ہے کہ وہ اپنے زیر حکومت علاقہ میں تجارت کرے کیونکہ حاکم جب بھی تجارتی کاروبار کرے گا وہ لامحالہ بہت سی مراعات سے ناجائز فائدہ اٹھائے گا اور وہ ایسے امور کا مرتکب ہوگا۔ جن میں ارتکاب گناہ ضرور لازم آئے گا۔ خواہ وہ ان امور سے بچنے کی کتنی ہی کوشش کرے اور ہماری رائے یہ ہے کہ صرف زمین کی عمارت کو فروخت نہ کیا جائے کیونکہ خریدار اس عمارت کو اپنی ذات کے واسطے خریدتا ہے اور اسے اپنی ذاتی ملکیت بنانا چاہتا ہے۔ اس کا نتیجہ زمین کی ویرانی اور زمین کے مالکوں کی مظلومیت ہوگا اور جو عرب زمیندار اپنی زمین میں آباد نہ ہو اور اس کا جزیہ اس کی زمین سے وصول ہو رہا ہو۔ تو اس کے لیے صرف یہی ہے اور اس کی زمین کا کسان اس کے تاوان کا زیادہ مستحق ہے۔

ہماری رائے ہے کہ زمین والوں سے بیگار لینا ترک کر دیا جائے کیونکہ بہت

سے ظالمانہ اموراس میں داخل ہو جاتے ہیں اور ہماری رائے ہے کہ (فئے کی) پیداواری زمین کی آمدنی کو اسی مقصد کی طرف لوٹا دیا جائے۔ جس کے لیے ان کو تجویز کیا گیا تھا چنانچہ یہ عام مسلمانوں کے وظائف کے لیے رکھی گئی تھیں۔ لہٰذا عام مسلمانوں کا معاملہ نفع کے اعتبار سے افضل اور عظیم برکت کا موجب ہے۔ پھر زمین والوں کی وراثت ان کے ورثاء کے لیے ہے ان کی زمین کے کاشتکاروں کے لیے جو اس کا خراج ادا کرتے ہیں۔ اس لیے ہماری رائے یہ ہے کہ ان سے کوئی چیز واپس نہ لی جائے۔ البتہ اگر (زمین بیت المال کی ہو اور) وہ (غیر مسلم) صرف عامل ہو جس کو امام، اس حق کے مطابق جو اپنے ذمہ سمجھتا ہے۔ اس کے عمل کے لیے مقرر کرے (تو اُس کے ورثاء کی طرف حق کاشت بطور وراثت منتقل نہیں ہوگا)۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ لابن عبد الحکم: ص ۸۶-۸۵)

خلافت کا نظامِ عسکریت

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس شان و شوکت کو جو ملکی فتوحات سے حاصل ہوتی ہے کوئی زیادہ اہمیت نہیں دی۔ اسی لیے ان کا عہد خلافت جو محض اڑھائی سال تک رہا فوجی کارناموں کے لحاظ سے کچھ زیادہ نمایاں نہیں یہاں ہم اس بات کو بھی واضح کیے دیتے ہیں کہ ان کے اس دورِ خلافت میں فتوحات نہ ہونے کی وجوہات یہ تھیں کہ انہوں نے اپنے دورِ خلافت میں زیادہ تر توجہ ان بدعنوانیوں کی درستگی کی طرف لگائی جو ان سے پہلے حکمرانوں کے ادوار میں جنم لے چکی تھیں اور وہ پہلے انہی ملکی پریشانیوں کو حل کرنا چاہتے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ ان کو دورِ خلافت کے لئے بہت کم وقت ملا کہ ابھی وہ اپنے ملکی مسائل کو ہی حل فرما رہے تھے کہ ان کا وقتِ آخر آ گیا لیکن پھر بھی ان کے دورِ خلافت میں جو چند ایک فتوحات ہوئیں ان کا ہم ذیل میں تذکرہ کر رہے ہیں ان کے مسند خلافت سنبھالتے ہی قسطنطنیہ کا محاصرہ اٹھا لیا گیا اگرچہ یہ بات یقینی نہیں کہ انہوں نے مسلمان فوج کو بھی فی الواقع واپس بلا لیا تھا۔ مغرب اقصیٰ میں مسلمان فوجیں سلسلہ کوہ ابرانس (Pyrenees) کو عبور کر کے جنوبی فرانس میں داخل ہو گئیں اور بہت سا مال غنیمت حاصل کر کے اندلس واپس آ گئیں۔ بعد ازاں ایک دوسری مہم کے دوران میں کہ جسے عموماً (لیکن یقینی طور پر نہیں) حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے عہد حکومت سے منسوب کیا

جاتا ہے۔ مسلمان قلعہ بند شہر اربونہ (Narlbonne) پر قابض ہو گئے۔ جسے کچھ عرصے تک انہوں نے اپنا صدر مقام بنائے رکھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی کوشش یہ رہی کہ غیر مذہب والوں کو اسلام قبول کرنے کے لیے تبلیغ اور وعظ و نصیحت کے ذریعے دعوت دیں۔ چنانچہ جب وہ اس طریق سے اسلام قبول کر لیتے تو ان سے کوئی خراج طلب نہ کیا جاتا تھا۔ بربروں میں بالخصوص یہ طریقہ تبلیغ بہت کامیاب ثابت ہوا اور یہاں تک دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ان کے مقرر کردہ عامل اسماعیل بن عبداللہ کے دور میں ایک بربر بھی ایسا نہ رہا جس نے اسلام قبول نہ کیا ہو۔ اسی طرح جب ان کے عامل حضرت عمر بن مسلم الباہلی نے سندھ کے راجاؤں کو قبول اسلام کی دعوت دی اور دیگر مسلمانوں کے ساتھ مکمل مساوات کا وعدہ کیا تو انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ مگر خلیفہ ہشام کے زمانے میں یہ سندھی پھر مرتد ہو گئے تھے۔

(اُردو دائرۃ المعارف اسلامیۃ ۲/ ۲۳۳)

ابھی ان جنگی احوال کو مفصل انداز میں تحریر کیا جاتا ہے جو عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے عہد میں رونما ہوئے۔ یا ان کا جہاد و قتال سے کچھ نہ کچھ واسطہ رہا تھا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں شجاعت کا مفہوم

بنواُمیہ میں بہادری کا ذوق ہی بدل گیا تھا اور خود بھائی بھائی کی خونریزی پر تفاخر کرتا تھا۔ ابتدائے اسلام میں مسلمان مشرکوں سے جنگ کر کے ان کے علاقے فتح کر کے فخر کیا کرتے تھے۔ پھر معاملہ خلط ملط ہو گیا اور جہاد و جنگ میں کوئی فرق نہیں رہا تھا اور باہمی اور اندرونی خانہ جنگی کو بھی جہاد سمجھا جانے لگا یہ بنوامیہ کا قصور تھا وہ اس گناہ کے وبال سے بچنے والے نہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی رائے بنوامیہ کی رایوں سے بالکل مختلف تھی۔ وہ اسی کو بہادر سمجھتے تھے۔ جو دین کی عظمت و احترام کے لیے مشرکوں سے جہاد

کرے اور اسلام کا کلمہ بلند کرے جیسے خود سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور صحابہ کرام نے عملی نمونہ چھوڑا تھا۔ ایک دفعہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک بوڑھا شخص آتا ہے اور مروان کے ساتھ مصر میں دیر جماجم وغیرہ جیسی جنگوں کا ذکر کر کے ان میں اپنے کارناموں پر فخر کرتا ہے۔ ایک انصاری نوجوان لڑکا بھی موجود ہے۔ وہ کھڑا ہوتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ میں اس صحابی کا بیٹا ہوں جو بیعت عقبہ میں اور بدر و احد میں شریک تھے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اے شیخ! دیکھ یہ ہیں قابل رشک کارنامے نہ کہ وہ جن کو تو گنوا رہا ہے۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس نوجوان کی ضرورت پوری کر دی اور شیخ کی نہیں کی۔

(معجم البلدان للیاقوت الحموی: ۱۳۱/۴، سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاھل ص: ۲۵۴)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو اس سے مسرت نہیں ہوتی تھی کہ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اختلاف آراء نہ ہو اور وہ فقہی مسائل میں مختلف نہ ہوں کیونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس اختلاف کے پیچھے خیر و برکت دیکھتے تھے۔ اگر لوگ تمام مسائل میں متفق ہوتے تو وہ مسائل عزائم بن جاتے اور لوگوں کو رخصت کا جو باعث تخفیف ہے۔ استحقاق حاصل نہ ہوتا۔ اس کے ماسوا لوگوں کے درمیان فتنوں کی آگ بجھانے میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کافی دوڑ دھوپ کی آپ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اختلافات میں اور اہل صفین سے جنگ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ وہ خون ہیں کہ حق تعالیٰ نے ان سے میرے ہاتھ پاک رکھے ہیں۔ تو کیا میں ان سے اپنی زبان پاک نہ رکھوں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بمنزلہ آنکھوں کے ہیں۔ دکھی ہوئی آنکھوں کی دوا ان کا نہ چھونا ہی ہے۔

(معجم البلدان للیاقوت الحموی: ۱۳۱/۴،

سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاھل ص: ۲۵۴)

اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ مختلف جماعتوں میں محبت و پیار کے جذبات ابھارتے رہے اور شیعہ اور علویہ کے جوش پر پانی چھڑکتے رہے۔ اسی طرح خارجیوں کو ادب سکھاتے رہے۔ پھر جاہلیت کی ناحق حماقت کو مٹانے لگے۔ جو یمنی اور حضرمی حضرات میں پیدا ہوگئی تھی۔

(الانصاف ص: ۱۵۰، الموافقات للشاطبی: ۳۲۰/۴

سیرت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاھل ص: ۴۵۵)

اس سکون و عافیت کے سائے میں جو لوگوں پر چھایا ہوا تھا۔ عباسی دعوت کا آغاز ہوا اور محمد بن علی بن عباس نے اپنے داعی اسلامی ملک کے اطراف میں روانہ کیے۔

(الرشد ۱۲۸/۴)

فتوحات

حکومت اور سلطنت کے باب میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نقطہ نظر دوسرے خلفاء سے بالکل جداگانہ تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد اس کی توسیع نہیں بلکہ اس کی اصلاح تھی۔ اس لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں جو شے سب سے زیادہ آخری درجہ پر نظر آتی ہے۔ وہ فوجی سرگرمی ہے۔ چنانچہ سلطنت کے بقا و تحفظ اور قیام امن کی ضروریات کے علاوہ جارحانہ اقدام بہت کم ہوا۔ صرف اندلس کے بعض علاقوں اور سندھ کی بعض فتوحات کے علاوہ کوئی قابل ذکر فتوحات نہیں ہوئیں۔

خوارج کا مقابلہ

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت سے لے کر اس وقت تک کی اسلامی تاریخ مسلمانوں کے خون سے رنگین تھی۔ اس لیے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس

میں اتنی احتیاط برتی کہ مفسدہ پرداز اور فتنہ پرست اسلامی فرقوں کے خلاف بھی تلوار نہ اٹھائی۔ خوارج بنی امیہ کے پرانے دشمن تھے۔ ان کی مخالفانہ روش حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے عہد میں بھی قائم رہی۔ اپنے ہر ممکن طریقہ سے ان کو سمجھا بجھا کر باز رکھنے کی کوشش کی۔ چنانچہ عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ والی کوفہ کو جو خوارج کے مقابلہ میں تھے۔ لکھا کہ جب تک یہ لوگ خون ریزی اور فساد نہ کریں ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے۔ ایک دور اندیش اور مستقل مزاج آدمی کو میرا یہ حکم سنا کر تھوڑی سی فوج کے ساتھ بھیج دو۔ اس حکم کے مطابق عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن العزیز بجلی کو دو ہزار سپاہیوں کے ساتھ روانہ کر دیا۔

اس سلسلہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے بھی زیادہ احتیاط یہ فرمائی کہ خوارج کے سردار بسطام کو خط لکھ کر اصلاح و مناظرہ کی دعوت دی کہ آؤ ہم اور تم مناظرہ کر لیں۔ اگر ہم حق پر ہوں تو تم عام لوگوں کی طرح حلقہ اطاعت میں داخل ہو جاؤ اگر تم حق پر ہو تو ہم اپنے معاملہ پر غور کریں۔ اس دعوت پر بسطام نے دو شخصوں کو مناظرہ کے لیے بھیجا اور فریقین میں مناظرہ ہوا۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں ہر طرح سمجھانے کی کوشش کی لیکن ان پر افہام و تفہیم کا کوئی اثر نہ ہوا اور وہ اپنی مفسدانہ روش سے کسی طرح باز نہ آئے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے آخر میں مجبور ہو کر ان شرائط کے ساتھ ان سے جنگ کرنے کی اجازت دی کہ

۱۔ عورتیں، بچے اور بوڑھے انسان قتل نہ کیے جائیں۔

۲۔ فتح کے بعد جو مال غنیمت ہاتھ آئے وہ ان کے اہل و عیال کو واپس کر دیا جائے۔

۳۔ قیدی اس وقت تک مقید رہیں جب تک راہ راست پر نہ آ جائیں۔

ان پابندیوں کے ساتھ عبدالحمید نے ان پر حملہ کیا لیکن شکست اٹھائی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو مسلمہ بن عبدالمالک کو روانہ کیا۔ انہوں نے

چند دنوں میں قابو پالیا۔

(تابعین للذہبی ص: ۹۔۳۴۸)

فتح برقہ وزویلہ

بلاذری نے یزید بن ہیثم بن ابی حبیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے لواتیات کے متعلق یہ حکم جاری کیا کہ جس کے پاس کوئی لواتیہ ہو اسے چاہیے کہ یا تو وہ اس کے باپ کی معرفت اس سے نکاح کر لے یا اس کے خاندان میں واپس بھیج دے۔ راوی کہتا ہے۔ لواتہ بربروں کا ایک چھوٹا گاؤں ہے۔ جس سے معاہدہ تھا۔

(فتوح البلدان للبلاذری ص: ۳۲۵)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اور خوارج

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں شوذب خارجی ظاہر ہوا اور اس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ جو ربیعہ وغیرہ کی کچہری سے نکلے تھے۔ بہت قوت پکڑ لی۔ عباد بن عباد مہلبی محمد بن زبیر حنظلی سے بیان کرتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے میرے ساتھ عون بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود کو بھیجا انہوں نے جزیرہ میں خروج کیا تھا اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں ان کی طرف ایک خط بھی دیا تھا۔ جو ہم نے انہیں پہنچا دیا تو انہوں نے ہمارے ساتھ اپنے دو آدمی بھیجے جن میں سے ایک بنو شیبان سے تھا اور دوسرے میں حبشیت پائی جاتی تھی۔ وہ بڑا تیز زبان اور معارضہ کرنے والا تھا ہم انہیں خناصرہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لائے اور ان کے کمرے میں چلے گئے۔ جس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے بیٹے عبد الملک اور اپنے کاتب مزاحم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ موجود تھے۔ ہم

نے ان دونوں کی پوزیشن کا ذکر کیا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ان کی تلاشی لو کہیں ان کے پاس تلوار نہ ہو ہم نے ان کی تلاشی لی جب وہ آپ کے پاس آئے تو دونوں نے السلام علیک کہا اور بیٹھ گئے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں کہا کہ مجھے بتاؤ تمہیں کس امر نے اس بات پر آمادہ کیا ہے اور تم ہم پر کیوں ناراض ہو تو اس شخص نے گفتگو شروع کی جس میں حبشیت پائی جاتی تھی۔ اس نے کہا خدا کی قسم ہم آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت پر ناراض نہیں آپ عدل واحسان کے ساتھ بدلہ دیتے ہیں لیکن ہمارے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان ایک بات ہے۔ اگر آپ نے ہماری وہ بات مان لی تو ہم تمہارے ساتھ ہیں اور اگر آپ نے ہماری وہ بات نہ مانی تو ہمارا تمہارے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا وہ کیا چیز ہے؟

اس نے کہا ہم نے دیکھا ہے کہ آپ اپنے اہلبیت کے عمال کی محافظت کرتے ہیں اور ان کا نام مظالم رکھتے ہیں اور ان کے مخالف رستے پر چلتے ہیں۔ اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ خیال ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہدایت پر ہیں اور وہ گمراہی پر ہیں تو ان پر لعنت کیجئے اور ان سے اظہار بیزارگی کیجئے۔ یہ بات ہمارے درمیان اتفاق وافتراق پیدا کرے گی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے یہ رویہ دنیا کے لیے اختیار نہیں کیا بلکہ آخرت کے لیے کیا ہے لیکن تم غلط راہ پر چل نکلے ہو۔ میں تم سے کچھ باتیں پوچھنے والا ہوں۔ بخدا تمہیں ان کے متعلق مجھے سچ سچ بتانا ہوگا کیا تم سیدنا ابوبکر صدیق اور سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو جانتے ہو کیا وہ تمہارے اسلاف میں سے اور ان لوگوں میں سے نہ تھے۔ جن سے تم محبت رکھتے ہو اور ان کی نجات کی گواہی دیتے ہو۔ ان دونوں نے کہا بیشک ایسا ہی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کیا تمہیں علم ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات پا گئے اور عرب مرتد ہو گئے تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے جنگ کی اور خون ریزی کی اور اموال حاصل کیے اور بچوں کو قیدی بنایا ان دونوں نے جواب دیا۔ ہاں

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کیا تمہیں علم ہے کہ جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان قیدیوں کو ان کے اصحاب کی طرف لوٹا دیا ان دونوں نے جواب دیا۔ ہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کیا سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیزاری کا اظہار کیا؟ ان دونوں نے جواب دیا نہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کیا تم اہل نہروان کو جانتے ہو؟ کیا وہ تمہارے اسلاف میں سے اور ان لوگوں میں سے نہیں جن سے تم محبت رکھتے ہو اور ان کی نجات کی گواہی دیتے ہو؟ ان دونوں نے جواب دیا بے شک ایسا ہی ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کیا تمہیں علم ہے کہ جب وہ اہلِ کوفہ کے پاس گئے تو انہوں نے اپنے ہاتھ روک لیے نہ خون ریزی کی اور نہ امان والے کو خوف زدہ کیا اور نہ مال لیا ان دونوں نے جواب دیا۔ ہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کیا تمہیں علم ہے کہ جب اہل بصرہ شیبانی اور عبداللہ بن وہب اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ ان کی طرف گئے تو انہوں نے لوگوں کو بغیر وجہ دریافت کیے قتل کیا ان کی ملاقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی سیدنا عبداللہ بن خباب بن ارت رضی اللہ عنہما سے ہوئی تو انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو اور آپ رضی اللہ عنہ کی لونڈی کو قتل کر دیا۔ پھر انہوں نے عرب کے ایک قبیلہ کو لوٹا اور ان کو کھڑا کر کے مردوں، عورتوں اور بچوں کو قتل کر دیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے پنیر کی کھولتی ہوئی دیگوں میں بچوں کو ڈال دیا ان دونوں نے کہا ایسا ہوا تھا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بصریوں نے کوفیوں سے اور کوفیوں نے بصریوں سے بیزاری کا اظہار کیا؟ ان دونوں نے جواب دیا نہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کیا تم ان دونوں میں سے کسی ایک گروہ سے اظہار بیزاری کرتے ہو؟ دونوں کہنے لگے نہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کیا تم دین کو ایک کہتے ہو یا دو۔ دونوں کہنے لگے۔ ایک سمجھتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کیا تمہیں اس میں کوئی ایسی بات نظر آتی ہے۔ جو مجھ سے رہ گئی ہو۔ ان دونوں نے کہا نہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا پھر تم سیدنا ابوبکر صدیق اور سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے کیسے

محبت رکھتے ہو اور وہ دونوں بھی آپس میں ایک دوسرے سے محبت رکھتے تھے اور تم اہل کوفہ اور اہل بصرہ سے محبت رکھتے ہو اور وہ دونوں بھی آپس میں ایک دوسرے سے محبت رکھتے تھے حالانکہ وہ بڑی بڑی باتوں یعنی نسل واموال اور خون میں اختلاف رکھتے ہیں اور مجھے تمہارے خیال کے مطابق اپنے اہلِ بیت پر لعنت اور ان سے اظہار بیزاری کے بغیر کوئی چارہ ہی نظر نہیں آتا۔ کیا تمہارے خیال میں گنہگاروں پر لعنت کرنا مفروض فریضہ ہے۔ جس کے بغیر چارہ نہیں اور اگر ایسا ہی ہے تو اے بات کرنے والے مجھے بتا کہ تو کب سے فرعون پر لعنت کر رہا ہے؟

اس نے جواب دیا مجھے تو یاد نہیں کہ میں نے اس پر کبھی لعنت کی ہو۔ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا تیرا برا ہو تو فرعون پر کیوں لعنت نہیں کرتا وہ تو ساری مخلوق سے خبیث آدمی ہے اور تیرے خیال میں مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلِ بیت پر لعنت کرنے اور ان سے بیزاری کیے بغیر چارہ ہی نہیں۔ تمہارا برا ہو۔ تم جاہل لوگ ہو۔ تم نے ایک بات کا ارادہ کیا اور اس میں ٹھوکر کھا گئے تم لوگوں کو وہ بات کہتے ہو جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے قبول نہیں کیا۔ تمہارے ہاں اسے امان حاصل ہوتی ہے۔ جو آپ سے خائف ہوتا تھا اور تمہارے ہاں وہ شخص خوف زدہ ہوتا ہے۔ جسے آپ کے ہاں امان حاصل ہوتی تھی۔ دونوں کہنے لگے ہم تو ایسے نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا تم عنقریب اس کا اقرار کرو گے کیا تمہیں علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کی طرف مبعوث ہوئے تھے اور وہ بت پرست تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بتوں سے علیحدگی اختیار کرنے اور خدا کی توحید اور اپنی رسالت کی شہادت دینے کی دعوت دی اور جس نے یہ شہادت دے دی۔ اس نے اپنے مال اور جان کو محفوظ کر لیا۔ اور اس کی حرمت داجب ہوگئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کے لیے نمونہ تھے۔ دونوں کہنے لگے ہاں! آپ رحمہ اللہ نے فرمایا کیا تم اس بات کی تلقین نہیں کرتے کہ جو شخص بتوں کو چھوڑ دے اور توحید و رسالت کی گواہی دے اس کے خون

اور مال کو حرام سمجھو اور تم یہ تلقین بھی کرتے ہو کہ یہود و نصاریٰ اور دیگر ادیان کے آدمیوں میں سے جو توحید و رسالت کا اقرار کرتے ہوں۔ حبشی کہنے لگا میں نے آج تک آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل سے واضح دلیل نہیں سنی۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ حق پر ہیں اور جو آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ میں ان سے برأت کا اعلان کرتا ہوں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے شیبانی سے کہا تیری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت اچھی اور واضح بات کی ہے لیکن جب تک میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بات کو مسلمانوں پر پیش کر کے ان کی حجت کا جائزہ نہ لے لوں۔ مسلمانوں کے متعلق کوئی فتویٰ نہیں دیتا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تو بہتر جانتا ہے۔ اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ واپس چلے گئے اور حبشی کو ٹھہرا لیا اور اسے عطیہ دینے کا حکم دیا وہ پندرہ دن تک ٹھہرا رہا پھر مر گیا۔ شیبانی اپنے ساتھیوں کے ساتھ جا ملا اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ان کے ساتھ ہی قتل ہو گیا۔

جن باتوں کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ ان کے علاوہ بھی حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے ساتھ خط و کتابت اور مناظرے کیے ہیں اسی طرح بنی امیہ میں سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اسلاف وغیرہ نے بھی جو شہروں کے والی تھے۔ ان سے مناظرے کیے ہیں۔ ہم نے ان کا ذکر اور ان لوگوں کا ذکر جن کا نام خوارج نے امیر المومنین رکھا اور ازارقہ، اباضیہ، حمریہ نجدات اور خلقیہ اور صعریہ اور دیگر انواع حروریہ نے جنہیں امامت سے خطاب کیا ہے۔

ان کا ذکر بھی کیا ہے اور ان میں سے جو اس وقت تک جن جن علاقوں مثلاً بلاد شہرزور بحستان اصطخر بلاد فارس، بلاد کرمان، آذربائیجان، بلادِ کرمان، جبلِ عمان، ہرات، بلاد خراسان، جزیرہ اور نشیبی تاہرت وغیرہ سکونت پذیر ہوئے ہیں ان کا ذکر بھی اخبار الزمان اور الاوسط میں کیا ہے۔

خوارج کے بعض شعراء

ہم نے خوارج کے گزشتہ ائمہ کی ایک ایسی جماعت کا بھی ذکر کیا ہے۔ جو شعراء تھے ان میں سے مصقلہ بن عتبان شیبانی جو بڑے خارجیوں میں سے تھا کہتا ہے:

''امیر المومنین کو یہ پیغام پہنچا دو کہ خیر خواہ کو اگر آپ سے خوف زدہ نہ کیا جائے تو وہ قریب ہی ہے اگر تو بکر بن وائل سے راضی نہ ہوا تو عراق میں تجھے ایک مشکل دن کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اگر کوئی ہم میں سے تھا تو وہ مروان اور اس کا بیٹا اور حضرت عمرو اور ہاشم اور حبیب تھے اور ہم میں سے سوید بطین قعنب اور امیر المومنین شبیب تھے اور بنت والی غزالہ ہم میں سے قابل تعریف تھی اس کا مسلمانوں کے تیروں میں حصہ تھا اور جب تک ہماری سرزمین کے منبروں پر ثقیف کا خطیب کھڑا ہوتا ہے۔ اس وقت تک صلح نہیں ہو سکتی۔''

اسی طرح ہم نے شبیب کی ماں کے واقعات اور عدالت کے متعلق ان اجتہادات کا ذکر کیا۔ اس بارے میں ایک شاعر کہتا ہے:

''شبیب کی ماں نے شبیب کو جنا ہے۔ بھیڑیے کی مادہ، بھیڑیا ہی جنتی ہے۔''

خوارج کے بعض علماء

ان کے علماء جیسے یمان وغیرہ کے واقعات جس نے خوارج کے مذہب کے متعلق کتب تصنیف کی تھیں۔ عبد اللہ بن یزید اباضی ابو ملک حضرمی اور قعنب وغیرہ ان کے علماء میں سے تھے۔ یمان بن رباب خوارج کے چوٹی کے علماء میں سے تھا۔ دونوں ہر سال

تین دن کے لیے اکٹھے ہوتے اور مناظرہ کرتے۔

(تاریخ مسعودی حصہ سوم ص ۲۳۶ تا ۲۴۰)

اسلامی لشکر

اس طرح مسلمانوں کے شہروں میں اور امیروں میں خواہش وشر رینگنے لگا۔ سرحدوں پر اور اطراف ممالک میں اسلامی فوج کچھ تو ڈگمگا رہی تھی اور کچھ منتشر و پراگندہ ہو گئی تھی اور گھٹ رہی تھی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے سوچا کہ تیر کمانوں سے روک لیے جائیں تاکہ اندرون حکومت میں طاقت آئے اور مفتوحہ علاقوں میں لوگ اسلام کی حقیقت کو پہچان جائیں۔ یہ اس بات سے بہتر ہے کہ افواہ کرنے والے کے لیے انتشار بڑھتا ہی جائے۔

بقول مؤرخین عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی ایک سیاسی غلطی

یہ تو ٹھیک ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ مشہور نہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ فنون حرب وسیاست میں ماہر تھے اور نہ یہ ثابت ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اسلامی فوج کے ساتھ کسی جنگ میں شریک ہوئے بجز اس کے کہ ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سلیمان کے ساتھ موسم گرما کی فوج میں شامل ہوئے تھے۔ پھر سلیمان اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ میں اختلاف ہو گیا۔ سلیمان تو آگے بڑھ گئے اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ واپس آ گئے۔ اسی لیے مؤرخین کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے سرحدوں سے فوجیں ہٹا کر سیاسی غلطی کی اور ان قریبی فتوحات کو معطل کر دیا جو تمام یورپ میں مشرق سے مغرب تک پھیل جانے والی تھیں اور قلب یورپ سے روم۔ قوطہ اور تمام یورپ کے اعضاء پر مسلط ہو جانے والی تھیں پھر شرک یورپ کے عین وسط میں اپنا دم توڑ دیتا۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاھل ص: ۲۴۳)

فتوحات کے سلسلے میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سیاست فتوحات میں بنوامیہ کے خلاف تھے کیونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ دیکھتے تھے کہ فتوحات سے جو مقصد ہے کہ دنیا کو عروج حاصل ہو وہ پورا نہیں ہوتا کیونکہ فتوحات سے اوّلین غرض یہ تھی کہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دی جائے تا کہ وہ مشرف بہ اسلام ہوں لیکن اس کے برعکس فتوحات کا محض یہ مقصد رہ گیا کہ ثروت و دولت، قیدی اور غلام زیادہ سے زیادہ حاصل کیے جائیں۔ کاش بات اسی پر آ کر ختم ہو جاتی لیکن فتوحات کا مقصد بالکل متضاد ہو گیا کیونکہ اب فتوحات امراء اور حکام کی مالداری کا ذریعہ بنالی گئیں اور مسلمانوں سے بھی جزیہ لیا جانے لگا تا کہ ان کے قول کے بموجب بیت المال خالی نہ ہو۔ اس لیے لوگ خیال کرنے لگے کہ اسلام لانے سے کیا فائدہ جب ہر حال میں جزیہ ہی دینا ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں اسلامی فوج

آج کی اسلامی فوج اور اس کے سپہ سالار وہ نہ تھے۔ جو پہلے طبقہ کی اسلامی فوج تھی اور سپہ سالار تھے۔ اس لیے ان میں صحابہ کرام جیسی بہادری نہ تھی جو دین پر قربان ہونے کے لیے سر سے کفن باندھ کر نکلا کرتے تھے۔ آج کی فتوحات فاتحین کے کندھوں پر بھاری ہوتی تھیں کیونکہ ان میں مال غنیمت نہیں بانٹا جاتا تھا اور وہ غلاموں کو چھوڑ کر آقاؤں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا اور اسلام ان علاقوں میں آ کر ان کی بیزاریوں میں اضافہ ہی کرتا تھا۔ اس سے تو اگر اسلام کا دامن تنگ ہو مگر ہو محفوظ وہی بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ اسلام کا دامن وسیع ہو اور کمزور سرحدوں سے گھرا ہوا ہو۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی یہی رائے تھی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فوج واپس بلائی۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاھل ص: ۲۴۴، الآداب السلطانیہ للفخری ص: ۱۷۶)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ حق بجانب تھا

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا خیال بالکل صحیح تھا کیونکہ بگاڑ گمان سے بھی کہیں زیادہ تھا اور جو شہر فتح کیے جانے والے تھے۔ ان کا فتح کرنا کوئی سہل و آسان کام نہ تھا کہ ان کے فیصلوں کے آگے اسلامی فوج قربان کردی جاتی اور مال بہا دیا جاتا۔ اور اگر انہیں فتح کر بھی لیا جاتا۔ تو وہ مسلمانوں میں فساد اور بھاری پریشانی ہی کا باعث بنتے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنی رائے پر قائم رہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فی الفور اطراف ممالک سے فوج واپس بلائی سوائے اس فوج کے جو معرکہ کارزار میں تھی۔ یا اس سرحد پر متعین تھی۔ جس پر دشمن کے حملہ کا خطرہ تھا۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاھل ص: ۲۴۴)

مسلمہ بن عبد الملک کی فوج کو واپس آ جانے کا حکم

سب سے پہلے وہ فوج جس پر تضیع کا خطرہ تھا مسلمہ بن عبد الملک کی فوج تھی۔ مسلمہ نے سلیمان کے زمانے میں قسطنطنیہ کا سخت ترین محاصرہ کر رکھا تھا اور انہیں لگاتار خشکی اور تری سے کمک پہنچ رہی تھی اور منجنیق (پتھر پھینکنے کی مشین) کو نصب کر رکھا تھا اور عرب رُومیوں پر روغن نفط (یہ ایک معدنی گندھکی تیل (Crude) ہے۔ جو بہت جلدی آگ پکڑ لیتا ہے) چھڑک رہے تھے اور مصری بیڑا تیزی سے مدد کے لیے آ رہا تھا اور قریب تھا کہ قسطنطنیہ فتح ہو جاتا اگر جنرل لیو العیوری جو اصل میں شامی تھا۔ اس شہر کو مسلمہ سے اپنی حسن تدبیر سے نجات نہ دِلاتا۔ پھر رومیوں اور بلغاریوں نے بھوک، وبا اور سردی کے خطرات سے مدد لی اور ان تینوں نے مسلمانوں کے مصائب میں اضافہ کر دیا۔ اسی اثنا میں سلیمان فوت ہو گیا لیکن ان کی موت نے اس کے بھائی مسلمہ کے عزم میں کوئی خلل نہیں

ڈالا اور وہ برابر شہر کا محاصرہ کیے رہے اگرچہ فوج ہلاک ہو ہو کر کم ہو رہی تھی آخر کار حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے تمام فوج کی تباہی کے خوف سے حکم بھیجا کہ مسلمہ مع فوج کے واپس لوٹ آئیں۔ مسلمہ نے اس حکم کی فوراً تعمیل کی اور واپسی میں گھوڑے تراش راستہ کی آبادیوں سے ٹیکس وصول کرتے ہوئے لوٹ آئے اور لوٹ کھسوٹ کی جو کسر باقی تھی۔ وہ انہوں نے پوری کر دی۔ ان کی وجہ سے راہ کی بستیوں میں چاروں اطراف سے چلنے والی آندھی آئی۔

(تاریخ العرب المطول ص: ۳۶۷، سیرت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاھل ص: ۲۴۵)

طرندۃ کی فوج کو واپس آنے کا حکم

پھر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے طرندۃ کی فوج کو ملطیہ واپس آنے کا حکم دیا جو روم میں ملطیہ سے تین منزل پر ایک شہر ہے۔

لیکن اقتضائے مشرق و مغرب میں ہمیشہ جنگ کا دامن تنگ ہی رہا۔ سمع بن مالک خولانی اندلس میں برسرِ پیکار تھے۔ حتیٰ کہ شہر سیتمانیہ پر قابض ہو گئے۔ پھر اس سے انوبہ میں اتر آئے جو بعد میں عربوں کے لیے ایک مضبوط قلعہ بن گیا اور ایک صنعتی شہر بن گیا اور حاتم بن نعمان باہلی آذربائیجان کی طرف سے جنگ میں مصروف تھے اور حملہ آوروں کو وہاں سے نکال رہے تھے۔

(حمایۃ الاسلام ۱/۱۷۶، سیرت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاھل ص: ۲۴۶)

فاتحین کا مفتوحہ اقوام سے حسن سلوک

یہ تو ایک قطعی فیصلہ تھا کہ اگر فاتحین غازی لوگوں سے اچھا معاملہ کریں گے تو اسلام میں لوگ جوق در جوق داخل ہو جائیں گے اس طرح بہت سے سندھی امراء نے

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت مان لی جب آپ نے انہیں اسلام کو سینے سے لگانے کی دعوت دی اور عربی نام اپنا لیے۔

(النجوم الزاھرہ ص: ۲۴۰، سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاھل ص: ۲۶۷)

۹۹ھ میں خود شاہ ہند مسلمان ہو گیا اور اس نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مشک عنبر، اگر بتیاں اور کافور بطور تحائف بھیجے۔

(الکامل فی التاریخ لابن الاثیر: ۵/ ۲۴،

سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاھل ص: ۲۶۷)

اور دریائے سندھ کے ماوراء بہت سے ہندو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت سے مسلمان ہو گئے۔ جراح بن عبد اللہ حکمی والی خراسان نے اسلام کی دعوت کے سلسلہ میں سخت دوڑ دھوپ کی اور اس کے لیے خلوص سے کام کیا اور تقریباً چار ہزار غیر مسلموں کو مسلمان بنایا۔ پھر انہیں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا۔ دیکھو جو تمہارے قبلہ کی طرف نماز پڑھتا ہے۔ اس سے جزیہ موقوف کر دو۔ اور ان کی اس حکمتِ عملی سے لوگ اسلام کی طرف دوڑ پڑے۔

(الدعوۃ الی الاسلام ص ۶۷،

سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاھل ص: ۲۶۸)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے اندر دعوت اسلام کا جذبہ اس قدر کارفرما تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ رُوم لادن ثالث کو بھی اسلام کی دعوت دی۔

عہدِ عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ میں تالیف قلب

گویا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں تالیف قلب والوں کا بھی حق لوٹ آیا۔ جب کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اسے کچھ وجوہات کی بنیاد پر ختم فرما دیا تھا۔ لہٰذا یہ ایک منظم

حرکت کے ساتھ جس کی مقدار دینی دعوت کے پھیلانے اور قبول کرنے میں بہادری کا اظہار ہے۔ دین کی طرف متوجہ ہونے کا سبب بن گئی۔ مختلف اقوام نے خلیفہ وقت اور ان کے حکام کی اس محبت و پیار کی دعوت سے لوگ اسلام کی طرف جوق در جوق تشریف لاتے دکھائی دینے لگے ایک روایت میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عیسائی پادری کو اس کے دل میں اسلام کی محبت پیدا کرنے کے لیے ایک ہزار دینار دیئے اور یہ تالیفِ قلب کا یہ عمل تعلیم قرآن اور اسوۂ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جس کو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنے دورِ خلافت میں خوب رائج العمل بنایا۔

کثیر الناس کا قبولِ اسلام

باوجودیکہ نومسلموں کو عشر معاف نہیں کیا جاتا تھا۔ تاہم حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس کام میں جس کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نانا سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ لے کر کھڑے ہوئے تھے۔ ایسی حیرت انگیز کامیابی حاصل کی جس کی مثال نہیں ملتی۔ آخر کار پر خطر جماعتیں تیزی سے اسلام میں شامل ہونے لگیں۔ جزیہ کا معاف کرنا اور ذمیوں کے قبضے میں زمینیں رہنے دینا اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا یہ تمام ایسے محرکات تھے۔ جو لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہونے کی رغبت دیتے تھے۔

(تاریخ العرب المطول ص: ۲۷۵،

سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاہل ص: ۲۶۸)

خارجیوں کے نام مراسلہ

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے خارجیوں کے نام لکھا:

اللہ کے بندے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ امیر المومنین کی طرف

سے اس گروہ کے نام جس نے خروج کیا ہے۔

اما بعد۔ میں تمہیں اللہ کی کتاب اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی طرف دعوت دیتا ہوں حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ○

ترجمہ: ”اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے (جو لوگوں کو) خدا کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔“

(سورۃ فصلت (حٰم السجدۃ) آیت:۴۱)

نیز فرماتے ہیں:

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ○

ترجمہ: ”اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے بلائیے اور ان سے اچھے طریقے سے بحث کیجئے۔ آپ کا رب خوب جانتا ہے۔ اس شخص کو بھی جو اس کے راستہ سے گم ہوا اور وہی راہ پر چلنے والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔“

(سورۃ النحل:۱۶، آیت:۱۲۵)

اور میں تمہاری خون ریزیوں کے معاملہ میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں (یعنی خدا کا واسطہ دیتا ہوں) اس امر سے کہ تم اپنے بڑوں کا سا طرز عمل اختیار کرو‘ جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو

دکھاتے ہوئے نکلے اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے تھے اور اللہ ان کے اعمال کو احاطہ میں لیے ہوئے ہے۔

پس کس گناہ کی بنا پر تم اپنے دین سے نکلتے ہو۔ خون حرام کو حلال کرتے ہو اور مال حرام سمیٹتے ہو؟ اور اگر سیدنا ابو بکر صدیق و سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی کوتاہیاں ان کی رعیت کو اُن کے دِین سے نکالنے والے تھے؟۔ سیدنا ابو بکر صدیق و سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما سے بھی بشری تقاضا کے پیشِ نظر کوتاہیاں ہو گئی تھیں۔ جب کہ تمہارے باپ دادا بدستور ان کی جماعت میں رہے انہوں نے تو لشکروں کے مقابلے میں تمہاری شوکت کے باوجود جماعت سے خروج نہیں کیا اور تمہاری کل تعداد تو چالیس سے کچھ زیادہ آدمی ہیں۔ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ اگر تم میری نابالغ اولاد ہوتے اور پھر تم ان امور سے جو ہم نے اپنی ولایت میں عام لوگوں کی خاطر کیے ہیں اعراض کرتے تو میں اللہ کی رضامندی اور ثواب آخرت کی خاطر تمہارا خون بہا دیتا۔

کیونکہ حق تعالیٰ کا فرمانِ مبارک ہے:

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَ لَا فَسَادًا ؕ وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝

ترجمہ: ”یہ عالم آخرت ہم انہی لوگوں کے لیے خاص کرتے ہیں جو دنیا میں نہ بڑا بننا چاہتے تھے اور نہ فساد کرنا اور نیک نتیجہ متقی لوگوں کو ملتا ہے۔“

(سورۃ القصص ۲۸، آیت: ۸۳)

یہ میں نے خیر خواہی کی بات کہی ہے۔ اگر تمہیں پسند ہو اور اگر تم اسے بد خواہی سمجھو تو ہوتی آئی ہے کہ لوگ خیر خواہوں کو بد خواہ سمجھتے ہیں۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔"

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ للسید الاھل ص:٦ـ۴۹)

قتال کے آداب

اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا:

"یہ وہ تحریر ہے۔ جس کی وصیت اللہ کے بندے عمر بن عبد العزیز امیر المومنین نے منصور بن غالب کو کی۔ جبکہ ان کو اہل حرب سے قتال کرنے اور اہل صلح میں سے جو شخص مقابلے میں آئے اس سے لڑنے کے لیے بھیجا۔ امیر المومنین۔ انہیں حکم دیتے ہیں کہ انہیں اللہ کے حکم۔ سے جو حالت بھی پیش آئے اس میں تقویٰ الٰہی کو لازم پکڑیں کیونکہ تقویٰ خداوندی سب سے بہتر سامان، سب سے عمدہ تدبیر اور سب سے بڑی قوت ہے اور انہیں یہ حکم بھی دیتے ہیں کہ وہ اپنے رفقاء کے لیے کسی دشمن سے بچنے کا جس قدر اہتمام کریں۔ اس سے کہیں بڑھ کر اللہ کی نافرمانی سے احتراز کا اہتمام کریں کیونکہ میرے نزدیک گناہ دشمن کی سازشوں سے زیادہ خوفناک ہیں۔ ہم جو اپنے دشمنوں سے عداوت رکھتے ہیں اور ان کے مقابلے میں ہمیں جو فتح نصیب ہوتی ہے۔ یہ محض ان کے گناہوں کی وجہ سے ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو ہمیں کبھی ان سے مقابلہ کی تاب نہ ہو کیونکہ نہ ہماری تعداد ان کی تعداد جتنی ہے۔ نہ ہمارے پاس ساز و سامان ان کے

جیسا ہے۔ اب اگر ہم اور وہ معصیت میں برابر ہوں گے۔ تو قوت و تعداد میں وہ ہم سے بڑھ کر ہوں گے اندریں صورت نہ ان کے مقابلہ میں حق پر ہماری مدد ہو گی۔ نہ اپنی قوت کے بل بوتے پر ہم ان پر غالب آسکیں گے۔

کسی انسان کی عداوت سے اتنا نہ ڈرو جتنا کہ ڈر تمہیں اپنے گناہوں سے ہو اور قوت و طاقت کی اتنی نگرانی نہ کرو۔ جتنی کہ تم اپنے گناہوں کی کر سکتے ہو۔ اور یہ بات ہمیشہ پیش نظر رکھو کہ اللہ کی جانب سے تم پر فرشتے مقرر ہیں۔ جو تمہارے تمام اعمال کو لکھ رہے ہیں اور اپنے سفر و حضر میں جو کچھ تم کرتے ہو۔ اسے جانتے ہیں۔ ان سے شرم کرو اور ان کی حسن صحبت کا حق ادا کرو اور انہیں اللہ کی نافرمانیوں سے ایذاء نہ دو۔ جب کہ بزعم خود تم اللہ کے راستے میں نکلے ہوئے ہو اور یہ نہ کہو کہ ہمارے دشمن ہم سے بدتر ہیں۔ اس لیے ہم خواہ کتنے ہی گنہگار ہوں۔ وہ ہم پر مسلط نہیں ہو سکتے۔

کیونکہ بہت سی قوموں کے گناہوں کی بدولت ان سے بدتر لوگوں کو ان پر مسلط کیا جا چکا ہے۔ پس اپنے نفسوں کے مقابلہ میں اللہ سے مدد کی دعا کرو جس طرح کہ تم اپنے اعداء کے مقابلہ میں مدد کی دعا کرتے ہو۔ میں اس امر کی اپنے لیے اور تمہارے لیے دعا کرتا ہوں اور انہیں (منصور بن غالب رحمۃ اللہ علیہ کو) یہ حکم بھی دیا ہے کہ دوران سفر اپنے رفقاء کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کریں۔ انہیں ایسی مسافت طے کرنے کی زحمت نہ دیں۔ جس سے ان کو تھکن محسوس ہو اور کسی ایسی منزل پر پڑاؤ کرنے سے کوتاہی نہ کریں۔

جو رفقاء کے لیے سہولت کا باعث ہو تا کہ جب دشمن سے ان کا مقابلہ ہو تو وہ بالکل تازہ دم ہوں۔ ان کی قوت بحال ہو اور وہ مقابلہ کے لیے پوری طرح تیار ہوں اور اگر سفر میں ان سے اور ان کی سواریوں سے نرمی نہیں کی گئی ہو گی تو جب وہ دشمن تک پہنچیں گے تو تھکے ماندے ہوں گے اور ان کے مقابلہ میں دشمن اپنی اقامت کی وجہ سے تازہ دم اور قوی ہو گا اور اس کی سواریاں آسودہ ہوں گیں اور اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

وَ اللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ۝

ترجمہ: ''اب تو میرے لئے صبر ہی بہتر ہے اور باتیں تم بنا رہے ہو ان پر اللہ ہی کی مدد درکار ہے۔''

(سورۃ یوسف ۱۲ آیت: ۱۸)

اور انہیں یہ حکم بھی دیا ہے کہ وہ اپنے رفقاء سمیت ہر ہفتہ میں (کسی مقام پر) ایک دن رات کا قیام کریں تا کہ اس میں لوگ اپنی جانوں اور سواریوں کو راحت دلائیں اور اپنے اسلحہ اور ساز و سامان کی اصلاح و مرمت کر سکیں۔

اور انہیں یہ حکم بھی دیا ہے کہ جن بستیوں سے ہماری صلح ہے۔ ان سے اپنا پڑاؤ الگ رکھیں۔ ایسی بستیوں میں ان کے رفقاء میں سے کوئی داخل نہ ہو۔ البتہ جن لوگوں کے دین و امانت پر وثوق ہو۔ وہ ضروریات زندگی کی خرید کے لیے بازار بھیجے جائیں اور وہ وہاں کسی ظلم کا ارتکاب نہ کریں کسی گناہ کا توشہ نہ باندھیں اور وہاں کے کسی شخص کو ناحق ایذاء نہ دیں کیونکہ ان اہل صلح سے زبردستی مدد نہ لو۔

بخدا ان سے (اصل صلح سے) تمہیں اتنا مل چکا ہے۔ جو تمہیں ان سے مستغنی کر سکتا ہے۔ میں نے تمہارے لیے سامان کی تیاری میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ نہ قوت میں کمی رہنے دی ہے۔ چنانچہ تمہارے پاس سامان وافی و کافی ہے اور میں نے چن چن کر تمہارے لشکر کے لیے آدمی منتخب کیے ہیں اور صلح کی زمین کی بجائے اہل حرب کی زمین تمہارے لیے کافی ہے۔ کسی مجاہد کو بہتر سے بہتر جو سامان میں دے سکتا تھا۔ وہ میں نے تم کو دے دیا ہے۔ تمہاری تقویت میں کوئی ادنیٰ پہلو فروگزاشت نہیں کیا اور اعتماد صرف اللہ کی ذات پر ہے۔ (ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ)

اور انہیں یہ حکم بھی دیا ہے کہ ان کے خبر رساں اور جاسوس اہل عرب میں سے ہوں اور وہ ایسے ہوں کہ ان کی صداقت و خیر خواہی پر تمام روئے زمین کے لوگوں سے زیادہ اعتماد کیا جا سکے کیونکہ جھوٹا آدمی کبھی سچی بات بھی کہہ دے تب بھی اس کی خبر بے فائدہ ہے اور بدخواہ آدمی تمہارے لیے جاسوسی نہیں کرے گا بلکہ خود تمہاری جاسوسی کرے گا۔ والسلام علیک۔"

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن عبد الحکم ص: ۷۲-۷۱)

خوارج کو دعوت

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور بصورتِ انذار خوارج کے نام مراسلہ تحریر فرمایا:

"اللہ کے بندے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ امیر المومنین کی

طرف سے اس گروہ (خوارج) کے نام۔ اما بعد: میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝

ترجمہ: ''کیونکہ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے۔ اللہ اس کے لیے نجات کی صورت نکال دیتا ہے۔ اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے۔ جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا اور جو شخص اللہ پر توکل کرے تو اللہ اس کے لیے کافی ہے۔ اللہ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے۔ اللہ نے ہر شے کا ایک انداز مقرر کر رکھا ہے۔''

(سورۃ الطلاق:٦٥ آیت:٣،٢)

اس کے بعد واضح ہو کہ مجھے آپ کا خط ملا اور جو کچھ آپ لوگوں نے یحییٰ بن یحییٰ اور سلیمان بن داؤد کو لکھا اس کی بھی اطلاع ملی اور تمہارے دو نمائندوں کا آنا اور جو ان کو جواب دیا گیا وہ بھی معلوم ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

ترجمہ: ''اور اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا۔ جو اللہ پر جھوٹ باندھے حالانکہ وہ اسلام کی طرف بلایا جاتا ہو اور اللہ ایسے ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔''

(سورۃ الصف:٦١ آیت:٧)

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ۝

ترجمہ: ''اپنے رَبّ کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے بلائیے اور ان سے اچھے طریقے سے بحث کیجئے۔ آپ کا رَبّ خوب جانتا ہے۔ اس شخص کو بھی جو اس کے راستہ سے گم ہوا اور وہی راہ پر چلنے والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔''

(سورۃ النحل: ۱۶، آیت: ۱۲۵)

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَلَا تَهِنُوْا وَ تَدْعُوْۤا اِلَى السَّلْمِ وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ وَ اللّٰهُ مَعَكُمْ وَ لَنْ یَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ۝

ترجمہ: ''سو تم ہمت مت ہارو اور صلح کی طرف مت بلاؤ اور تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے اعمال میں ہرگز کمی نہ کرے گا۔''

(سورۃ محمد: ۴۷، آیت: ۳۵)

میں تمہیں اللہ کی طرف، اسلام کی طرف، نماز قائم کرنے، زکوٰۃ دینے، نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ انشاء اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ اس طرز عمل کو ترک کر دو۔ جس کی وجہ سے آج تک بے مقصد اور بلاوجہ خونریزیاں ہوتی رہی ہیں۔ یہ ہماری طرف سے نصیحت ہے۔ جو از راہِ

خیر خواہی لکھی گئی ہے۔ اگر تم اسے قبول کر و تو یہی تمہارا اصل مقصود ہے اور اگر تم اسے نصیحت کنندہ پر رد کر دو تو ہمیشہ سے ہوتی آئی ہے کہ خیر خواہوں کو بدخواہ سمجھا گیا ہے۔ پھر ہم نے نہیں دیکھا کہ اس نے اللہ کے حق میں سے کسی چیز کو ساقط کر دیا ہو۔ عبد صالح نے اپنی قوم سے فرمایا:

وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ كَبِیْرٍ ○

ترجمہ: ''اگر تم لوگ اعراض کرتے رہے تو مجھ کو تمہارے لیے ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔''

(سورۃ ھود: ۱۱ آیت: ۳)

اور حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَی اللّٰهِ عَلٰی بَصِیْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِیْ ؕ وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ○

ترجمہ: ''آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرما دیجئے کہ یہ میرا راستہ ہے۔ میں بھی پوری بصیرت کے ساتھ اللہ کی طرف بلاتا ہوں اور جنہوں نے میری پیروی کی وہ بھی اور اللہ (ہر قسم کے شرک سے) پاک ہے اور میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔''

(سورۃ یوسف: ۱۲ آیت: ۱۰۸)

بعض اہم اصلاحی اقدامات

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا:

''اللہ عزوجل مشرکوں کے متعلق مسلمانوں کو حکم دیتے ہیں:

فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ؕ وَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ○

ترجمہ: ''پس اگر یہ (مشرک) توبہ کرلیں اور نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ دیا کریں تو وہ تمہارے (دینی) بھائی ہیں۔ اور ہم احکام کی تفصیل اب لوگوں کے لئے بیان کر رہے ہیں جو جاننا چاہیں۔''

(سورۃ التوبۃ: ۹ آیت: ۱۱)

پس یہ ہے اللہ کا حکم اور اس کا فرمان ہے۔ اس کی پیروی کرنا اللہ کی اطاعت ہے اور اس کو پس پشت ڈال دینا خدا کی نافرمانی ہے۔ اس لیے تم تمام غیر مسلموں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دو اور اس کا حکم کرو۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ○

ترجمہ: ''اور اس سے بہتر کس کی بات ہوسکتی ہے (جو لوگوں کو) خدا کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔''

(سورۃ فصلت (حم السجدۃ) آیت: ۴۱)

جو نصرانی، یہودی اور مجوسی آج کل جزیہ ادا کرتے ہیں ان میں سے جو شخص بھی اسلام لائے اور دار الحرب کو چھوڑ کر جس کا وہ باشندہ ہے۔ دار الاسلام میں مسلمانوں سے مل جل کر رہے۔ اس کے وہی حقوق ہوں گے جو مسلمانوں کے حقوق ہیں اور اس پر وہی ذمہ داریاں عائد ہوں گی جو مسلمانوں پر عائد ہیں۔

مسلمانوں پر لازم ہوگا کہ ان کے ساتھ مل جل کر رہیں اور ان کے دُکھ درد میں شریک ہوں۔ البتہ اس کا مکان اور اس کی جائیداد جو دارالحرب میں ہے۔ وہ تمام مسلمانوں کے لیے فے (غنیمت کا مال) ہوگی اور اگر وہ اس علاقہ کے فتح ہونے سے پہلے اسلام لے آئے تو یہ اسی کی ملک ہوگی۔ جو غیر مسلم آج مسلمانوں سے برسرپیکار ہیں۔ انہیں لڑائی سے پہلے اسلام کی دعوت دی جائے گی اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو ان کے وہی حقوق ہیں۔ جو مسلمانوں کے ہیں اور ان کے ذمہ وہی امور ہیں۔ جو مسلمانوں کے ذمہ ہیں اور اسلام لاتے وقت اس کے اہل وعیال اور مال و جائیداد اسی کے پاس رہیں گے اور اگر وہ اہل کتاب میں سے ہو اور جزیہ (مسلمانوں کی رعایا ہونے کا ٹیکس) دینا قبول کرے اور مسلمانوں کے مقابلہ سے ہاتھ روک لے تو ہم اس سے جزیہ قبول کرلیں گے۔

رہی ہجرت! سو ہم اس کا دروازہ کھولتے ہیں ہر اس اعرابی (دیہاتی) کے لیے جو ہجرت کر کے آئے۔ اپنے مویشی فروخت کر دے اپنے دیہات کے مقام سے منتقل ہو کر دار الہجرت میں چلا آئے اور جہاد میں حصہ لے۔ جو شخص ایسا کرے گا۔ اسے مہاجرین کے برابر حصہ ملے گا اس مال ''فئے'' میں سے جو اللہ عطا کرے گا اور اللہ نے جہاں ''فے'' کا ذکر کیا ہے۔ وہاں ان مومنین کی بھی تشخیص فرما دی ہے۔ جن کو یہ مال دیا جائے گا چنانچہ اللہ نے اس کو فقراء مہاجرین کا حق قرار دیا ہے نیز ان لوگوں کا جو دارالسلام اور دارالایمان میں پہلے سے قیام پذیر ہیں۔ نیز ان لوگوں کا جو ان کے

بعد آئیں گے۔ پھر اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے: اور کچھ اور لوگ ان میں سے جو ابھی تک ان سے نہیں ملے۔ مہاجرین بغیر کسی وظیفہ اور تنخواہ کے جہاد کیا کرتے تھے۔ اس لیے اللہ ان کو یہ کشائش دیتے تھے اور عظیم فتوحات نصیب فرماتے تھے۔ بعد کے لوگوں میں سے جو اپنے ان بھائیوں سے محبت کریں گے ان کی اقتداء کریں گے اور ان کے عمدہ طریقے پر عمل پیرا ہوں گے۔ اللہ اُن کو آخرت میں اجر عطا فرمائے گا اور دنیا میں ان کو فتح عظیم دے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے متعلق فرماتے ہیں:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِي الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○

ترجمہ: ''رہے صدقات تو صرف حق ہے۔ غریبوں کا اور محتاجوں کا اور جو کارکن ان صدقات پر متعین ہیں۔ ان کا اور جن کی دلجوئی کرنا (منظور) ہے ان کو دینے میں اور (غلاموں کی) گردنیں چھڑانے میں اور قرضداروں کے قرضے ادا کرنے میں اور جہاد میں اور مسافروں (کی امداد) کے لئے صرف کیے جاتے ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے مقررہ کردہ فریضہ ہے اور اللہ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں۔''

(سورۃ التوبۃ: ۹ آیت: ۶۰)

رہا خمس، سو گزشتہ خلفاء کا اس کے مصارف کے سلسلہ میں اختلاف رہا ہے۔ طعن و تشنیع کرنے والوں نے ان پر زبان طعن بھی دراز کی

ہے اور اس کے خود تراشیدہ وجوہ بھی بیان کیے ہیں۔ ہم نے غور کیا تو دیکھا کہ اس کے مصارف ٹھیک وہی ہیں جو ''فے'' کے ہیں۔

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مال فے کے بارے میں ایسا فیصلہ فرما گئے ہیں۔ جس کو تمام مسلمانوں نے بنظر استحسان دیکھا ہے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے لیے عطیے اور وظیفے جاری کیے تو انہیں محسوس ہوا کہ جمع شدہ مال اس ضرورت کو پورا نہیں کر سکے گا۔ نیز انہوں نے دیکھا کہ اس میں یتیم، مسکین اور مسافر کا بھی حق ہے۔ اس بنا پر ان کی رائے ہوئی کہ ''مال خمس'' کو بھی مال فے کے ساتھ ملحق کر دیا جائے اور اسے بھی انہی مصارف میں صرف کیا جائے جو اللہ نے مال فے کے لیے مقرر فرمائے ہیں۔ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ محض اس وجہ سے کیا کہ خود اس مال سے پاک رہیں اور اس میں کسی شک وشبہ کا خطرہ بھی لاحق نہ ہو۔

بہر حال امام عادل سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی پیروی کرو کیونکہ آیت فے اور آیت خمس (مصارف کے لحاظ سے) دونوں متفق ہیں اور یہ آیات اپنے حکم ناسخ کے ساتھ ہیں ان میں کوئی آیت بھی منسوخ نہ ہوئی ہے چنانچہ اللہ ربّ العزت فرماتے ہیں:

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَىْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ؕ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ○

ترجمہ: ''جو مال اللہ اپنے رسول ﷺ کو کافروں کی بستیوں سے دلوا دے وہ اللہ کا حق ہے اور رسول ﷺ کا اور قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور مسافروں کا، تاکہ وہ مال صرف انہی کے درمیان گردش کرتا نہ رہ جائے جو تم میں دولت مند لوگ ہیں اور رسول ﷺ تمہیں جو کچھ دیں وہ لے لو اور جس چیز سے منع کریں اس سے رک جاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔''

(سورۃ الحشر:۵۹ آیت:۷)

اور ٹھیک یہی مضمون خمس کے بارے میں فرمایا۔ اس لیے ہماری رائے یہ ہے کہ ان دونوں کو جمع کر دیا جائے اور دونوں کو مسلمانوں کے لیے مال فے قرار دیا جائے ان میں سے کسی کو ترجیح نہ دی جائے اور اسے مالداروں کے درمیان گردش کرنے والی دولت نہ بننے دیا جائے۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ لابن عبد الحکم ص:۸۰ تا ۸۳)

نصرانیوں کے منصب

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے اپنے عمال (گورنروں) کو لکھا:

''اما بعد۔ مشرکین ناپاک ہیں۔ جب کہ اللہ نے ان کو شیطان کا لشکر ٹھہرایا ہے اور انہیں ایسے لوگ ٹھہرایا ہے۔ جو اعمال کے لحاظ سے سراسر خسارے میں ہیں۔ جن کی ساری محنت دنیوی زندگی میں کھپ گئی اور وہ بزعم خود اچھا کام کر رہے ہیں۔ بخدا۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ جن پر ان کی محنت کی وجہ سے اللہ کی اور لعنت کرنے والوں کی

لعنت پڑتی ہے۔ گزشتہ دور میں مسلمان جب کسی بستی میں جاتے جہاں مشرک آباد ہوتے تو ان سے بھی کاروبار ملکی خدمات میں مدد لیا کرتے تھے کیونکہ یہ لوگ تحصیلداری، کتابت اور نظم ونسق سے واقف ہوتے تھے اور اس سے مسلمانوں کو مدد ملتی تھی۔ مگر اب اللہ نے امیر المومنین کے ذریعے یہ ضرورت پوری کر دی۔ اس لیے اگر تمہارے زیر سلطنت علاقے میں کوئی غیر مسلم کاتب (کلرک) یا کوئی اور منصبدار ہو تو اسے معزول کر کے اس کی جگہ مسلمانوں کو مقرر کرو کیونکہ ان کے عہدے اور منصب کو مٹانا درحقیقت ان کے ادیان کو مٹانا ہے۔ ذلت ورسوائی کا جو مقام اللہ نے ان کے لیے تجویز کیا ہے۔ انہیں اسی مقام پر رکھنا مناسب ہے۔ اس لیے اس حکم کی تعمیل کرو اور اپنی کارگزاری کی اطلاع مجھے دو اور دیکھو کوئی نصرانی زین پر سوار نہ ہو۔ بلکہ پلان پر سوار ہوا کریں۔ ان کی کوئی عورت اونٹ کے کجاوے میں سوار نہ ہو بلکہ پالان پر بیٹھیں اور یہ لوگ جو پاؤں پر ٹانگیں کشادہ کر کے نہ بیٹھیں بلکہ دونوں پاؤں ایک طرف کر کے بیٹھیں اور اس سلسلہ میں اپنے تمام ماتحت افسران کو بھی پابند کرو اور انہیں سختی سے جلد از جلد فرمان جاری کرو میرے لیے صرف تمہیں لکھنا کافی ہونا چاہیے۔

(ولا حول ولا قوۃ الا باللہ)۔"

ذمیوں کے بارے میں خاص ہدایت

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اسلامی ریاست کے نام یہ فرمان جاری کیا:

"کوئی نصرانی سر میں مانگ نکالے بغیر اور چمڑے کی زنار پہنے بغیر نہ چلے پھرے۔ اسے قبہ، چوغہ، پنڈلی والی شلوار اور تسمہ دار جوتی پہننے کی اجازت نہیں ہوگی۔ اگر کسی نصرانی کے گھر اسلحہ پایا جائے تو اسے ضبط کر لیا جائے گا۔"

(سیرت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ لابن عبدالحکم ص: ۱۷۶۔۱۷۵)

ذمیوں کے تاوان موقوف

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے عمال (گورنروں) کے نام حسب ذیل فرمان جاری کیا کہ مجمع عام میں لوگوں کو پڑھ کر سنائیں:

"امابعد: میرا یہ خط ذمیوں کو پڑھ کر سناؤ کہ اللہ نے امیر المؤمنین کی وساطت سے وہ تمام ظالمانہ تاوان ان سے موقوف کر دیے ہیں جو ان سے وصول کیے جاتے تھے۔ جن کی تفصیل یہ ہے۔ نوروز اور مہر جان کے تحائف، سرکاری خطوط اور قاصدوں کے اخراجات، پیغام رسانوں کے انعامات، رؤسا کے نذرانے، حکام کا سفر خرچ اور ان کی ضیافت، غلہ کے نرخوں میں توازن پیدا کرنے کے لیے دراہم کی کٹوتی اور پیمانوں کے توازن کی کٹوتی جو ان سے وصول کی جاتی تھی۔ انہیں چاہیے کہ اس پر اللہ کا شکر کریں۔"

(سیرت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ لابن عبدالحکم ص: ۱۷۷)

سرداران لشکر کو حکم

امام اوزاعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے

سرداران لشکر کو لکھا کر معرکہ جہاد میں تمہاری سواری ایسی ہو کہ جتنے مسلمان سوار ہوں ان سب کے مقابلے میں تمہارا ہی جانور کمزور نکلے سعید بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو عاملین کی ترقی کے بارے میں مشورہ دیا گیا تو انہوں نے کہا کہ ان لوگوں کو اپنی خیانت کے ساتھ اللہ سے ملنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں اس سے ان کے خونوں کے ساتھ ملوں۔

میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے عامل کو لکھا اما بعد! مالکان زمین کو ان خراجی زمینوں کے فروخت کرنے کی اجازت دے دو جوان لوگوں کے قبضہ میں ہیں۔ وہ لوگ جو کچھ فروخت کرتے ہیں۔ مسلمانوں ہی کی غنیمت اور جزیہ معینہ ہے۔ میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک عامل آیا۔

پوچھا تم نے کتنی زکوۃ جمع کی اس نے کہا کہ اتنی اتنی پوچھا کہ تم سے پہلے جو عامل تھے۔ اس نے کتنی جمع کی تھی۔ اس نے کہا کہ اتنی اتنی۔ اس نے اس سے زائد کا بیان کیا۔ جو خود جمع کیا تھا۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ زائد کہاں سے آیا تھا۔ اس نے کہا امیر المومنین جزیے ہیں فارسیوں سے ایک دینار، خادم سے ایک دینار اور کھیت سے پانچ درہم لے لیے جاتے تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سب کم کر دیے انہوں نے کہا نہیں واللہ میں نے اسے کم نہیں کیا بلکہ اللہ نے کم کیا۔

(طبقات ابن سعد پنجم ص ۳۵۳)

معرکہ ارض رُوم قسطنطنیہ

جب حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ارض روم قسطنطنیہ کے محاصرہ کے لیے

مسلمہ بن عبد الملک وغیرہ کو بھیجا اور وہاں ان کو مشکل حالات پیش آئے اور سامان خورد و نوش کی پریشانی لاحق ہوئی۔ تو انہوں نے ان کو کچھ دنوں کے لیے ارض شام میں اپنے گھروں میں واپس آنے کی ہدایت کی اور ان کے لیے بہت سارا سامانِ خورد و نوش اور تقریباً پانچ صد گھوڑے بھیجے جس سے لوگ بہت خوش ہوئے۔ اس (۹۹ھ) کے سال ترکوں نے آذربائیجان پر چڑھائی کر کے بڑا قتل و غارت کیا اور بہت سے مسلمان مار ڈالے جس کی طرف حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی حاتم بن نعمان الباہلی رحمۃ اللہ علیہ نے خصوصی توجہ مبذول کی پھر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے حاتم بن نعمان رحمۃ اللہ علیہ کی سپہ سالاری میں ایک لشکر ان کی طرف بھیجا اور ان غارت گر ترکوں کو کیفر کردار کو پہنچا کر ہی دم لیا۔ چنانچہ ان میں سے بہت کم ہی لوگ اس کے ہاتھ سے بچ پائے۔ ان کے بہت سے لوگوں کو قیدی بنا کر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجا گیا۔ اس وقت وہ خناصرہ میں مقیم تھے۔

فوج کے بارے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف

عثمان بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے ایک روز سلیمان بن عبد الملک اپنی فوجوں کا جائزہ لینے کے لیے باہر نکلا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کے ساتھ تھے۔ سلیمان حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا دیکھو یہ ہمارے خدم و حشم جمال و بغال پیدل اور سواروں سے ہماری کیا شان ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے چھوٹتے ہی کہا یہ مادی دنیا کے ساز و سامان ہیں جو سب فنا ہو جانے والے ہیں لیکن ان کی جواب دہی سے آپ رحمۃ اللہ علیہ نہیں بچ سکیں گے۔ اس کا بھی ذرا خیال رکھیں تو بہتر ہوگا۔ عرفہ کے میدان میں سلیمان اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو ایک ساتھ قیام کا اتفاق ہوا تو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے سلیمان سے کہا آج یہ سب ہجوم عرفات کے میدان کا آپ رحمۃ اللہ علیہ کی رعایا ہے لیکن انہی کے متعلق آپ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوگا اور یہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف دعوئے دار بن کر کھڑے ہوں گے۔ تو قیامت کے دن کیا جواب دوں گے؟۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ سن کر سلیمان رو پڑا اور کہا: "باللہ نستعین۔" ہم اللہ کی مدد چاہیں گے۔

(تاریخ ابن کثیر ص:۹/۲۸۰)

خوارج کی دوبارہ شورش

۱۰۰ھ میں عراق میں خارجیوں نے پھر سر اٹھایا۔ جب ان کی شورش کی اطلاع دربار خلافت میں ہوئی تو امیر المومنین نے عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ تم خارجیوں کو کتاب اللہ و سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کاربند ہونے کی دعوت دو۔ عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ نے اس حکم کی تعمیل کی اور پھر ان کے مقابلہ کے لیے ایک فوج روانہ کی۔ خارجیوں نے اس فوج کو شکست دی۔ جب امیر المومنین کو اس واقعہ کا علم ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمہ بن عبدالملک کو شام کی ایک فوج کے ساتھ جو مقام رقہ سے تیار کر کے روانہ کی گئی۔ خارجیوں کی سرکوبی کے لیے بھیجا۔ عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ کو لکھ دیا:

> "مجھے تمہاری قابل نفریں فوج کی درگت کی خبر معلوم ہو چکی ہے۔
> اب میں مسلمہ کو خارجیوں کی سرکوبی کے لیے اہل شام کی فوج کے
> ساتھ ترک خارجیوں سے جنگ کے لئے بھیجتا ہوں۔"

اور تھوڑی ہی دیر میں اللہ نے انہیں خارجیوں کے مقابلے میں فتح دی۔

(تاریخ الامم والملوک للطبری:۶/۳۶)

خوارج کی سرکشی کی وجہ

عون بن عبداللہ بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خلافت میں مجھے ان خوارج کی جانب بھیجا جنہوں نے ان کے خلاف بغاوت کی

تھی۔ میں نے ان لوگوں سے گفتگو کی کہ وہ کیا چیز ہے کہ جس سے تم ناراض ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم صرف اس لیے ناراض ہیں کہ وہ اپنے اہل بیت پر جو ان سے پہلے ہوئے ہیں لعنت نہیں کرتے۔ یہ ان کی مداہنت ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ ان کے قتال سے باز رہے۔ یہاں تک کہ ان لوگوں نے لوگوں کا مال لیا اور راہزنی کی۔ عبد الحمید رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے متعلق لکھا تو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً لکھا کہ جب ان لوگوں نے لوٹ مار کی اور راستے کو خوفناک کر دیا۔ تو ان سے قتال کرو کیونکہ وہ ناپاک ہیں۔

(طبقات ابن سعد: ۳۳۶/۵)

شوذب خارجی کی بغاوت

ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ جس خارجی نے اس زمانہ میں شورش برپا کی تھی وہ شوذب تھا اور اس کا نام بسطام الیشکری تھا۔ سب سے پہلے مقام جوفہ میں اَسّی (80) شہسواروں کے ساتھ اس نے علم بغاوت بلند کیا۔ یہ شہسوار زیادہ تر قبیلہ بنی ربیعہ کے تھے۔

عبد الحمید بن عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کو احکامات

امیر المومنین نے اس واقعہ کی خبر پاتے ہی عبد الحمید رحمۃ اللہ علیہ کو لکھ بھیجا کہ تاوقتیکہ خارجی خود کسی کو قتل نہ کریں۔ یا کوئی اودھم نہ مچائیں تم خود ان سے چھیڑ مت کرنا البتہ جب وہ کوئی ایسا فعل کریں۔ تب تم ان کی مزاحمت کرنا۔ ایک بہادر تجربہ کار آدمی کو منتخب کر کے زیر قیادت کچھ فوج بھیجدو اور اسے بھی یہ احکام دے دینا جو میں نے تمہیں لکھے ہیں۔

عبد الحمید رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن جریر بن عبد اللہ بجلی رحمۃ اللہ علیہ کو دو ہزار کوفیوں کے ساتھ اس مہم کا سردار مقرر کیا اور امیر المومنین کی ہدایات انہیں پہنچا دیں۔

(تاریخ الامم والملوک للطبری: ۳۴۳/۶)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا بسطام کو پیغام

امیر المومنین نے بسطام کو لکھا کہ آپ بتائیے کہ آپ کی بغاوت کا کیا مقصد ہے اور میں آپ کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دعوت دیتا ہوں۔

اس خط کے آنے سے پہلے ہی محمد بن جریر رحمۃ اللہ علیہ خارجیوں کے مقابلہ پر آ گئے تھے۔ مگر اس وقت تک چپ چاپ تھے امیر المومنین نے اپنے خط میں بسطام کو لکھا تھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر میدان کارزار میں آئے ہو مگر اس بات کے لیے تم مجھ سے زیادہ کسی طرح مستحق نہیں ہو۔ آؤ ہم تم سے بحث کریں۔ اگر تم حق وصداقت پر نہیں تو پھر تم بھی عامہ مسلمین کی طرح دائرہ اطاعت میں شریک ہو جاؤ اگر تم حق پر ہو گے تو اس وقت ہم اس معاملہ پر غور کر لیں گے۔

بسطام کا وفد

بسطام نے ابھی کوئی کاروائی نہیں کی اور امیر المومنین کو لکھا کہ جو کچھ آپ رحمۃ اللہ نے لکھا ہے۔ وہ انصاف پر مبنی ہے۔ میں دو شخصوں کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجتا ہوں تاکہ یہ اس معاملہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ سے گفتگو کر لیں۔ ان دو شخصوں میں سے ایک تو بنی شیبان کا آزاد کردہ غلام مخروج تھا اور دوسرا بنی یشکر کا ایک صحیح النسب شخص تھا۔ مگر اس واقعہ کے متعلق یہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ہم گزشتہ اوراق میں اس کی تفصیل رقم کر چکے ہیں کہ بسطام نے کئی شخص اس غرض سے بھیجے تھے اور ان میں یہ دونوں مذکور الصدور بھی تھے۔ جب امیر المومنین رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کہا کہ صرف دو شخصوں کو منتخب کر کے بھیجا جائے۔ تو انہی دونوں کا انتخاب اس کام کے لیے کیا گیا۔

(تاریخ الامم والملوک للطبری: ۶/ ۳۳)

وفد بسطام کی حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے گفتگو

بہر حال اب یہ دونوں امیر المومنین کے سامنے آئے اور ان سے بحث کرنے لگے اور امیر المومنین سے سوال کیا کہ یزید کے متعلق آپ رحمۃ اللہ علیہ کا کیا خیال ہے کیوں وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد خلیفہ ہو؟ امیر المومنین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے نہیں بلکہ میرے پیشرو نے اس کو ولی عہد کیا ہے۔ خارجیوں نے کہا اچھا آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی بتائیے کہ کیا یہ مناسب ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کسی دوسرے کے مال کے امین بنائے جائیں پھر اس مال کو آپ رحمۃ اللہ علیہ ایسے شخص کے سپرد کر دیں جو غیر معتبر ہو۔ تو ایسی صورت میں کیا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس امانت کے فرض کو اس ذات کے سامنے جس نے آپ کو امین بنایا تھا پورا کیا۔

(تاریخ الامم والملوک للطبری: ۶/ ۳۴)

آلِ مروان کو خوف

امیر المومنین فرمانے لگے کہ اس کے جواب کے لیے مجھے تین دن کی مہلت دو۔ خارجی اٹھ کر چلے آئے۔ مگر اب مروانیوں کو یہ خوف دامن گیر ہوا کہ مبادا ہمارے خاندان سے یہ حکومت اور دولت نکل جائے اور کہیں ایسا نہ ہو کہ امیر المومنین یزید کو ولی عہد سے محروم کر دیں۔ اس لیے ان لوگوں نے امیر المومنین کو چپکے سے زہر دلوا دیا اور اس واقعہ کے تین ہی دن بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وفات پائی۔ نیز اس سال امیر المومنین نے ولید بن ہشام المعیطی اور حضرت عمرو بن قیس الکندی کو ایک حمص کی فوج کے ساتھ موسم گرما میں کفار سے جہاد کیلئے بھیجا۔ اسی سال حضرت عمرو بن ہبیرہ الفراوی رحمۃ اللہ علیہ عامل جزیرہ مقرر کر کے جزیرہ بھیجے گئے اور یزید بن المہلب عراق سے قید کر کے امیر المومنین کی خدمت میں لایا گیا۔

(تاریخ الامم والملوک للطبری: ۶/ ۳۴)

یزید بن مہلب کی گرفتاری

یزید بن المہلب کی گرفتاری کے اسباب واقعات میں ارباب سیر کا اختلاف ہے۔ اس کے متعلق ایک بیان یہ ہے کہ جب یزید بن المہلب خراسان سے آ کر واسط آئے اور وہاں سے بصرہ کے ارادہ سے کشتیوں میں سوار ہوئے تو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے عدی بن ارطاۃ رحمۃ اللہ علیہ کو بصرہ کا عامل مقرر کر کے بھیجا اور عدی رحمۃ اللہ علیہ نے موسیٰ بن وجیہہ الحمیری کو اپنے آگے روانہ کیا۔ موسیٰ نے یزید کو نہر معقل میں بصرہ کے پل کے پاس جا لیا اور گرفتار کر کے بیڑیاں پہنا دیں۔ عدی رحمۃ اللہ علیہ نے یزید کو امیر المومنین کی خدمت میں بھیج دیا موسیٰ بن وجیہہ رحمۃ اللہ علیہ انہیں لے کر آئے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں سامنے بلوایا۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اور یزید بن مہلب

امیر المومنین خود یزید اور اس کے خاندان والوں کو اچھا نہیں سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ بڑے ظالم استبدادی خیال کے لوگ ہیں۔ میں ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا اسی طرح یزید آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اچھا نہیں سمجھتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ میں انہیں مکار اور ظاہر داری برتنے والا خیال کرتا ہوں۔ مگر جب آپ رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ہوئے تو یزید کو بھی معلوم ہو گیا کہ یہ مکر اور ظاہر داری سے کوسوں دُور ہیں۔

یزید بن مہلب سے مال غنیمت کی طلبی

امیر المومنین نے یزید کو بلا کر کہا کہ وہ رقم ادا کرو جو تم نے سلیمان کو لکھی تھی۔ یزید کہنے لگا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو خود معلوم ہے کہ سلیمان کو میری خوشنودی کتنی ملحوظ خاطر تھی۔ میں

نے اس رقم کا اظہار صرف اور صرف لوگوں کو جتانے کے لیے کر دیا تھا اور میں خوب جانتا تھا کہ وہ نہ اس رقم کا مجھ سے کبھی مطالبہ کریں گے اور نہ کوئی اور حکم دیں گے جو میری طبیعت کے خلاف ہو۔

یزید بن مہلب کی اسیری

امیر المومنین نے فرمایا:

''مجھے تمہارے معاملہ میں سوائے اس کے اور کوئی چارہ کار نظر نہیں آتا کہ تمہیں قید کر دوں اللہ سے ڈرو اور جو مطالبہ تم پر ہے۔ اسے ادا کر دو یہ عامۃ المسلمین کا حق ہے اور میں اسے کسی طرح نہیں چھوڑ سکتا۔''

غرض یہ کہ یزید کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جیل خانہ میں بھیج دیا۔ اور جراح بن عبداللہ الحکمی رحمۃ اللہ علیہ کو خراسان کا گورنر مقرر کر کے خراسان روانہ کر دیا۔

(تاریخ الامم والملوک للطبری: ۶/ ۴۴۳)

ختل کی مہم

چنانچہ جراح نے جہم کو ختل پر جہاد کے لیے بھیجا۔ جہم روانہ ہوا۔ جب اس کے قریب پہنچا تو اپنی فوج کو چھوڑ کر تین آدمیوں کو ساتھ لے کر بادشاہ ختل کے پاس چلا گیا اور کہا کہ میں آپ سے تنہائی میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ تخلیہ ہوا۔ جہم نے اپنی خاندانی شرافت و عزت کا اظہار کیا۔ بادشاہ تخت سے نیچے اترا اور جو اس نے کہا اسے منظور کر لیا۔

لوگ بیان کرتے ہیں کہ ختل کا بادشاہ نعمان کے آزاد کردہ غلاموں سے تھا۔

جہم کو بہت سا مال غنیمت ملا۔ جراح نے اس کے بارے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا اور ایک وفد ان کی خدمت میں روانہ کیا جس میں دو آدمی تو عرب تھے

اور ایک آزاد غلاموں میں سے تھا جس کا تعلق بنی صفیہ سے تھا ابو الصید اکنیت کرتا تھا۔
صالح بن طریق اس کا نام تھا اور اپنے مذہب کے علماء میں سے تھا۔

وفدِ خراسان اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ

بعض ارباب سیر نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ یہ آزاد غلام خالد کے بھائی سعید تھے۔ یا یزید الخوی تھے۔ غرضیکہ یہ وفد دربار خلافت میں حاضر ہوا۔ پہلے دونوں عربوں نے گفتگو کی اور تیسرا شخص چپ بیٹھا رہا۔ اس پر امیر المومنین نے پوچھا کہ کیا تم اس وفد کے رکن نہیں ہو؟ اس نے کہا جی ہاں میں بھی ہوں تو امیر المومنین فرمانے لگے کہ پھر تم کیوں خاموش ہو اس نے کہا جناب والا خیال کرنے کی بات ہے کہ بیس ہزار موالی بغیر تنخواہ مسلسل جہاد کر رہے ہیں اور اسی قدر ذمی مسلمان ہو چکے ہیں۔ مگر پھر بھی اسی سابقہ مقدار کے موافق مالگزاری لی جا رہی ہے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے؟ ہمارے صوبہ دار سخت متعصب اور ظالم ہیں۔ ہمارے ہی ملک میں بر سر منبر خطاب فرماتے ہیں کہ جب میں آیا تھا۔ تب ہی رحمدل تھا۔ مگر اب میں سخت گیر ہوں اور بخدا میری قوم کا ایک فرد تمہارے سو آدمیوں سے زیادہ میرے نزدیک طاقتور ہے۔ اس کے ظلم و تکبر کا یہ حال ہے کہ اس کے کرتے کی آستین ہمیشہ بازو تک چڑھی رہتی ہے۔ یہ بھی ظلم میں حجاج سے کم نہیں بلکہ اس کا جانشین ہے۔

نومسلموں سے جزیہ وصول کرنے کی ممانعت

امیر المومنین یہ سن کر فرمانے لگے کہ واقعی اس شخص کو ضرور وفد میں آنا چاہئے تھا اور جراح کو حکم دیا کہ دیکھو جو شخص تمہارے سامنے تمہارے قبلہ کی طرف نماز پڑھے اس سے جزیہ نہ لو۔ اس حکم کے پہنچتے ہی لوگ دھڑا دھڑ مسلمان ہونے لگے۔

(تاریخ الامم والملوک للطبری: ٦/ ٣٧)

شرائط جنگ کا تعین

صفوان بن عمرو رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ہمارے پاس حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دورِ خلافت میں ان کا ایک اپنے عامل کے پاس فرمان آیا کہ رومیوں کے کسی قلعے پر اوران کی کسی جماعت سے ہرگز ہرگز قتال نہ کرنا تاوقت یہ کہ انہیں اسلام کی دعوت نہ دے دو اگر وہ قبول کرلیں تو باز رہو۔ اگر انکار کریں تو جزیہ ہے اور اگر جزیے سے بھی انکار کریں تو پھر ان سے جنگ کرو۔

عبد العزیز بن عمر رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ میرے والد کی تلوار کے قبضے پر چاندی چڑھی ہوئی تھی۔ اسے انہوں نے اتار ڈالا اور اس پر لوہا چڑھا دیا۔

(تاریخ الامم والملوک للطبری ۶/۳۷)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ وہ فتح کے وقت بلند آواز سے تکبیر کہتے تھے۔

شہادت کی تمنا

امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے یزید بن عیاض بن جعدبہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے سلیمان بن ابی کریمہ رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ اللہ کی تعظیم اور اس کے خوف کا سب سے زیادہ مستحق وہ شخص ہے جس کو اُس نے کسی ایسی چیز میں مبتلا کیا ہو جس میں اس نے مجھے مبتلا کیا ہے اور کوئی شخص جو اللہ کی نافرمانی کرے۔ مجھ سے زیادہ سخت حساب میں پڑنے والا اور اللہ کے نزدیک ذلیل نہیں ہے۔ میں جس حال میں ہوں اس کے انجام پر قادر نہیں مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مرتبہ جس پر ہوں کہیں ہلاکت نہ ہو۔ سوائے۔ اس کے کہ اللہ اپنی رحمت سے اس کا تدارک کردے۔ مجھے معلوم ہے کہ تم اللہ کی

راہ میں جہاد کرنے کا ارادہ رکھتے ہو۔ برادرِ عزیز! میں چاہتا ہوں کہ جب تم اپنا مورچہ لینا تو اللہ سے دعا کرنا کہ مجھے بھی وہ شہادت عطا کرے کیونکہ میرا حال سخت ہے اور خطرہ بڑا۔ میں اس اللہ سے دعا کرتا ہوں جس نے مجھے اس چیز میں مبتلا کیا یہ معاملہ بڑا پیچیدا ہے کہ وہ مجھ پر رحمت کرے اور معاف کردے۔

(طبقات ابن سعد: ۵/ ۳۷۳)

قیدی عورت سے نکاح کی ممانعت

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے:

''قیدی عورت سے جب تک وہ قید ہے ہرگز نکاح نہ کیا جائے۔''

سلیمان بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

''قیدی اپنے مال میں جو تصرف کرے اسے جائز رکھو۔''

(طبقات ابن سعد ۵/ ۳۳۰، ۳۳۲)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جب آدمی جنگ میں اپنے گھوڑوں کی پیٹھ پر قتال کر رہا ہو تو وہ اپنے مال میں جو تصرف کرے وہ جائز ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت بھی نقل کی گئی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''ذمی کا (کسی کو) امان (دینا) جائز نہیں۔''

مسلم اور ذمی جاسوسوں کو سزا

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ملک روم میں ان کے پاس دو جاسوسوں کو لایا گیا۔ جن میں سے ایک مسلم اور ایک ذمی تھا۔ انہوں نے ذمی کو قتل کر دیا اور مسلمان کو سزا دی۔

قاصد اور وکیل کا مال غنیمت کا حصہ

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ قاصد اور ڈاک لے جانے والا اور وکیل جو لشکر سے بھیجے جائیں مسلمان کے ساتھ (غنیمت میں) ان کے حصے لگائے جائیں گے۔

اچانک حملہ سے ممانعت

اسحاق بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ جب خلیفہ تھے تو دشمن کی کھیتی پر لشکر کے اچانک حملے سے پناہ مانگتے تھے اور کہتے تھے کہ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی دشمن کی کھیتی پر لشکر کے اچانک حملے سے بیزاری ظاہر کرتے تھے۔

نومسلم سے جزیہ لینے کی ممانعت

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ اگر کوئی اس حالت میں اسلام لائے کہ (اس کا) جزیہ ترازو کے پلڑے میں ہو تو وہ اس سے نہ لیا جائے گا۔

مزید ان سے یہ بھی مروی ہے کہ وہ ذمی جو سال پورا ہونے سے ایک دن بھی پہلے اسلام لائے اس سے جزیہ نہ لیا جائے۔

اموی دور حکومت میں جو عمال حکام مقرر ہوئے ان میں بڑے بڑے سفاک اور ظالم لوگ بھی برسرِ اقتدار آئے حجاج ان بدنام افراد میں بہت زیادہ مشہور تھا۔ اس نے خزانہ شاہی کی آمدنی بڑھانے کے لیے نومسلموں سے بھی جزیہ کا سلسلہ جاری رکھا حالانکہ قرآن وحدیث کی رو سے کسی مسلمان سے جزیہ نہیں لیا جا سکتا لیکن حجاج نے جو چاہا کیا اور

اس نے جو کچھ کیا اس کے آقاؤں نے اسے سند قبول عطا فرمائی لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالتے ہی ایک عام حکم جاری کر دیا کہ مسلم یا نو مسلم سے ہرگز کبھی اور کسی صورت میں بھی جزیہ نہ لیا جائے۔ حاکم مصر نے ان کو لکھا اس حکم کے باعث حکومت کی آمدنی بہت کم ہو گئی ہے۔ اس مرتبہ تو قرض لے کر مصارف کا بندوبست کرنا پڑا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہادی بنا کر خدا نے بھیجا۔ ٹیکس وصول کرنے والا نہیں۔ لہٰذا جزیہ فوراً منسوخ کر دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فرمان میں یہاں تک لکھ دیا کہ جو ذمی اسلام قبول کرے اس سے قطعاً جزیہ نہ لیا جائے۔

غیر مسلموں کا جزیہ

غیر مسلموں اور ذمیوں کے ساتھ وہی برتاؤ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے شروع کر دیا جو عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد خلفائے راشدین میں ہوتا تھا۔ حیرہ کے ایک مسلمان نے ایک ذمی کو قتل کر دیا۔ بدلے میں وہ بھی قتل کیا گیا۔ ایک مسلمان نے ایک نبطی کا گھوڑا بیگار میں پکڑ لیا۔ اسے چالیس دروں کی سزا ملی۔ اموی خاندان کے جن افراد نے ذمیوں کی سرزمین اور جائیداد پر قبضہ کر لیا تھا۔ سب انہیں واپس دلائیں۔ دمشق کا ایک گرجا ایک مسلمان خاندان کی جاگیر میں شامل ہو گیا تھا۔ عیسائیوں نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے شکایت کی فوراً واپس کر دینے کا حکم صادر فرمایا۔ ابن اشعث کی بغاوت کے سلسلہ میں حجاج کو شبہ تھا کہ ذمیوں نے بھی اس کی مدد کی تھی۔ اس لیے اس نے ان کے جزیے کی رقم دگنی کر دی تھی۔ یہ اضافہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً ساقط کر دیا۔ ایک بار ہشام بن عبد الملک رحمۃ اللہ علیہ نے اس زعم میں کہ وہ خاندان شاہی کا فرد ہے۔ ایک عیسائی سے سخت کلامی کی حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ہشام کو وہیں ڈانٹ دیا۔ اس

نیک نیتی اور خلوص کا صلہ خدا نے یہ دیا کہ انتہائی ظلم و شقاوت کے باوجود حجاج عراق سے ۲ کروڑ ۸۰ لاکھ سے زیادہ رقم کسی سال نہ وصول کر سکا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے عہد گرامی میں بغیر کسی جبر و جور کے یہ آمدنی ۱۲ کروڑ سے تجاوز کر گئی۔ اس لیے رعایا خوش حال تھی اور امن و امان کا دور دورہ تھا۔ فارغ البالی عام تھی۔

(تاریخ اسلام ۳/۱۴۔۲۱۲)

قیدیوں سے حسن سلوک

موسیٰ بن عبیدہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ قیدیوں کی نسبت غور کیا جائے اور خطرناک لوگوں سے ضمانت لی جائے ان لوگوں کی گرمی اور جاڑے کی خوارک کے لیے بھی لکھا موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ ہمارے پاس ان لوگوں کو ماہ بہ ماہ خوراک دی جاتی تھی اور ایک جوڑا جاڑے میں دیا جاتا تھا اور ایک گرمی میں۔

یحییٰ بن سعید مولائے مہری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے امرائے لشکر کو لکھا:

> ''جو لوگ قید خانوں میں ہیں۔ ان کے حال پر نظر کرو۔ ایسے لوگ جن کے ذمے کوئی حق ہو۔ انہیں اس وقت تک قید نہ کرو جب تک کہ وہ حق ثابت نہ ہو جائے۔ جس کا معاملہ دشوار ہو مجھے لکھو خطرناک لوگوں سے ضمانت نہ لو کیونکہ قید ان کے لیے عذاب ہے۔ سزا میں حد سے نہ بڑھو۔ ایسے مریضوں کا خیال رکھا جائے جن کا کوئی نہ ہو اور نہ ان کے پاس مال ہو۔ جب تم کسی قوم کو جرمِ قرض میں قید کرو۔ تو ان کو اور بدمعاش (خطرناک اور کفار) لوگوں کو ایک

کوٹھڑی میں اور ایک ہی قید خانہ میں جمع نہ کرو۔ عورتوں کے لیے الگ قید خانہ بناؤ۔ جس کو قید خانے کا داروغہ بناؤ غور کرلو کہ وہ ایسا شخص ہو۔ جس پر بھروسہ کیا جا سکے اور رشوت نہ لیتا ہو کیونکہ جو رشوت لیتا ہو وہ وہی کرتا ہے جو اس کو کہا جاتا ہے (رشوت لے کر)۔"

(طبقات ابن سعد حصہ پنجم ص ۳۴۴)

قیدی خوارج کیلئے فرمان

منذر بن عبید رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ عبدالحمید بن عبدالرحمٰن بن زید رحمۃ اللہ علیہ کے نام حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان آیا کہ جن خوارج کو گرفتار کرنا انہیں قید کر دینا یہاں تک کہ وہ لوگ راہ راست پر آ جائیں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا اس حالت میں انتقال ہوا کہ ان کی قید میں خوارج کی ایک جماعت تھی۔

غیر مسلموں کے بارے ہدایت

امیر المومنین نے عبدالرحمٰن بن نعیم رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ کسی ایسے گرجا، یا یہودیوں کی خانقاہ یا آتش خانہ کو منہدم نہ کرنا جس کے قائم رکھے جانے کا عہد نامہ صلح میں وعدہ کیا گیا ہو مگر اس کے ساتھ ہی نئے معابدے نہ بنانے دینا۔ اسی طرح بکریاں آگے سے کھینچ کر ذبح خانے کو نہ لے جائیں اس کی بھی ممانعت کر دو کہ کوئی شخص ذبح ہونے والے جانور کے سر پر چھری تیز نہ کرے اور بغیر کسی عذر شرعی کے دو وقت کی نماز ایک وقت میں ادا نہ کرنا۔

(تاریخ الامم و الملوک للطبری ۵۱/۶۔۵۰)

قسطنطنیہ کے مسلمان قیدی

بکر بن خنیس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے قسطنطنیہ کے مسلمان قیدیوں کے نام خط لکھا:

"اما بعد! تم اپنے آپ کو قیدی تصور کرتے ہو؟ معاذ اللہ تم قیدی نہیں بلکہ اللہ کے راستے میں محبوس ہو اور تمہیں علم ہونا چاہیے کہ میں اپنی رعایا میں کوئی چیز تقسیم کرتا ہوں تو تمہارے گھر والوں کو بہتر سے بہتر اور زیادہ سے زیادہ حصہ پہنچاتا ہوں اور میں تمہارے لیے پانچ پانچ دینار بھیج رہا ہوں اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ زیادہ بھیجنے کی صورت میں رومی طاغوت اس کو روک لیں گے اور تم تک نہیں پہنچنے دیں گے۔ تو اس سے زیادہ بھیجتا اور میں فلاں صاحب کو تمہارے پاس بھیج رہا ہوں۔ وہ رومیوں کو منہ مانگا معاوضہ دے کر تمہارے چھوٹے، بڑے مرد، عورت آزاد اور غلام سب کو رہا کرائے گا۔ لہٰذا تمہیں بار بار خوشخبری دی جاتی ہے۔ والسلام۔"

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لا بن عبد الحکم ص:۱۸۱)

ایک مسلمان قیدی کا واقعہ

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے شاہِ روم کے پاس ایک قاصد بھیجا۔ یہ قاصد ایک دن بادشاہ کے پاس سے اٹھا تو گھومتے پھرتے ایک ایسی جگہ پہنچا۔ جہاں ایک شخص کے قرآن پڑھنے اور چکی پیسنے کی آواز آرہی تھی۔ یہ اس کے پاس گیا اور اسے سلام کیا، مگر اس نے جواب نہیں دیا اس نے دو تین مرتبہ سلام کیا بالآخر اس نے یہ کہا کہ اس شہر میں سلام

کیسا؟ قاصد نے بتایا کہ وہ شاہِ روم کے نام امیر المومنین کا ایک پیغام لے کر آیا ہے اور انہوں نے رومی بادشاہ سے تمہاری قید کی وجہ دریافت کی ہے۔ اس نے بتایا کہ مجھے فلاں جگہ سے قید کیا گیا تھا۔ مجھے شاہ روم کے سامنے پیش کیا گیا۔ بادشاہ نے مجھے دعوت دی کہ میں نصرانی ہو جاؤں مگر میں نے انکار کر دیا۔ بادشاہ نے دھمکی دی کہ اگر ایسا نہیں کرو گے۔ تو آنکھیں نکال دی جائیں گی۔ مگر میں نے آنکھوں کے بجائے دین کو ترجیح دی چنانچہ گرم سلائیوں سے میری آنکھیں ضائع کر دی گئیں اور مجھے یہاں پہنچا دیا گیا۔ یومیہ اتنی گندم پیسنے کو ملتی ہے اور ایک روٹی کھانے کو۔ قاصد حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا تو اس شخص کا قصہ بھی پیش کیا قاصد کا بیان ہے کہ میں ابھی پورا قصہ بیان نہیں کر پایا تھا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں سے آنسوؤں کا چشمہ بہہ پڑا۔ جس سے ان کے آگے کی جگہ تر ہو گئی۔ پھر شاہِ روم کے نام خط لکھا۔

"اما بعد! مجھے فلاں صاحب کی خبر پہنچی ہے۔ (یہاں اس قیدی کے احوال ذکر کیے گئے) اور میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ اگر تو اس کو رہا کر کے میرے پاس نہیں بھیجے گا تو میں تیرے مقابلہ میں ایسا لشکر بھیجوں گا جس کا پہلا دستہ تیرے پاس ہو گا پچھلا دستہ میرے پاس۔"

قاصد پھر شاہِ روم کے ہاں گیا، اس نے کہا:

"بڑی جلدی دوبارہ آئے۔"

قاصد نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا خط پیش کیا۔ اس نے پڑھ کر کہا:

"ہم نیک آدمی کو لشکر کشی کی زحمت نہیں دیں گے بلکہ قیدی واپس کر دیں گے۔"

قاصد کا بیان ہے کہ مجھے اس کی رہائی کے انتظار میں چند دن وہاں ٹھہرنا پڑا ایک

دن بادشاہ کے دربار میں گیا تو عجیب منظر دیکھا بادشاہ اپنے تخت سے نیچے بیٹھا ہے اور چہرے پر حزن وملال کے آثار تھے۔ مجھے دیکھتے ہی کہا: جانتے ہو میں اس طرح کیوں بیٹھا ہوں؟ میں نے کہا مجھے خبر نہیں مگر آپ کی نشست کا منظر میرے لیے موجب حیرت ضرور ہے۔ بادشاہ نے کہا: مجھے بعض علاقوں سے خبر پہنچی ہے کہ اس نیک آدمی (حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ) کا انتقال ہو گیا ہے اس کے سوگ میں اس طرح بیٹھا ہوں۔ پھر کہا: کوئی نیک آدمی جب برے لوگوں میں گھرا ہوا ہو تو اسے بہت کم مدت رہنے دیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ان کے درمیان سے اٹھا لیا جاتا ہے۔

قاصد کہتا ہے مجھے اس اطلاع سے اس مظلوم قیدی کی رہائی سے مایوسی ہوئی اسی لیے میں نے بادشاہ سے کہا کہ مجھے واپسی کی اجازت ہو۔ بادشاہ نے کہا: یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم ان کی زندگی میں ان کی بات مان لیں اور ان کی موت کے بعد اس سے پھر جائیں چنانچہ اس قیدی کو رہا کر کے میرے ساتھ بھیج دیا۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن عبد الحکم ص: ۱۸۹-۱۸۸)

مسلمانوں کا فرانس میں داخلہ

جب مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ سپین کی سرحد کے اس پار فرانس کا زرخیز اور سرسبز شاداب ملک آباد ہے۔ تو انہوں نے اپنے گورنر محمد بن عبد الرحمٰن کی سرکردگی میں فرانس پر چڑھائی کر دی۔ ان ایام میں فرانس کا ملک مختلف ریاستوں میں بٹا ہوا تھا اور وہاں کے حکمران ایک دوسرے سے برسرپیکار تھے۔ مسلمانوں نے ان کی باہمی نااتفاقی سے فائدہ اٹھا کر جنوبی فرانس کا بہت سا حصہ فتح کر لیا۔

(تاریخ اسلام از ڈاکٹر حمید الدین ص: ۲۵۰)

اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی حکومت میں ۹۹ھ میں حضرت عمرو بن قیس الکندی رحمۃ اللہ علیہ نے

موسم گرما کی جنگیں بھی لڑیں۔

(تاریخ یعقوبی جلد دوم ص:۵۰۲)

ترکوں کو شکست

عبداللہ بن معمر الیشکری رحمۃ اللہ علیہ کو ماوراء النہراء کی طرف بھیجا اور اس نے ترکوں کی ایک فوج کے ساتھ جنگ کی اور شکست دی اور ابن معمر واپس آیا۔

(تاریخ یعقوبی جلد دوم ص۴۹۲)

پھر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو اس تنگی اور فاقہ کی اطلاع ملی جو بلاد روم میں مسلمہ کے ساتھیوں کے شامل حال تھا۔ پس آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمرو بن قیس کو موسم گرما کی جنگ پر بھیجا اور اس کے ساتھ ان مسلمانوں کے لیے جو مسلمہ کے ساتھ تھے۔ چادریں، کھانا اور عطیات بھیجے اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے عبدالعزیز بن حاتم بن نعمان باہلی رحمۃ اللہ علیہ کو بھیجا۔ جس نے ترکوں پر حملہ کیا اور ان میں سے فرار ہونے والا شخص ہی بچ سکا اور وہ ان میں سے پچاس قیدیوں کو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لایا اور مسلمانوں میں سے ایک شخص نے ایک قیدی کے بارے میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے کہا یا امیر المومنین اگر آپ اسے مسلمانوں کو قتل کرتے دیکھتے تو آپ ہمیں اس کے قتل ہی کی تجویز دیتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اٹھو اور اسے قتل کر دو۔

(تاریخ یعقوبی جلد دوم ص:۴۹۲)

خلافت کا نظامِ عدالت

قاضی کے اوصاف

مزاحم بن زُفر رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ میں اہل کوفہ کے ایک وفد کے ہمراہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا۔ وہ ہم لوگوں سے شہر کے امیر اور قاضی کے متعلق پوچھنے لگے پھر کہا: قاضی پانچ خصلتوں کا حامل ہونا چاہئے کہ اگر قاضی میں ان میں سے ایک بھی کم ہو تو وہ ناقص ہوگا اس کا فہیم ہونا، حلیم ہونا، عفیف و پارسا ہونا، نیک بخت ہونا اور اس کا عالم ہونا کہ جو نہ جانتا ہو وہ اس سے دریافت کرے تو وہ ان کے سوالوں کا جواب دے۔

ایک دوسری روایت میں درج ذیل پانچ خصائل کا تذکرہ ہے۔

۱۔ عفیف و پارسا ہو۔

۲۔ حلیم و بردبار ہو۔

۳۔ جو کچھ اس سے پہلے ہو چکا ہو اسے جانتا ہو۔

۴۔ ذی رائے لوگوں سے مشورہ لیتا ہو۔

۵۔ لوگوں کی ملامت کی پرواہ نہ کرتا ہو۔

(طبقات ابن سعد: ۳۴۶/۵)

عمال کو عدل واحسان کی تلقین

یعقوب بن عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بعض عاملوں کو لکھا:

''اگر تم اس قدر عدل واحسان واصلاح میں رہنے پر قادر ہو جس قدر کہ تم سے پہلے کے لوگ ظلم وزیادتی میں تھے۔ تو اس لئے تم اپنی طاقت کے مطابق عدل وانصاف کو قائم کرنے کی کوشش کرو۔ لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ (گناہ سے باز رہنا اور نیکی کی توفیق ملنا بغیر اللہ کی مدد کے نہیں ہے)۔''

(طبقات ابن سعد: ۳۶۱/۵)

فیصلہ کی بنیاد شہادت

یحییٰ غسانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جب مجھے موصل کا حاکم بنایا تو میں نے وہاں پہنچ کر دیکھا کہ چوری اور ڈاکہ زنی کی وارداتیں وہاں بہت ہوتی ہیں۔ چنانچہ میں نے وہاں کی ساری کیفیت لکھ بھیجی اور ساتھ ہی یہ پوچھا کہ میں چوروں کو کس طرح سزا دوں۔ کیا لوگوں کے الزامات کی بنا پر یا اپنے اجتہاد کی بنیاد پر یا پھر لوگوں سے گواہیاں لے کر پھر سزا دوں؟ آپ نے جواب میں لکھ بھیجا کہ فیصلے گواہیوں کی بنیاد پر کرنا اگر ان لوگوں کی اصلاح حق وعدل پر بھی نہ ہوئی تو پھر ان کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے ان کے مقدر میں اللہ کی طرف سے اصلاح ہی نہیں ہے۔ یحییٰ غسانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ پھر میں نے ہر فیصلہ گواہی کی بنیاد پر کیا۔ جب موصل سے مجھے دوسری جگہ بھیجا گیا تو اس وقت دوسرے شہروں کے مقابلے میں موصل میں اصلاح کے آثار نمایاں تھے اور چوری کی

وارداتیں بھی شاذ و نادر ہوتی تھیں۔

(تاریخ الخلفاء للسیوطی: ص ۲۲۲-۲۲۳)

فقہ اکبر اور عدل کی تعریف

طیوریات میں ہے۔ جریر بن عثمان رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد کے ہمراہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے ان کے بیٹے کی تعلیم و تربیت کے متعلق پوچھا اور پھر خود ہی فرمایا کہ تم اس کو فقہ اکبر کی تعلیم دو۔ انہوں نے پوچھا کہ فقہ اکبر کیا ہے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مسلمانوں کو ضرر نہ دینا اور قناعت فقہ اکبر ہے۔ تفسیر ابن ابی حاتم میں ہے۔ محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن مجھے بلا کر فرمایا کہ بتاؤ عدل کی تعریف کیا ہے۔ میں نے عرض کیا ماشاء اللہ، سبحان اللہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی باعظمت چیز کی تعریف پوچھی ہے۔ عدل کی تعریف یہ ہے کہ چھوٹوں سے باپ کی طرح، بڑوں سے بیٹے کی طرح اور ہم حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے بھائی جیسا سلوک کیا جائے، عورتوں سے حسن سلوک سے پیش آیا جائے۔ مجرموں کو ان کی صحت اور طاقت کے مطابق سزا دی جائے اور ذاتی مخالفت کی بنیاد پر کسی کو نقصان نہ دیا جائے ان باتوں سے تجاوز ظلم میں شمار ہوگا۔

خلافت میں عدالت کا آغاز

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ تین دن لوگوں سے غائب رہتے ہیں۔ جس سے بنو مروان اور بنو امیہ کے ممتاز حضرات، فوج کے رؤساء اور عرب کے شرفاء بے چین ہو جاتے ہیں۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دروازے پر کھڑے ہوئے انتظار کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ان پر کیا حکم نافذ ہوتا ہے لیکن حضرت عمر بن

عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ مزاحم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ دستاویزیں جمع کرنے میں مصروف ہوتے ہیں۔ اپنی ذاتی جاگیروں اور جائیدادوں کی بھی اور امراء کے عطیات کے اقرار نامے بھی اور ان کے وظائف کے کاغذات بھی یہ تمام سرکاری فنڈ کا آدھا یا دو تہائی (۲/۳) مال ہوتا ہے۔ پھر جب تمام کاغذات اور دستاویزات جمع کر لی جاتی ہیں۔ تو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ حکم دیتے ہیں۔ "الصّلوٰۃ جامعۃ" کا اعلان کیا جائے۔ تاکہ لوگ جمع ہو جائیں آخر کار لوگ جمع ہو جاتے ہیں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ باہر آتے ہیں اور منبر پر چڑھ جاتے ہیں۔ مزاحم رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ آج حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنی زندگی کی پہلی عدالت لگاتے ہیں اور پہلی بار معمولی کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ رجاء بن حیوٰۃ رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے مطابق ان کپڑوں کی قیمت ۱۲ درہم تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جسم پر کرتا، چادر، پاجامہ، جبہ، پگڑی، ٹوپی اور موزے تھے۔ اور ان سب کی قیمت ۱۲/ درہم تھی۔

(وفیات الاعیان: ۶۱/۲، صفۃ الصفوۃ لابن الجوزی: ۳۶۸/۲،
سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاہل ص: ۱۳۳)

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں کو زیادہ دیر حیرت اور تعجب میں نہیں چھوڑا اور ان سے فرمایا:

"اما بعد! لوگوں نے ہمیں عطیات دیئے جن کا قبول کرنا ہمیں مناسب نہ تھا اور نہ انہیں ان کا دینا مناسب تھا۔ میرے خیال میں ان عطیات میں ہم سے اللہ کے سوا کوئی حساب لینے والا نہیں۔ میں نے یہ کام اپنی اور اپنے گھر والوں کی ذاتی جائیداد سے شروع کیا ہے۔"

پھر مزاحم رحمۃ اللہ علیہ کو حکم دیا کہ پڑھ کر سناؤ۔ مزاحم رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر بن عبد

العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے اور امراء کی ایک ایک دستاویز اقرار نامہ اور ایک ایک کاغذ کو پڑھ کر سناتے ہیں۔ پھر ان تمام کاغذات کو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لے لیتے ہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں قینچی ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ ان سب کو کتر کر پھینک دیتے ہیں اور ظہر کی اذان ہونے تک یہی کام کرتے رہتے ہیں۔

یہ تو ان کاغذات کا حشر ہوا جن سے جائیدادیں پیدا کی گئیں تھیں لیکن جس سے جائیدادیں حاصل نہیں کی گئی تھیں۔ اور جائیدادیں بلا تحریر کے تھیں۔ ان کے بارے میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حکم نافذ فرما دیا کہ کوئی شخص ایسی زمین وغیرہ سے جو اس نے غصب کی ہو یا اُس کے لیے غصب کی گئی ہو فائدہ نہ اٹھائے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اعلان کرا دیا کہ ہر شخص کے ہر معاملے کے متعلق اللہ ربّ العزت کی کتاب کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ظلم سے حاصل کیے ہوئے کھیت اور وہ جائیدادیں جس پر کسی کا مطالبہ تھا۔ حق داروں کو دلوا دیں۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے قبضہ میں جس قدر کھیت چیزیں غلام اور لونڈیاں تھیں۔ وہ سب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بیت المال میں دے دیں۔

مقدمات کے سلسلے میں آلِ سیدنا بلال بن رباح رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف ایک مقدمہ دائر کرتے ہیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کرتے ہیں (انہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ایک کھیت فروخت کیا تھا۔ پھر اس میں کانیں نکل آئیں) ہم نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو کھیت فروخت کیا تھا۔ کانیں فروخت نہیں کی تھیں اور انہوں نے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کھجور کے پتے پر لکھی ایک تحریر دکھائی حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے لپک کر وہ تحریر چوم لی اور اسے اپنی آنکھوں سے لگا لیا اور اپنے منتظم سے کہا۔ اس کی آمدنی اور خرچ کا اندازہ لگاؤ۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خرچہ وضع کر کے باقی پیسے انہیں دے دیئے۔

(فتوح البلدان للبلاذری: ۲۲ سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاہل ص: ۳۰۴)

عدل کس پر واجب ہے؟

عموماً یہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ عدل کس کا فرض ہے؟ کیا عدل رعیت پر واجب ہے؟ یا حاکم پر، یا دونوں پر، عبدالملک بن مروان کا خیال تھا کہ رعایا پر حاکم وقت کی اندھی تقلید کرنی ضروری ہے اور اس پر حاکم کی اطاعت فرض ہے۔ عبدالملک کے زمانہ میں رعیت نے ان سے عدل کا مطالبہ کیا عبدالملک نے کہا رعایا عدل کی حق دار نہیں بعد میں عبدالملک کہا کرتے تھے۔

"اے لوگو! بنظرِ انصاف غور کرو۔ تم ہم سے تو سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا سا عدل چاہتے ہو لیکن تم سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سی رعیت بننا نہیں چاہتے حق تعالیٰ ہر ایک کی ہر ایک پر مدد فرمائے۔"

(ثمار القلوب ص:۶۶/ سیرت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ للسید الاہل ص:۱۵۵)

عدل کے سلسلہ میں یہ عبدالملک کی رائے تھی۔ لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کی رائے یہ تھی کہ سب سے پہلے عدل حکام کا اوّلین فرض ہے۔ پھر رعایا کا فرض ہے۔ اس صورت میں عدل راعی اور رعایا دونوں کا فرض ہے۔ مگر ابتدا حکام کی طرف سے ضروری ہے۔ پھر جب مظالم کا گناہ حاکم پر ہے۔ تو رعیت پر بھی ہے۔ بشرطیکہ رعیت نے حاکم کی نگرانی نہ کی ہو اور اسے غلطیوں پر آگاہ نہ کیا ہو۔ اگر رعایا نے ایسا نہیں کیا اور حکام کو ان کی غلطیوں پر آگاہ نہیں کیا تو غلطی کی اور اس کے حصے میں محرومی آئی۔ بلکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی رائے تھی کہ جو رعایا حکام کا محاسبہ نہیں کرتی اور ان کی غلطیوں کی تاک میں نہیں رہتی وہ سزا کی حقدار ہے کیونکہ وہ گناہ پر روک ٹوک نہیں کرتی اور مظالم سے چشم پوشی کرتی ہے۔

(سیرت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ للسید الاہل ص:۱۵۵)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی عدل سے محبت

عدل وانصاف کی محبت نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں جڑیں پھیلا لی تھیں اور عدل کی جڑیں ان کے رگ وریشہ میں بسی ہوئی تھیں اور یہ آپ کو اپنے نانا جان سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ورثہ میں ملی تھیں اور اس پر دوسرے محرکات بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تائید کر رہے تھے اور انہوں نے آپ کو گھیر لیا تھا اور آپ کو اس راہ پر مجبور کر دیا تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ عدل کے لیے وہ کارنامے انجام دیں جو آپ کے دورِ خلافت سے پہلے انجام نہیں دیئے گئے تھے۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاہل ص:۱۵٦)

ابن مغیرہ کو افریقہ کا قاضی کیوں بنایا؟

لوگوں کا کہنا ہے۔ جب خلافت سلیمان کے پاس آئی تو اس نے اپنے ایک معتمد آدمی کو خراج وصول کرنے پر مقرر کیا اور افریقہ کے حاکم عبداللہ بن موسیٰ بن نصیر رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ قیروان کے دس آدمی اس مال کے ساتھ بھیجے جائیں جو گواہی دیں کہ مال صحیح طریقے سے جمع کیا گیا ہے۔ پھر جب یہ دس آدمی اس مال کے ساتھ سلیمان کے پاس پہنچتے ہیں۔ تو سلیمان ان سے پوچھتا ہے کیا یہ مال درست طریقہ سے وصول کیا گیا ہے؟ یہ اثبات میں جواب دیتے ہیں۔ پھر سلیمان ان سے دیگر باتیں پوچھنے لگتا ہے اور یہ جواب دینے لگتے ہیں۔ مگر ان میں ایک آدمی خاموش رہتا ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اس مجلس میں موجود ہوتے ہیں اور یہ بات دیکھتے ہیں پھر جیسے ہی وہ واپس ہوتے ہیں تو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اس شخص کے بارے میں پوچھتے ہیں جو خاموش رہا تھا۔ لوگ کہتے ہیں۔ یہ عبداللہ بن مغیرہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ بڑے دین دار، فاضل اور متقی ہیں اور لوگوں

نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بھی بتایا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس لیے خاموش رہتے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عہد کر لیا ہے کہ صحیح اور حق بات ہی بولیں گے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ابن مغیرہ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ ادائے عدل پسند کی اور انہیں یاد رکھا پھر جب حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ برسر اقتدار آئے تو عبداللہ بن مغیرہ رحمۃ اللہ علیہ کو افریقہ کا قاضی مقرر فرما دیا کیونکہ آپ نے ان میں تقویٰ، ثقاہت اور علم و معرفت دیکھا تھا۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاہل ص: ۱۷۵،

ریاض النفوس: ۱/۸۲)

اس طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سمع بن مالک خولانی رحمۃ اللہ علیہ میں ولید بن عبد الملک کے پاس امانت و دیانت دیکھی تھی۔ اس بنا پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں اندلس کا حاکم مقرر فرما دیا۔

کمال عدل

میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے۔ فرماتے ہیں اگر میں تم پر پچاس سال بھی حکومت کروں تو جس طرح چاہتا ہوں پورا عدل و انصاف قائم نہیں کر سکوں گا۔ میں کچھ اچھا کام کرنا چاہتا ہوں لیکن ڈرتا ہوں کہ لوگ اسے دل سے قبول نہیں کریں گے تو طمعِ دُنیا میں آ کر اسے چھوڑ دیتا ہوں۔

(تذکرۃ الحفاظ: ۱/۱۱۲)

مقدمہ کا فیصلہ

عبدالرحمٰن بن حسن بن القاسم الازرقی رحمۃ اللہ علیہ نے جن کے ماموں جراح ابن عبد اللہ الحکمی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ اپنے والد سے روایت کی کہ وہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے

پاس تھے۔ قریش کے کچھ لوگ ان کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کر رہے تھے۔ انہوں نے فیصلہ کر دیا۔ جس کے خلاف فیصلہ تھا۔ اس نے کہا اللہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اصلاح کرے۔ میرے گواہ ہیں جو موجود نہیں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حق کو حقدار کیلئے سمجھ لینے کے بعد فیصلے میں تاخیر نہیں کر سکتا۔ تم جاؤ اگر اپنی شہادت وحق کو میرے پاس لائے جو ان لوگوں کے حق سے زیادہ مستحکم ہوا تو سب سے پہلے میں ہی اپنے فیصلے سے رجوع کروں گا۔

(طبقات ابن سعد: ۳۶۳/۵)

درسِ مساوات

موسیٰ بن عبیدہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا ایک فرمان سنا جو ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم رحمۃ اللہ علیہ کے نام تھا کہ تم اپنے گھر کے اندر اجلاس کرنے سے بچنا لوگوں کے سامنے مجلس عام میں بیٹھ کر خوش منظری کے ساتھ صلح کرانا تمہارے نزدیک ایک دوسرے پر ترجیح نہ ہو۔ یہ ہرگز نہ کہنا کہ لوگ امیر المومنین کے قریبی رشتہ دار ہیں کیونکہ آج میرے نزدیک امیر المومنین کے قریبی رشتہ دار اور دوسرے لوگ برابر ہیں۔ بلکہ مجھے امیر المومنین کے قریبی رشتہ دار کے متعلق یہ گمان کرنے کا حق ہے کہ ان سے جو جھگڑتا ہے۔ وہ اس پر زبردستی کرتے ہیں۔ جب تمہیں کوئی امر دشوار معلوم ہو تو اس کے بارے میں مجھے لکھنا۔

(طبقات ابن سعد: ۳۲۲/۵)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خطبہ

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے خطبہ دیا تو فرمایا:

"لوگو! قرآن کے بعد کوئی الہامی کتاب نہیں اور سرورِ کائنات

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں، میں قاضی نہیں ہوں، صرف فیصلوں کا نفاذ کرنے والا ہوں۔ میں مبتدع نہیں ہوں، میں تو صرف متبع ہوں۔ ظالم امام سے بھاگنے والا ظالم نہیں کہلائے گا، ظالم امام ہی دراصل عاصی اور گنہگار ہے۔"

(البدایہ والنہایہ لابن کثیر: ۹/ ۲۸۳)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی پیش گوئی

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے سیر اعلام النبلاء میں حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

"میری اولاد میں ایک ایسا شخص ہوگا جس کے چہرہ پر کوئی علامت ہو گی وہ دنیا کو عدل سے بھر دے گا۔"

اس قول کے بعد حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ہم سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اس پیشین گوئی کا مصداق حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ کسی دوسرے کو نہیں سمجھتے۔"

(سیر أعلام النبلاء للذہبی: ۵/ ۴۵۱، البدایہ والنہایہ لابن کثیر: ۹/ ۲۸۱)

عدل کا احساس

سمرہ بن عبد العزیز بن الربیع بن سمرہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کی کہ ایک دن حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ واللہ میری دلی خواہش ہے کہ ایک روز عدل کروں اور اسی حالت میں اللہ مجھے اٹھا لے۔ ان کے بیٹے عبد الملک نے کہا کہ امیر المومنین۔ واللہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ اونٹنی کا دودھ دوہنے میں

ایک تھن سے دوسرے تھن تک ہاتھ لے جانے میں جتنی دیر لگتی ہے اتنی دیر آپ رحمۃ اللہ علیہ عدل کریں اور اسی حالت میں اللہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے پاس بلا لے۔ پھر کہا کہ اللہ وہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اگرچہ مجھ کو اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ہانڈیاں ابال دیں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اللہ تمہیں جزائے خیر دے۔

(طبقات ابن سعد: ۳۷۹/۵)

فکرِ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ میں عدل

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو یقین تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ تنہا سیاست حکومت پر قادر نہیں اور یہ بھی معلوم تھا کہ خواہ عدل کی کتنی ہی سر توڑ کوشش کی جائے پھر بھی ایسا عدل نا ممکن ہے۔ جس میں غلطی کے لیے قناعت نہیں کی اور ماہر تجربہ کاروں سے عدل کے بارے میں پوچھتے رہے اور یکے بعد دیگرے ہر طریقہ کا تجربہ کرتے رہے۔ حتیٰ کہ عدل کو اپنے دلوں میں چھان پھٹک کر جما لیا۔ جو واضح نمایاں اور چمک دار کناروں والا تھا اور آپ سے کسی لمحہ کے لیے بھی اوجھل نہ ہوتا تھا۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاہل ص: ۱۷۹)

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ سے عدل کے متعلق پوچھا تو انہوں نے عدل کی تعریف اس طرح بیان کی۔ آپ چھوٹے مسلمانوں کے حق میں باپ، بڑوں کے سلسلے میں بیٹے اور ہم عمر لوگوں کے بھائی بن جائیں اور لوگوں کو ان کے قصوروں کے مطابق ان کے جسم کا لحاظ کرتے ہوئے سزا دیں اور اپنے ذاتی انتقام میں کسی کو ایک کوڑا بھی نہ ماریں۔ ورنہ آپ رحمۃ اللہ علیہ زیادتی کریں گے اور اللہ کے پاس زیادتی کرنے والوں میں شمار کیے جائیں گے۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن الجوزی ص: ۱۶)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھیوں کے نزدیک اجتماعی عدل اور حکمی عدل میں کوئی فرق نہیں تھا۔ حکمی عدل میں جس کا نفاذ قاضی کرتا ہے اور اجتماعی عدل جو امام کا کام ہے اور اگر دونوں کا وجود ہو تو دونوں ایک دوسرے کا سہارا بنتے ہیں اور ایک دوسرے کی بنیادیں مضبوط کرتے ہیں۔ اسی لیے یہ دونوں ہم معنٰی ہیں اور ان کے متعلق اکٹھا ہی سوال کیا جاتا ہے۔

وقوعِ عدل

عدل کا وقوع اس طرح ہوتا ہے کہ جو احسان کا مستحق ہے۔ اس کے ساتھ احسان کیا جائے اور جو سزا کا مستحق ہے۔ اسے سزا دی جائے اور ہر قصور کی سزا کا ایک انداز مقرر ہو۔ یہ نہ ہو کہ تمام مجرموں کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکا جائے پھر درمیانی راہ اختیار کی جائے نہ تو زیادتی ہو اور نہ کمی ہو اور عدل میں عربی یا غیر عربی سب برابر ہیں۔ جس طرح محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ نے عدل کی تعریف کی تھی۔ اسی طرح حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر عمل کیا یہی عدل ہے۔

شبہ کی صورت میں فیصلہ

عدل میں یہ بھی ہے کہ شبہ کی وجہ سے حد ہٹا دی جائے یہ مقدمات عدل کا ایک حکم ہے کیونکہ اس میں ایک لچک ہے کہ لوگ ظلم و دکھ سے بچ جائیں اور مجرموں پر شفقت کا بھی اعتبار ہے کہ وہ اسراف و زیادتی سے محفوظ رہیں۔ اسی لیے شبہہ سے حد ہٹا دینا موجب خیر ہے۔ حتیٰ کہ اگر قاضی سے فیصلہ میں اجتہادی غلطی بھی ہو جائے تو پھر بھی شبہ سے حد کا ہٹا دینا محل عدل ہے۔ اس سلسلے میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنے عمال و قضاۃ کو لکھتے ہیں۔ جہاں تک ہو سکے حدوں کو شبہات سے ہٹا دو۔ ہر شبہ میں یہی کرو

کیونکہ حاکم کا معافی میں خطا کرنا سزا میں خطا کرنے سے بہتر ہے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ میں اپنے نانا سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا طریقہ اختیار کیا تھا۔

(سیرت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاہل ص: ۸۰۔۱۷۹)

عدل سے ہٹی ہوئی چیزیں

یہ عدل نہیں کہ دعویداروں کو ان کے دعووں کے مطابق ہمیشہ حقوق دیئے جائیں کیونکہ اکثر غنڈے جھوٹے موٹے دعوے بھی کر دیتے ہیں۔ قاضی کا فرض ہے کہ جب کوئی مقدمہ اس کے سامنے لایا جائے تو اس کی صحت و غلطی سمجھنے کی کوشش کرے تاکہ غلط فیصلہ کرنے سے بچ جائے۔ بہت سے دعویداروں کے حق میں آگ کے ٹکڑوں کا غیر شعوری طور پر فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک لالچی کی درخواست مسترد کر دی کیونکہ اس کا لالچ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہو گیا تھا کہتے ہیں کہ سلیمان کی موت کے بعد حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے عنبر کا ایک بڑا ٹکڑا لایا گیا۔ ایک شخص اس بات کا منتظر تھا کہ کب یہ ٹکڑا حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے پیش ہو اور میں ان سے رقم وصول کروں۔ پھر جب یہ ٹکڑا حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے لایا گیا تو اس شخص نے کھڑے ہو کر کہا امیر المومنین! یہ میرا عنبر ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا! اس کا کیا قصہ ہے؟ بولا میں نے اسے سلیمان بن عبد الملک کو سات ہزار میں فروخت کیا تھا۔ حالانکہ یہ ۱۸ ہزار سے بھی زیادہ کا ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اللہ تجھ پر رحم کرے کیا انہوں نے تجھے ڈرایا تھا؟ بولا نہیں فرمایا کیا انہوں نے تجھ پر جبر کیا تھا۔ یا تجھ سے زبردستی چھینا تھا؟ بولا نہیں۔ پوچھا پھر کیا بات ہے؟ بولا امیر المومنین میرا عنبر ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے حکم دیا کہ مقدمہ کی تاریخ ڈال دی جائے تاکہ تحقیق ہو سکے۔ اس عنبر میں اس کا حصہ معلوم نہیں ہوتا۔

وقت کا حکمران عدالت میں

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ میں عدالت کا کوئی فائدہ نہیں جب تک قاضی نا قابل تسخیر قوت کا حامل اور نہ ٹوٹنے والے غلبہ کا مالک نہ ہو اور یہ انتہائی ضروری ہے کہ قاضی کا فیصلہ ہر چیز پر نافذ ہو۔ حتیٰ کہ امام و بادشاہ پر بھی۔ دراصل فیصلہ ایک مقدس کام ہے۔ گویا وہ اللہ کا ہاتھ ہے۔ جب حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حلوان سے ایک مصری آ کر عرض کرتا ہے کہ آپ کے والد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مصر پر اپنی ولایت کے زمانے میں میری جائیداد غصب کر لی تھی اور اس نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو ڈانٹا بھی۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اس کے لیے نرم ہو گئے اور اس سلسلے میں کوئی قطعی فیصلہ نہ کر سکے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس حلوانی کو سمجھایا کہ میرے ساتھ آرام سے گفتگو کرو اور میری ذاتیات پر حملہ نہ کر کیونکہ اس جائیداد میں میرے ساتھ میرے بہن بھائی بھی شریک ہیں اگر میں قاضی کے فیصلہ کے بغیر یہ جائیداد لوٹا دوں تو میرے بہن بھائی راضی نہ ہوں گے۔

اس لیے مناسب یہی ہے کہ قاضی کے پاس اپنا مقدمہ لے جا قاضی نے دونوں کے بیانات سن کر مصری کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہم نے جائیداد پر دس لاکھ درہم خرچ کیے ہیں۔ قاضی نے غور کرنے کے بعد فیصلہ کیا کہ بقدر خرچ آمدنی بھی ہو گئی ہے اور جائیداد واپس کرا دی۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔ قاضی اللہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو برکت عطا کرے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خود کھڑے ہو کر وہ زمین مصری کو دی۔

(الرشد: ۱۲۹/۲، سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز ، تلسید الاہل ص: ۱۸۱)

عدل کی تکمیل کب ہوتی ہے

عدل مکمل نہیں ہوتا جب تک احکام نافذ نہ کرائے جائیں اور حقوق پر قبضہ نہ دلوایا جائے۔ اگر قاضی کسی حقدار کے حق میں فیصلہ کردے اور حق دار اپنے حق پر قبضہ نہ کر سکے تو ظالم اس سے ہٹا نہیں اور حق ضائع ہونے سے محفوظ نہیں ہوا۔ ان دونوں باتوں میں حاکم سے باز پرس ہوگی اور لوگ حاکم ہی کو برا کہیں گے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ ان تمام باتوں کو اچھی طرح سے سمجھتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں ایک شخص کا پرچہ آتا ہے۔ جو اپنے بیٹے کے ظلم کی شکایت کرتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اسے لکھتے ہیں اگر میں اس سے انصاف کے ساتھ تیرا حق نہ دلواؤں تو میں ہی ظالم ہوں۔

(العقد الفرید: ۲۰۹/۴، سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز للسید الاہل ص: ۱۸۱)

نفاذِ احکام میں نرمی مناسب ہے

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ احکام کا نفاذ نرمی سے ہو اور قصوروار کو اپنے قصور کا احساس بھی ہو اور حکمناموں کے نفاذ میں تاخیر نہ کی جائے اور ان پر سالہا سال گزر جائیں اور ان کا نفاذ ہی نہ ہو شروع میں عبد الملک بن عمر رحمۃ اللہ علیہ کو بھی یہ طریقہ ناپسند تھا اور انہوں نے اپنے والد کو ابھارا تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ بلا کسی پس وپیش کے احکامات جاری کریں اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں جواب دیا تھا۔ بیٹا میرا نفس میری سواری ہے۔ اگر میں اس سے نرمی سے پیش نہ آؤں۔ تو وہ مجھے منزل تک نہ پہنچائے گی۔ اگر میں اپنے نفس کو اور اپنے معاونین کو تھکا دوں تو تھوڑی دیر تو وہ چلے گا۔ پھر میں اور میرے ساتھی گر جائیں گے اگر حق تعالیٰ دفعتاً تمام قرآن پاک اتارنا چاہتا تو اتار دیتا لیکن آیت آیت کر کے قرآن اتارا گیا۔ تاکہ اہلِ ایمان میں رائج العمل

ہو کر ان کے اذہان میں پختہ ہو جائے۔ اگر میں ایک دن میں ان تمام کاموں کو جمع کر لوں تو مجھے اپنے اوپر انتشار کا خوف رہے گا۔ البتہ میں ایک ایک آدمی کا فیصلہ کروں گا تا کہ وہ فیصلہ اس تک پہنچے اور اس کے لیے مفید ثابت ہو۔ پھر اگر حق تعالیٰ یہ کام پورا کرنا چاہے گا تو پورا کر دے گا۔ ورنہ بندے کے لیے یہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سلسلے میں لوگوں کو معلوم کرا دے گا کہ میرا بندہ اپنی تمام رعایا میں انصاف پسند کرتا ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے خیال میں قاضی کو فیصلہ میں جلدی کرنی چاہئے جب اس پر حق کا ثبوت ہو جائے اور وقوع ظلم پر یقین ہو جائے قاضی کے علم و یقین کے ہوتے ہوئے دلیل کی ضرورت نہیں رہتی۔ اس سلسلہ میں یہ کہنا کہ یہ فقہ کے خلاف ہے۔ فقہ کے نام سے اور مواد قانون کے نام سے باطل کی اعانت کرنا ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کوئی ایسا جھگڑا جسے وہ تفصیل سے پہلے نہ جانتے ہوں اور اس پر انہیں یقین نہ ہو۔ نہیں آیا۔ اس لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا فوراً فیصلہ فرمایا جیسا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ولید کے بیٹوں کے مقدمات کے سلسلے میں جنہوں نے حمص والوں پر ظلم کیا تھا۔ فوراً فیصلہ فرمایا۔ ابو الزناد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ ظلم سے لی ہوئی چیزیں حقداروں کو بلا قطعی ثبوت کے ادنیٰ سے ثبوت پر قناعت کرتے ہوئے لوٹا دیا کرتے تھے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کسی شخص پر ظلم کیے جانے کی وجہ پہچان جایا کرتے تھے۔ تو اس کی چیز اسے دلوا دیا کرتے تھے اور اسے تحقیق و ثبوت پر مجبور نہیں کیا کرتے تھے کیونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم تھا کہ سابق خلفاء لوگوں پر ظلم کیا کرتے تھے۔ بلکہ بلا کسی دباؤ کے اسے چھوڑ دیا کرتے تھے۔ تا کہ یا تو وہ اقرار کر لے یا انکار کرتا ہے۔ تو قسم کھا لے ایک دن آپ رحمۃ اللہ علیہ کو عدی بن ارطاط رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ مجھے اجازت دیں کہ میں لوگوں کو اقرارِ جرم کے لئے سزا دیا کروں۔ تا کہ وہ اقرار کر لیں۔ اس کے جواب میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں لکھا:

"اما بعد! مجھے انتہائی حیرت ہے کہ تم نے لوگوں کو سزا دینے کے بارے میں اجازت مانگی ہے۔ گویا میں اللہ کے عذاب سے تمہاری ڈھال ہوں اور گویا میری رضا تمہیں اللہ کی ناراضی سے بچالے گی۔ لہٰذا غور کرو جس پر ثبوت قائم ہو جائے۔ اسے ثبوت کی وجہ سے پکڑ لیجئے اور جو اقرار کرے اسے اقرار کی وجہ سے گرفت میں لائیے اور جو انکار کرے اس سے عظمت والے اللہ کی قسم لے لیجئے۔ پھر اگر وہ قسم کھائے تو اسے چھوڑ دو۔ اللہ کی قسم اگر لوگ اپنے جرموں کے ساتھ اللہ سے ملیں تو یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں ان کے خونوں کے ساتھ اللہ سے ملوں۔ والسلام۔"

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز للسید الاھل ص: ۱۸۲،
سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز لابن الجوزی ص: ۱۲۷)

پھر جیسے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خیال میں علم کے وقت حکم میں جلدی واجب تھی۔ اسی طرح دلیل کے ظہور کے وقت بھی جلدی واجب تھی اگر قاضی کے پاس علم بھی نہ ہو اور دلائل بھی نہ ہوں تو اس کا فرض ہے کہ مقدمہ کی تحقیق و کرید کرے حتیٰ کہ اس پر اس کے دلائل ظاہر ہو جائیں اگر پھر بھی دلائل ظاہر نہ ہوں۔ تو مقدمہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیج دیا جائے۔ تاکہ آپ کوئی رائے قائم کر کے جلد از جلد فیصلہ سنائیں۔

یہ جلدی ہر مقدمہ میں واجب تھی۔ جس میں قطعی یا قتل کی حد نہ ہو۔ اگر حد ہو تو اس کا عدم نفاذ واجب تھا۔ جب تک اسے خلیفہ کے پاس بھیج کر خلیفہ سے تبادلہ خیالات نہ کر لیا جائے۔ یہی بات حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ولید کو سمجھائی تھی لیکن اس نے نہ مانی۔ پھر جب آپ رحمۃ اللہ علیہ برسر اقتدار آئے تو آپ نے اس پر عمل کر کے دکھایا۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز للسید الاھل ص ۱۸۳/العقد العزید: ۴/۴۴۳)

اور غیر حدود والے مقدمات میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قاضیوں کو اجازت دے دی تھی کہ مجھ سے مشورے کے بغیر ہی لوگوں کے حقوق انہیں لوٹا دیے جائیں۔

سابق خلفاء کے اَدوار میں فیصلوں کے نفاذ میں تاخیر

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے قبل یہ رواج تھا کہ اگر حقوق لوٹانے ہوتے تو وہ نہیں لوٹائے جاتے تھے۔ جب تک ان پر ایک زمانہ گزر جاتا اور انہیں لوٹائے جانے کی مسرت ختم نہ ہو جاتی یا ان سے نا اُمیدی نہ ہو جاتی۔ کوئی ایسا نہ تھا کہ اسے حق مل جاتا۔ جب تک اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو جاتا اور اس کی کھال فنا ہو جاتی کیونکہ اس میں ایک طویل زمانہ گزر جاتا تھا کہ کاتب کاتب کو لکھتا۔ پھر کاتب عامل کو لکھتا۔ پھر عامل خلیفہ کو لکھتا۔ معاملہ نیچے سے اوپر تک پہنچتا پھر اوپر سے نیچے تک آتا۔

جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے یہ معاملہ دیکھا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دل پر یہ دلیری اور تاخیر گراں گزرتی ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا دل ایک عامل عبدالحمید بن عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ مقدمات میں بار بار آپ رحمۃ اللہ علیہ سے تبادلہ خیالات کرتا رہا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے لکھا:

> ''مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اگر میں تم کو لکھتا کہ کسی شخص کو ایک بکری دے دو تو تم یقیناً مجھے لکھتے کہ بکری دے دوں یا بکرا؟ اگر میں نر یا مادہ کا یقین کر دیتا۔ تو تم لکھتے کتنی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا جانور دوں؟ اگر میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا بھی تعین کر دیتا تو تم لکھتے دنبہ دوں یا بکرا؟ جب میں تمہیں لکھوں تو فوراً اس کی تعمیل کرو اور مجھ سے اس کی پوچھ گچھ نہ کرو۔ والسلام۔''

(سیرت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاھل ص: ۱۸۳، تاریخ الامم الاسلامیہ ۲/۱۸۴)

عدالت کی جہتیں

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی خاص مقام فیصلوں کے لیے مقرر نہیں کیا تھا۔ جہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ چاہتے تو قاضی بن جاتے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سایہ میں عدالت چلا کرتی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ لوگوں کے شکوے بیت الامارت میں بھی سن لیا کرتے تھے اور اپنے رہائشی گھر میں بھی اور مسجد میں بھی اور خطبہ کے وقت بھی اور منبر پر بھی اور آرام کے وقت بھی۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاھل ص:۱۸۴،

العقد الفرید:۴/۴۳۷)

خلفائے راشدین کے ازمنہ مبارکہ ہی کی طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں بھی قاضی منفرد ہوا کرتا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قاضیوں کی کوئی جماعت مقرر نہیں کی تھی کہ وہ سب مل کر فیصلہ کریں لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے منفرد قاضی کو لغزش سے محفوظ رکھنے کی تدبیر سمجھا دی تھی کہ وہ اہل علم سے مشورہ کر لیا کرے اس لیے منفرد قاضی میں کوئی عیب خیال نہیں کیا جاتا تھا۔ نہ اس کی لغزش کا خطرہ تھا۔ جب کہ وہ احکام تن تنہا صادر کرے۔

جب قاضی اپنی رائے پر مطمئن ہو جاتا تھا تو اس پر حکم نافذ کرنا واجب ہو جایا کرتا تھا۔ اس صورت میں جب اسے سابق میں کوئی رہنما مثال نہ ملی ہو۔ یا فقہ میں کوئی دلالت کرنے والی چیز نہ ملی ہو اور مشورہ کرنے کے بعد عاجز آ گیا ہو اور مشورہ دینے والے بھی کوئی قطعی رائے دینے سے عاجز آ گئے ہوں۔

عدالت کی نگرانی

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے عاملوں کو راستہ بتا دیا تھا۔ الغرض کہ

اپنی رائے سے انہیں مستحکم کر دیا تھا اور انہیں آزادی رائے دے دی تھی۔ جب وہ اپنے ہم نفسوں پر بھروسہ کریں اور عدل کریں اور انہیں لوگوں کے احوال کا بھی اتنا علم ہو جو نہ صرف رائے پر بلکہ افضل رائے چننے پر ان کی مدد کرے۔ اپنے عاملوں اور قاضیوں کے بارے میں یہ عدالت کی تحقیق کے سلسلے میں ان کے تقویٰ اور اجتہاد کا داعی تھا لیکن اس کے باوجود آپ رحمۃ اللہ علیہ ان کی نگرانی کیا کرتے تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان میں خفیہ آدمی چھوڑ رکھے تھے اور جاسوس پھیلا رکھے تھے۔ اس لیے ان میں سے ہر ظالم و ستم گر کے لیے سزا ہے اور ہر ٹھوکر کھانے اور غلطی کرنے والے کے لیے اللہ کی رحمت ہے۔

رعایا کا موجبِ سعادت عدل کا مطالبہ

رعایا وہی عدل چاہتی ہے۔ جس سے اسے سعادت نصیب ہو اور فقہی معنی میں عدل مظلوم ہی چاہتا ہے۔ لوگ عدل سے خوش ہوتے ہیں کیونکہ ان کا خیال ہے کہ عدل سے انہیں سعادت تونگری اور برکتیں ملتی ہیں۔ اگر عدل انہیں آسانی اور تونگری فراہم نہ کرے تو پھر انہیں عدل کی کیا ضرورت ہے؟ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو یہ تمام باتیں معلوم تھیں۔ اس لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حج کے زمانے میں اعلان کر دیا کہ کوفہ کا پیسہ حقداروں ہی پر صرف کیا جا رہا ہے اور پیسہ کی گردش فقراء کو چھوڑ کر مالداروں تک ہی محدود نہیں رہے گی۔

عدل ہر گھر میں

ایک دن حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جمعہ کو انتظار کیا تاکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نماز کے لیے تشریف لائیں۔ دمشق کی جامع مسجد کے گوشے شکایتی مسافروں سے بھرے پڑے تھے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ خطبہ کے لیے کھڑے ہو کر فرماتے ہیں:

"لوگو! میں نے یہاں تم کو بھلا دیا ہے۔ مگر میں تمہیں تمہارے شہروں میں یاد رکھوں گا اگر کسی کو اپنے حاکم سے دکھ پہنچا ہے اور اس نے اسے ستایا ہے۔ وہ یہاں میرے پاس نہ لائے اور جو آرام سے ہے۔ اسے میں یہاں نہ دیکھوں اگر میں اپنی ذات کو اور اپنے خاندان والوں کو اس مال سے باز رکھوں اور اس سے تم پر بھی بخل کروں تو اس صورت میں واقعی میں بخیل ہوں۔ آخر کار لوگ خوشی خوشی اپنے اپنے شہروں کو چلے گئے کیونکہ انہیں یقین تھا کہ عدل انہیں راستہ ہی میں پکڑ لے گا۔"

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ از سید الاحسن ص: ۹۳۔۱۹۲، کتاب الخراج لابی یوسف ص: ۱۱۵)

عدالت کے اثرات

عدالت کا کم از کم اثر یہ ہوتا ہے کہ لوگ خوش نصیب و سعادت مند ہو جاتے ہیں۔ یا خود کو خوش نصیب سمجھنے لگتے ہیں اور ملک کے گوشہ گوشہ میں پائیدار امن قائم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں جب عدالت کا دور دورہ تھا تو پورے ملک میں امن قائم ہو گیا تھا اور باغیوں اور فتنہ پسندوں کا سر ابھارنا بند ہو گیا تھا اور ظالم ظلم سے ناامید ہو گئے تھے۔ حتیٰ کہ جب خارجیوں کو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت کا حال معلوم ہوا اور یہ بھی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ظلم سے حاصل کی ہوئی جائیدادیں حقداروں کو واپس دلا دیں۔ تو انہوں نے ایک جلسہ کیا اور اس میں یہ قرارداد پاس کی کہ ہمیں ایسے نیک و مخلص خلیفہ سے جنگ ہرگز نہیں کرنی چاہئے لیکن ان دونوں چیزوں کے علاوہ ایک اور اہم چیز باقی رہ گئی جس کا پایا جانا فرض ہے اور وہ ایک ایسی چیز ہے جو لوگوں

کے ذہن میں آتی بھی نہیں وہ یہ ہے کہ جب بھی عہدہ قضاۃ کا بار قاضیوں پر بھاری ہو جائے تو انہیں اپنے عہدوں سے سبکدوش ہو جانا چاہئے اور جسے پھسل جانے کا خطرہ ہو وہ کبھی یہ عہدہ قبول نہ کرے۔

عہدہ قضاۃ اور لوگوں کا طرزِ عمل

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں قاضیوں میں یہی چیز پیدا ہو گئی کہ جو عموماً پیدا نہیں ہوا کرتی کیونکہ عدالت عام ہو گئی تھی اور ایک مخلص چرواہے کی بیداری میں اللہ کے خوف سے تمام کارکن سرگرمی سے عمل کرنے لگتے تھے۔ قاضی قضاۃ کے عہدوں سے بھاگنے لگے تھے۔ خواہ ان میں خشیت الٰہی ہو یا نہ ہو کیونکہ قاضیوں کو اپنے فرائض کا احساس تھا اور اس کا بھی کہ ان سے باز پرس کی جائے گی۔ اس لیے یہ عہدہ ان پر بھاری تھا۔ اللہ سے ڈرنے والا تو اس لیے بیدار رہتا ہے کہ جہنم کی آگ سے محفوظ رہے اور جس کے دل میں اللہ کا ڈر نہ تھا۔ وہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے اور لوگوں سے ڈرنے لگا تھا۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی ایک قاضی کو ہدایت

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک عامل میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ نے جو جزیرہ کے عہدہ خراج کے رئیس تھے اور وہاں کے قاضی تھے اور اس عہدے سے گھبرا کر استعفیٰ دے دیا۔ آپ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو لکھتے ہیں میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ایسی تکلیف نہیں دینا چاہتا جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مصیبت میں ڈال دے۔ پاکیزہ پھل کا انتخاب کریں اور جو حق آپ رحمۃ اللہ علیہ پر واضح ہو۔ اس کی روشنی میں فیصلہ کیجئے۔ اگر آپ کو کسی کام میں الجھن پیدا ہو تو اسے میرے پاس لائیے کیونکہ اگر کسی کام کے بھاری ہونے کی وجہ سے لوگ اسے چھوڑ بیٹھیں تو نہ دین

قائم رہ سکتا ہے نہ دنیا۔

(سیرت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ از سید الاہل ص: ۱۹۴،
قصص العرب: ۳۶۸/۱)

عہدہ قضاۃ سے معذرت کا ایک خوبصورت واقعہ

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے عامل (بصرہ کے) عدی بن ارطاۃ رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ ایاس بن معاویہ رحمۃ اللہ علیہ اور قاسم بن ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ کو بلاؤ جوان میں زیادہ فیصلے کے نفاذ کی اہلیت رکھتا ہو اسے قاضی بنا دو۔ آخر کار عدی بن ارطاۃ رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں کو بلوایا۔ ہر ایک یہی کہتا تھا کہ میں عالم وفقیہ نہیں اور یہ عہدے دوسرے پر ڈال دیتا تھا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ ہر ایک کو جھوٹی قسم کھانا پڑی تاکہ اس بہانے سے عہدہ قضاۃ سے بچ جائے۔

ایاس نے عدی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ میرے بارے میں اور قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بصرہ کے دو مشہور عالموں میں امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھ لیجیے قاسم رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں بزرگوں کے پاس آتے جاتے تھے اور ایاس رحمۃ اللہ علیہ آتے جاتے نہ تھے۔ قاسم رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم تھا کہ اگر عدی رحمۃ اللہ علیہ میرے بارے میں ان دونوں بزرگوں سے پوچھیں گے تو یقیناً دونوں میرے متعلق بتا دیں گے اس لیے انہوں نے عدی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں سے میرے اور ان دونوں کے بارے میں نہ پوچھیے۔ اس ذات کی قسم! جس کے سوا کوئی حقدار عبادت نہیں۔ واقعی ایاس مجھ سے زیادہ فقیہ اور قضاۃ کو جاننے والے ہیں۔ اگر اس بات میں میں جھوٹا ہوں تو جھوٹے کو قاضی بنانا لائق نہیں اور اگر سچا ہوں تو تمہیں میری بات ماننا پڑے گی۔

عدی رحمۃ اللہ علیہ حیرت میں پڑ گئے جب کہ قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے ان پر راہ کے تمام دروازے بند کر دیئے آخر کار انہیں ایاس رحمۃ اللہ علیہ ہی کو قاضی بنانا پڑا۔ مگر ایاس کو معلوم تھا کہ

قاسم بن ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس عہدہ قضاہ سے بچنے کے لئے جھوٹی قسم کھائی ہے۔ آخر کار ایاس رحمۃ اللہ علیہ نے بھی قسم کھا لی کہ میں ولایت قضا قبول نہ کروں گا۔ انہوں نے عدی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا۔ عدی رحمۃ اللہ علیہ! تم نے ایک شخص کو لا کر جہنم کے کنارے کھڑا کر دیا۔ پھر اس نے جھوٹی قسم کھا کر اپنا نفس آزاد کر لیا۔ اللہ اسے اس جھوٹ پر معاف فرمائے اور اس سے نجات دے جس سے ڈر کر اس نے جھوٹ بولا ہے۔

اس گفتگو سے عدی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے روشنی آ جاتی ہے اور وہ پہچان جاتے ہیں کہ ایاس رحمۃ اللہ علیہ نے قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی گفتگو کے ماوراء کو پا لیا ہے اور وہ حکم وفقہ کو پہچانتے ہیں۔ اس لیے ان سے عدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ ایاس رحمۃ اللہ علیہ جب تم قضاۃ کو پہچانتے ہو تو تم ہی اس کے اہل ہو اور عدی رحمۃ اللہ علیہ نے ایاس رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ براہ کرم آپ ہی قاضی بن جائیں۔

قاضیوں کا حکام کے ساتھ طرزِ عمل

قاضیوں کے مظالم سے حکام ہی فائدہ اٹھاتے ہیں اور جب قاضی حکمران کے لیے برائی کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ تو اس کے لیے دوسرے دروازوں کا کھولنا سہل و آسان ہو جاتا ہے لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں حکام کے علاقوں میں ایسے قاضی تھے۔ جو ان پر ہر فتنہ کا دروازہ بند کر دیا کرتے تھے۔ اس لیے حکام کی عادات میں تغیر پیدا ہو گیا تھا۔

بلکہ عامل لوگوں کے لیے موجب بشارت ہوتا تھا۔ بشرطیکہ ان کی عملداری میں عہدہ قضاۃ کسی متقی و پاکباز قاضی کے پاس ہو۔ اسماعیل بن عبد اللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ حاکم افریقہ قیروان میں جا کر لوگوں کو خوشخبری سناتے ہیں کہ تمہارے لیے عبد اللہ بن مغیرہ رحمۃ اللہ علیہ قاضی بن کر آ رہے ہیں۔ جو علم معرفت دین اور پارسائی کے پیکر ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے

قاضی بن جانے سے اسماعیل بڑے خوش تھے اور آپ پر رشک کیا کرتے تھے۔

ان حکام کے ساتھ ہر چیز بدل گئی۔ حتیٰ کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے کے سکے بھی بدل گئے۔ اب سکوں پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے **امر اللہ بالوفاء والعدل** (یعنی اللہ نے وفاداری اور عدل کا حکم فرمایا ہے) لکھا جانے لگا۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ از سید الاصل ص: ۱۹۴، ریاض النفوس جلد اول ص ۸۱)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے عدل کے مثالی اثرات

اس زمانے میں طبیعت بھی عدل کی طرف لوٹ آئی تھی اور عدالت پر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی معاون تھی۔ کیونکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جب کسی ملک و ریاست میں عدل و انصاف اور دیگر اسلامی اوامر ونواہی کا اسلامی ماحول بن جائے تو ایسے اسلامی ملک و ریاست میں حکمران کے لئے اسلامی پابندیوں پر سختی کے ساتھ عمل کروانا کوئی مشکل امر نہ ہے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک دور میں ملک میں ایک اسلامی ماحول پیدا ہو چکا تھا حتیٰ کہ دریائے نیل کا پانی بھی اعتدال پر آ گیا تھا۔ یہ دریا ۹۹ھ میں ۱۹ ہاتھ چڑھ گیا تھا۔ بلکہ لوگ تو کہتے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں عدل عام تھا۔ حتیٰ کہ پہاڑوں کی چوٹیوں تک پہنچ گیا تھا۔ لوگوں نے تو اس میں مبالغہ سے کام لیا ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ایک عجیب واقعہ بیان کرتے ہیں:

> ''مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سریر آرائے خلافت ہوئے تو پہاڑوں کی چوٹیوں پر بکریوں کے چرواہوں نے پوچھا وہ صالح خلیفہ کون ہیں۔ جو آج کل برسر اقتدار ہیں؟ ان سے کہا گیا کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ کہ وہ خلیفہ صالح ہے۔ بولے جب صالح خلیفہ برسر اقتدار آتا ہے۔ تو

بھیڑیئے اور شیر ہماری بکریوں کو نہیں چھیڑتے اور ہماری بکریاں
محفوظ ہو جاتی ہیں۔"

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ از سید الاہل ص: ۱۹۵،
سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن الجوزی ص: ۸۰)

انصاف وعدالت کا معیار

ولید عبد الملک کا ایک لڑکا تھا جو "روح" کہلاتا تھا۔ اس کی نشو ونما دیہات میں ہوئی تھی اور وہ بالکل دیہاتی لگتا تھا۔ چند مسلمانوں نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی عدالت میں شکایات کی کہ حمص میں ان کی چند دکانوں پر روح نے ناجائز قبضہ جما رکھا ہے۔ یہ دکانیں روح کو ان کے والد عبد الملک نے بطور جاگیر دی تھیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ان کی دکانیں واپس کر دو۔ روح بولا۔ یہ میرے پاس ولید کی تحریر موجود ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"جب دکانیں ان کی ہیں اور اس پر شہادت موجود ہے تو ولید کی تحریر کیا معنی رکھتی ہے۔"

اس فیصلہ کے بعد دونوں فریق اٹھ کر چلے گئے۔ باہر جا کر روح نے مدعی کو دھمکایا اس نے واپس آ کر شکایت کی کہ امیر المومنین! بخدا وہ مجھے دھمکیاں دیتا ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کعب بن حامد سے جو آپ کا پولیس آفسر تھا۔ فرمایا:

"رُوح کے پاس جاؤ۔ اگر دکانیں ان کے حوالے کر دے تو بہتر اور اگر اس سے انکار کرے تو اس کا سر کاٹ لاؤ۔"

روح کے حامیوں نے خلیفہ کا یہ فرمان سنا تو فوراً اسے جا کر مطلع کیا۔ یہ حکم سن کر وہ کانپ گیا۔ اتنے میں کعب بن حامد رحمۃ اللہ علیہ پولیس افسر باہر نکلا۔ ایک بالشت تلوار نیام سے

باہر نکال کر اس سے کہا: ان کی دکانیں فوراً ان کے حوالے کرو ورنہ تمہارے خلاف سخت کاروائی کی جائے گی۔ اس نے کہا: بہت اچھا چنانچہ اس نے دکانوں کا قبضہ چھوڑ دیا۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن عبد الحکم ص: ۶۱)

فیصلہ کرنے کے آداب

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا:

''اللہ کے بندے عمر بن عبد العزیز، امیر المومنین کی طرف سے امرائے لشکر کے نام امابعد: جو شخص حکمرانی وسلطنت میں مبتلا ہو اسے بہت سی ناگواریوں اور بڑی مصیبتوں کا سامنا ہوتا ہے۔ اگر وہ ایک دن پیش نہ آئیں تو دوسرے دن لازماً پیش آ کر رہیں گے اور صاحب سلطنت سے بڑھ کر کوئی شخص اپنے نفس کی جانب سے مشغول اور کجروی کے درپے نہیں ہوتا۔ الا یہ کہ اللہ ہی کسی کو عافیت میں رکھیں اور اس پر اپنا رحم فرمائیں اس لیے جہاں تک بس چلے اللہ سے ڈرتے رہو اور اپنے اس منصب کو جس پر تم فائز ہو اور ان ذمہ داریوں کو جو تم پر ڈالی گئی ہیں۔ ہمیشہ ذہن میں رکھو، اپنے نفس سے اسی طرح جہاد کرو۔ جس طرح کہ تم اپنے دشمن سے لڑتے ہو اور جب کوئی ناگوار امر پیش آئے تو اپنے نفس کو اس بات پر ثابت قدم رکھو محض اس حسن ثواب کی خاطر جو اللہ کے یہاں سے اس پر ملے گا اور جس کا وعدہ متقیوں سے موت کے بعد کیا گیا ہے۔

نیز تقویٰ وصبر پر دنیا وآخرت میں جس نجات کا وعدہ کیا گیا ہے اس کی خاطر اور جب تمہارے پاس کوئی ایسا جاہل اور نادان فریق

آئے۔ جس کا معاملہ تقدیر الٰہی نے تمہارے سپرد کر دیا ہے اور تمہیں اس کے ساتھ مبتلا کر دیا ہے اور تم اس کی جانب سے حق طلبی یا حق دہی کے سلسلہ میں بدخلقی اور بدتمیزی کا مظاہرہ دیکھو تو جہاں تک ممکن ہو اسے راہ راست پر لانے کی کوشش کرو۔ اس سے نرمی کا برتاؤ کرو اور اسے تعلیم دو۔ پس اگر وہ راست پر آ جائے اور علم و بصیرت سے کام لینے لگے تو یہ اللہ کی جانب سے انعام وفضل ہوگا اور اگر اسے علم وبصیرت حاصل نہ ہو سکے تو تم نے تعلیم وتلقین سے حجت اتمام کر دی۔

اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ اس نے ایسے گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ سزا کا مستحق ہے۔ تو اسے اپنے نفسیاتی غیظ وغضب کی بنا پر سزا نہ دو بلکہ خوب غور وفکر کے بعد یہ دیکھو کہ اس کا گناہ کتنا ہے اور بتقاضائے انصاف اس پر اسے کتنی سزا ملنی چاہئے پس جتنا گناہ اتنی سزا اور اگر گناہ صرف ایک کوڑے کی سزا کو مقتضی ہے تو ایک ہی کوڑا لگاؤ اور اگر گناہ اس سے بڑا ہے اور تمہارے خیال میں وہ اس کی سزا میں قتل کا یا اس سے کم سزا کا مستحق ہے تو اسے جیل بھیج دو (تاکہ اس کی سزا پر مزید غور وفکر کیا جائے) اور دیکھو! جو لوگ تمہاری مجلس میں آتے ہیں کہیں ان کی حاضری تمہیں ملزم کی سزا میں جلدی کرنے پر آمادہ نہ کرے بخدا بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ امام (حاکم وقت) محض اپنے ہمنشینوں کی موجودگی اور شہریوں کو ادب سکھانے اور ان کو دبانے (مرعوب کرنے) کی خاطر سزائیں جاری کرتا ہے۔ جس امام (حاکم) کے ہمنشیں ہوں۔ اسے بالضرور یہ صورت حال

پیش آتی ہے اور کوئی قوم ایسی نہیں کہ وہ امام کے کسی فیصلے کو سنے اور پھر اس کے پاس اپنی خواہش کے موافق مختلف سفارشیں لے کر نہ آئے۔ البتہ اس سے وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جن پر اللہ کا رحم ہو کیونکہ جن لوگوں پر اللہ نے رحم فرمایا ہو۔ وہ حق و انصاف کے فیصلے میں اختلاف نہیں کرتے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ○ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ وَ لِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ○

ترجمہ: ’’اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو تمام انسانوں کو ایک ہی طریقے کا پیرو بنا دیتا مگر کسی کو کسی دین پر مجبور کرنا حکمت کا تقاضا نہیں اس لئے انہیں اپنے اختیار سے مختلف طریقے اپنانے کا موقع دیا گیا ہے۔) اور وہ اب ہمیشہ مختلف راستوں پر ہی رہیں گے۔ البتہ جن پر تمہارا پروردگار رحم فرمائے گا۔ ان کی بات اور ہے کہ اللہ انہیں حق پر قائم رکھے گا۔ اور اسی امتحان کے لئے اس نے ان کو پیدا کیا ہے اور تمہارے رب کی وہ بات پوری ہوگی جو اس نے کہی تھی کہ میں جہنم کو جن و انس دونوں سے بھر دوں گا۔‘‘

(سورۃ ھود ۱۱: آیت: ۱۱۸، ۱۱۹)

اور اگر کوئی معاملہ مجہول اور مبہم ہو تو اس کی تحقیق کرو اور جب آپ کے گرد و پیش کے لوگ دیکھیں کہ آپ اپنی رعیت کے کسی بے وقوف آدمی کے ساتھ، جس نے حماقت یا غلطی کی ہو۔ کیا برتاؤ کرتے ہیں۔ تو اس کے بارے اس چیز کا قصد کرو جو تمہارے

نزدیک زیادہ نیکی وتقویٰ کی ہو اور جو موت کے بعد تمہارے لیے بہتر ہو اور لوگوں کا تم کو دیکھنا اور تمہارے کارناموں کا تذکرہ کرنا تمہارے لیے اترانے کا باعث نہیں ہونا چاہیے کیونکہ جو بات بھی ان کے دل میں ہو خواہ وہ اسے پسند کریں یا ناپسند۔ کم وبیش اسے ظاہر کر کے رہتے ہیں۔

پس ہر اس دن کو غنیمت سمجھو جس میں اللہ تمہیں صحیح سالم نکال لے۔ اسی طرح ہر اس رات کو غنیمت سمجھو جس میں اللہ تمہیں سالم نکال لے۔ اسی طرح ہر اس رات کو غنیمت سمجھو جو تم پر اس حالت میں گزرے کہ تم صحیح سالم ہو (یعنی کسی کو ناجائز سزا دینے کا وبال تمہاری گردن پر نہ ہو) اور اللہ سے اپنے لیے اپنی رعایا کے لیے بکثرت عافیت کی دعا کیا کرو کیونکہ رعایا کے ٹھیک ہونے سے جو فائدہ تمہیں حاصل ہوگا وہ ان میں سے کسی کو بھی حاصل نہیں ہوگا اور رعایا کے صرف ایک آدمی کے بگاڑ سے جو تمہیں نقصان ہوگا وہ ان میں سے کسی کو بھی نہیں ہوگا اور اگر تم نے رعایا سے احسان کیا یا ان کی اصلاح و درستگی کی تو اس کی جزائے خیر ان سے مت ڈھونڈو۔ اگر رعایا کے لیے تم نے کوئی نیک عمل اور اچھا کارنامہ انجام دیا ہو تو ان سے نہ جزا و ثواب کی خواہش رکھو۔ نہ کسی مدح و ثنا اور مادی منفعت کی بلکہ جزا و اجر کی توقع صرف اس ذات سے رکھی جائے جس کے سوا نہ کوئی خیر عطا کر سکتا ہے۔ نہ کسی شر کو دفع کر سکتا ہے۔

ہاں! اپنے دربان، پولیس اور تمام ماتحت احکام پر کڑی نظر رکھو۔ وہ تمہارے زیر دست کسی قسم کا ظلم اور دھاندلی نہ کرنے پائیں۔ ان

کے بارے لوگوں سے بکثرت دریافت کرتے رہو، پس ان میں سے جو شخص نیک سیرت ثابت ہو۔ یہ اس کے لیے نفع مند ہوگا اور جو شخص بدخصلت ہو اسے ہٹا کر اس کی جگہ کسی اچھے آدمی کو رکھو۔

ہم اللہ سے جو ہمارا رب ہے۔ اس کی رحمت اور اس کی قدرت کا واسطہ دے کر سوال کرتے ہیں کہ ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے۔ ہمارے تمام کاموں کو آسان کر دے۔ نیکی، تقویٰ اور اپنے محبوب اور پسندیدہ کاموں کے لیے ہمارے سینے کھول دے ہمیں تمام مکروہات سے بچائے رکھے اور ہمیں ان میں سے بنائے جو زمین میں برتری چاہتے ہیں نہ فساد اور ہمیں ان متقیوں میں شامل کرے جن کا انجام بخیر ہے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔"

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن عبد الحکم ص: ٦٦ تا ٦٩)

اقامتِ عدل

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عامل کو لکھا:

"تم سے پہلے عامل فسق و فجور اور ظلم و عدوان کی جس انتہا کو پہنچے ہوئے تھے۔ تم سے ہو سکے تو عدل و انصاف اور احسان و اصلاح میں وہی مقام پیدا کرو۔ (ولا حول ولا قوۃ الا باللہ)۔"

مصالحت کا اہتمام

اہل مشرق میں سے ایک شخص اپنے بھتیجے کی معیت میں عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دونوں کا کسی بات میں تنازعہ تھا۔ بڑے میاں پہلے پہل تو

اصلاح اور صلح وصفائی کی طرف مائل تھے۔

پھر اچانک انہیں غصہ آیا اور ان کے نفس نے انہیں قطع رحمی کی پٹی پڑھائی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے فرمایا:

''بڑے میاں! میں نے تم سے زیادہ شیریں کسی کو دیکھا نہ تم سے زیادہ تلخ۔ نہ تم سے زیادہ قریب کسی کو دیکھا نہ تم سے بعید ابھی ابھی تم صلح صفائی کی باتیں کر رہے تھے کہ اچانک تمہارے نفس نے تمہیں قطع رحمی اور ظلم کی راہ پر لگا دیا۔''

بڑے میاں کی لبیں اتنی بڑھی ہوئی تھیں کہ منہ ڈھک رہا تھا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے حالق (نائی) سے فرمایا:

''ارے بھائی! اس بوڑھے کو یہاں سے اٹھا کر لے جاؤ اور اس کی لبیں کاٹ کر اسے واپس لاؤ۔''

وہ لبیں بنوا کر واپس آیا۔ تو فرمایا:

دیکھو یہ کیسی اچھی لگتی ہیں۔ اس سے نظافت بھی حاصل ہوتی ہے اور فطرت صحیحہ سے مطابقت بھی۔ ہاں بڑے میاں! آؤ اب اپنے بھتیجے سے صلح کر لو۔''

اس نے عرض کیا:

''بہت بہتر جناب!۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں کے مابین صلح کرا دی اور ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا: ''الحمد للہ۔''

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن عبد الحکم ص: ۱۳۰-۱۱۲)

قیام عدل میں مدد کرنے والوں کو انعام

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اہل مواسم (حج میں آنے والوں) کے نام مندرجہ ذیل تحریری پیغام بھیجا۔

اما بعد: جو شخص کسی بے انصافی کو دفع کرنے کے لیے یا ایسے امیر کے لیے جس سے اللہ تعالیٰ خاص و عام کے دین کی اصلاح کر دے۔ ہمارے پاس آئے گا اسے اس کی حالت اور مسافت کے مطابق ایک سو دینار سے تین سو دینار تک انعام دیا جائے گا اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جس کے لیے بعد مسافت اس کام سے آڑے نہ آئے۔ کیا بعید ہے کہ اللہ اس کے ذریعہ کسی حق کو زندہ کر دے یا کسی باطل کو مٹا دے یا اس کے ذریعے کسی خیر کا دروازہ کھول دے اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ بات لمبی ہو جائے گی اور اس کی وجہ سے تمہیں ارکان حج میں رکاوٹ پیدا ہوگی۔ تو میں ان باتوں کو جن کو اللہ نے ظاہر کیا اور باطل کی ان چیزوں کو جنہیں اللہ نے مٹا دیا ہے۔ مفصل ذکر کرتا۔ یہ کام تمہارے لیے صرف اللہ نے کیا اس کے سوا کسی اور کو اس کام کے کرنے والا نہیں پاؤ گے کیونکہ اگر اللہ مجھے میرے نفس کے حوالے کر دیتا تو میں بھی دوسروں جیسا ہوتا والسلام۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن عبد الحکم ص: ۱۵۲)

ملزموں کی سزاؤں کا بیان

عدی بن ارطاۃ رحمۃ اللہ علیہ کو جو بصرہ کے گورنر تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مندرجہ ذیل مراسلہ تحریر کیا:

''اما بعد! تمہارا خط ملا جس میں لکھا تھا کہ تمہارے علاقے کے اہل کاروں کی خیانت کا انکشاف ہوا ہے اور تم نے مجھ سے انہیں

سزائیں دینے کی اجازت طلب کی ہے۔ گویا تمہارا خیال ہے کہ اللہ کی گرفت سے بچنے کے لیے میں تمہیں ڈھال کا کام دوں گا۔ جب میرا یہ خط ملے تو (ان کے معاملہ کی تحقیق کرو) اگر ان کے خلاف شہادت موجود ہو تو ان سے مواخذہ کرو اور شہادت موجود نہ ہو تو نماز عصر کے بعد ان سے اس مضمون کی قسم لو کہ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں انہوں نے عامۃ المسلمین کے مال میں ذرا بھی خیانت نہیں کی'' اگر وہ یہ قسم کھالیں تو ان کو چھوڑ دو کیونکہ یہ عامۃ المسلمین ہی کا مال ہے اور مسلمان ایسے حریص اور لالچی لوگوں سے (جن پر خیانت کا شبہ ہو) بس قسم ہی لے سکتے ہیں۔ بخدا ان کا اپنی خیانت میں لے کر اللہ کے دربار میں پہنچنا مجھے زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ میں ان کے خون کا وبال اپنی گردن پر اٹھا کر اللہ کے سامنے جاؤں۔ والسلام۔''

" (سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن عبد الحکم ص: ۱۱۶-۱۱۷)

قتل صرف شاتم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سزا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں ایک خارجی شخص نے نعرہ تحکیم بلند کیا۔ ابو بکر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے اس نے تلوار سونت لی اور سب کی نماز خراب کردی ابو بکر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ قصہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو لکھ بھیجا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا جواب آیا۔ تو اسے پڑھ کر سنایا گیا اس نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے اس خط کو اور خط لانے والے کو گالیاں دینا شروع کردیں۔ ابو بکر بن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی گردن اڑا دینے کا ارادہ کیا۔ مگر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے مشورہ ضروری سمجھا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بتایا کہ اس شخص نے آپ کو گالیاں دیں اور میں نے اس کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔ (مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ سے مشورہ ضروری سمجھا) حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا:

> ''اگر تو اسے قتل کر دیتا تو اس کے بدلے میں تجھے قتل کرتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی اور کو گالی دینے پر کسی کو سزائے موت نہیں دی جا سکتی۔ جب میرا یہ خط ملے تو (اسے قید کر کے) مسلمانوں سے اس کے شر کو روک دو اور ہر مہینے اسے توبہ کی دعوت دو۔ جب توبہ کر لے تو رہا کر دو۔''

یہ شخص حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے حیات تک قید رہا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی تو یزید بن عبد الملک نے اسے قتل کرا دیا۔ اسی نسبت سے ایک روایت جو طبقات ابن سعد میں درج ہے۔

سہیل بن ابی صالح رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

> ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دینے والے کے علاوہ اور کسی کو گالی دینے والے کو قتل کی سزا نہیں دی جائے گی۔''

(طبقات ابن سعد: ۵/۳۵۶)

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا کہنے پر سزا

ابراہیم بن میسرہ الطائفی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت کے زمانے میں کسی کو مارتے نہیں دیکھا سوائے ایک شخص کے جس نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا تھا۔ انہوں نے اسے کافی زیادہ کوڑے مارے۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر: ۶۲/۱۴۵)

شرابیوں کی سزائیں

عبادۃ بن نسی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا۔ ایک شخص کو شراب پینے کی سزا دے رہے تھے۔ انہوں نے اس کی قمیص اتار کے اسّی (۸۰) کوڑے مارے میں نے دیکھا کہ بعض کوڑوں نے کھال پھاڑ دی اور بعض نے کھال نہیں پھاڑی۔ اس سے کہا کہ اگر تو دوبارہ پیئے گا تو پھر تجھے یہی سزا دی جائے گی اس نے کہا کہ یا امیر المومنین میں اس بارے میں دوبارہ پینے سے اللہ سے توبہ کرتا ہوں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اسے چھوڑ دیا۔

خادم بن حسین رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو خناصرہ میں دیکھا کہ ایک شخص لایا گیا جس کے خلاف یہ شہادت دی گئی کہ دار الحرب میں شراب پی۔ انہوں نے اس کو اسی درّے مارے۔

مرتد کی سزا

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ مرتد سے تین دن تک توبہ کا مطالبہ کیا جائے اگر توبہ کرلے تو خیر۔ ورنہ اس کی گردن ماردی جائے۔

چور اور زانی کی سزا

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جو شخص دار الحرب میں چوری کر کے وہاں سے نکل آئے گا تو (بھی) اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

یزید بن ابی سمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تھا۔ انہوں نے ایک شخص کو جس نے دار الحرب میں کسی پر (زنا) کی تہمت لگائی تھی۔

وہ لوگ وہاں سے نکلے تو اسی دُرّے کی حد لگائی۔

ابو صخر رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک چور کو لایا گیا جس نے قبل از تقسیم مال غنیمت میں سے چوری کی تھی۔ پوچھا کیا وہ ان لوگوں میں سے ہے۔ جنہوں نے مال غنیمت پر گھوڑا دوڑایا (یعنی جنگ میں شریک ہوا) کہا گیا نہیں۔ انہوں نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا۔

(طبقات ابن سعد: ۵/۳۳۰)

خلفاء کے نزدیک گالیوں کی سزا

خلفاء اسے سخت سزا دیا کرتے تھے۔ جو کسی ایسے شخص کو گالی دے جس کے گالی دینے سے وہ راضی نہیں لیکن گالی کی سزا میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اس غلو اور تجاوز کو پسند نہیں کرتے تھے۔ اگرچہ گالیاں بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ناپسند تھیں۔ آپ کی رائے میں گالیوں سے باز رکھنے والا دینی علم ہے کہ لوگ علم دین حاصل کر کے اس میں سمجھ پیدا کریں۔ تاکہ خود بخود بری باتوں سے باز رہیں اور ان تمام باتوں میں خلفاء ان کے لیے نمونہ ہوں۔ پھر جب خلافت کی باگ ڈور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں آئی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کو بہترین نمونہ بنا کر پیش کیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ گالیوں سے رُک گئے حتیٰ کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں بھی گالیاں نہ دیں۔ جو گالیوں کے حقدار تھے اور آپ نے لوگوں کو بھی اپنی رائے سے اتفاق کرنے پر ابھارا۔

اسی طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ نے گالیوں کی سزا قتل نہیں تجویز فرمائی جیسا کہ ولید نے کیا تھا آپ کو حاکم عراق عبد الحمید بن عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا: ایک شخص نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو گالی دی (گستاخی کی تو میں نے اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں لکھا:

”اگر تم اسے قتل کر دیتے تو میں قصاص میں تم کو قتل کر دیتا۔“

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ للسید الاھل ص:۲۵۱)

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے گستاخ کو سزا

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے پاس ایک شخص لایا گیا جس نے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شانِ اقدس میں گستاخی کی تھی۔ پوچھا! تو نے کیوں گستاخی کی؟ بولا! مجھے ان سے بُغض ہے۔ فرمایا کسی کو کسی سے اگر بغض ہو تو کیا اسے گالیاں دی جاتی ہیں؟ پھر آپ رحمہ اللہ نے اس کو تیس کوڑے لگوائے پھر آپ رحمہ اللہ نے اس سے سنا کہ چباچبا کر کہہ رہا ہے۔ امیر المومنین یزید بن معاویہ آخر کار بیس کوڑے اور لگوائے۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ للسید الاھل ص:۲۴۹)

خلافت کا نظامِ تعلیم

گزشتہ بنی امیہ کے اکثر سابقہ خلفاء کی بزم طرب کی زینت شعراء خطباء اور اُدباء سے تھی لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا ذوق ان سے مختلف تھا۔ اس لیے ان کے زمانے میں شعراء کا ہجوم چھٹ گیا اور اس کی جگہ علماء دین نے لے لی۔ ان کی تخت نشینی کے بعد حسب معمول حجاز اور عراق کے مشہور شعراء میں نصیب، جریر، فرزدق، احوص، کثیر اور اخطل، قصیدے لے لے کر پہنچے اور عرصہ تک ٹھہرے رہے لیکن کسی کو باز یابی کی اجازت نہیں ملی ان کے بجائے علماء وفقہاء بلائے جاتے تھے اور ان کی قدر دانی کی جاتی تھی۔ یہ کسمپرسی دیکھ کر ایک دن جریر نے عون بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے وسیلہ سے جو ایک ممتاز فقیہ تھے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو یہ پیغام کہلا بھیجا۔

یاایها القاری المرخی عمامه

هذا زمانك انی قد مضٰی زمنی

ترجمہ: ''اے وہ قاری جس کے عمامہ کا شملہ لٹک رہا ہے۔ یہ تیرا زمانہ ہے میرا زمانہ گزر گیا۔''

ابلغ خلیفتنا ان کنت لا قیه

انی لدی الباب کالمعقود فی قرن

ترجمہ: ''اگر ہمارے خلیفہ سے ملاقات ہو تو میرا یہ پیغام پہنچا دینا کہ میں دروازہ پر بیڑیوں میں جکڑا ہوں۔''

عون بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جا کر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ جریر سے میری آبرو بچایئے۔ آپ نے جریر کو باریابی کی اجازت دی۔ اس نے قصیدہ سنایا جس میں اہل مدینہ کے مصائب و مشکلات کا حال تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو غلہ کپڑا اور نقد روپیہ بھیجا اور جریر سے پوچھا بتاؤ تم کس جماعت میں سے ہو۔ مہاجرین میں، انصار میں، ان کے اعزہ میں، یا مہاجرین میں؟ اس نے کہا کسی میں نہیں فرمایا پھر عامۃ المسلمین کے مال میں تمہارا کیا حق ہے؟ اس نے کہا اگر میرے حق کو روکیں نہیں تو خدا نے میرا حق مقرر کیا ہے، میں ابن سبیل ہوں۔ دور دراز سے آ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دروازہ پر ٹھہرا ہوں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا خیر اگر تم میرے پاس آئے ہو تو میں اپنی جیب سے تم کو بیس درہم دیتا ہوں۔ اسے لے لو۔ اس حقیر رقم پر خواہ میری تعریف کرو یا مذمت جریر نے اسے غنیمت سمجھا اور اسے لے کر باہر آیا۔ دوسرے شعراء نے دیکھا تو لپک کر پوچھا کہو ابوحزرہ کیا دیا اس نے جواب دیا اپنا رستہ لو یہ شخص شاعروں کو نہیں بلکہ گداگروں کو دیتا ہے۔ اس کے مقابلے میں علماء فقہاء اور قراء کی بڑی قدر دانی تھی۔ وہ دور دور سے بلا کر خواص میں داخل کیے جاتے تھے۔

زمام خلافت ہاتھوں میں لینے کے بعد سالم بن عبداللہ بن عمر رحمۃ اللہ علیہ، محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ، اور رجاء بن حیوۃ رحمۃ اللہ علیہ اور ریاح بن عبیدہ رحمۃ اللہ علیہ سے مشورہ طلب کیا انہوں نے مفید مشورے دیئے۔ میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ، رجاء بن حیوۃ رحمۃ اللہ علیہ اور ریاح بن عبیدہ رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلسِ شوریٰ کے رکن تھے۔ ان کے علاوہ متعدد علماء سے آپ مشورہ لیا کرتے تھے۔

(طبقات ابن سعد رتابعین للذہبی ص:۳۵۲)

چنانچہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں دیگر شعبہ حیات پر بڑی اہمیت دی وہاں انہوں نے تعلیم وعلم کے میدان میں بھی کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ چھوڑا اور تعلیمی رُجحانات کو عام کیا۔ جہاں دینی علوم کی آبیاری کی وہاں جدید علوم وفنون پر بھی خاصی توجہ دی۔ چنانچہ ان تمام کا تذکرہ آئے گا اور تعلیمی ترویج کے لیے جو اقدام اٹھائے ان کا بھی تذکرہ کیا جائے گا۔

علم کی ترغیب

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے علم سیکھو کہ یہ غنی کی زینت ہے اور فقیر کے لیے معاون ہے میں یہ نہیں کہتا کہ فقیر علم کے ذریعہ مانگتا پھرے گا بلکہ مطلب یہ ہے کہ علم اسے قناعت پر آمادہ کرے گا۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن عبد الحکیم ص:۱۹۲)

دیہاتیوں کی تعلیم کا اہتمام

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے یزید بن ابی مالک رحمۃ اللہ علیہ اور حارث بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کو دیہات میں بھیجا کہ لوگوں کو سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم دیں اور ان کا وظیفہ مقرر فرما دیا۔ یزید نے تو وظیفہ قبول فرما لیا۔ مگر حارث رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہہ کر وظیفہ لینے سے انکار کر دیا کہ اللہ نے جو علم مجھے عطا فرمایا ہے میں اس کی مزدوری نہیں لوں گا حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے اس کا ذکر ہوا تو فرمایا: ہمارے علم کے مطابق یزید رحمۃ اللہ علیہ نے بھی (وظیفہ قبول کر کے) کچھ برا نہیں کیا۔ مگر حارث رحمۃ اللہ علیہ جیسے لوگ اللہ ہمارے لئے زیادہ سے زیادہ پیدا کرے جو محض اللہ کی خاطر دین کی تبلیغ کریں۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن عبد الحکیم ص:۱۷۷۔۱۷۸)

اہل علم کی قدر شناسی

میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے میراث کا ایک مسئلہ دریافت کیا میں نے اس کا جواب عرض کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے میری ران پر ہاتھ مار کر فرمایا۔ میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ میں نے دیکھا ہے کہ (اہل علم) مردوں کی ملاقات سے عقل بار آور ہوتی ہے۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن عبد الحکیم ص: ۱۲۵)

دینی علوم

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ غرائب قرآن کے بھی مفسر تھے اور حدیثیں بھی روایت کرتے تھے اور فقیہ بھی تھے۔ خصوصاً فقہ کے باب زہد۔ باب عدل اور باب نصیحت اور خیر خواہی میں وسیع معلومات رکھتے تھے اور مختلف اخبار و عبادات میں بھی آپ نے ابوبکر بن حزم رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا تھا کہ حدیثیں جمع کر کے لکھ لو ایسا نہ ہو کہ علماء کے فوت ہو جانے کے بعد علم مٹ جائے جیسا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اطراف ملک کے والیوں کو لکھا تھا کہ تلاش کر کے حدیثیں جمع کر لیں۔

آپ کے زمانے میں علم قرآن و فقہ اسلامی حکومت کے اقصائے مشرق و مغرب تک پہنچ گیا تھا اور افریقہ کے مغربی علاقوں میں بربری مسلمانوں میں علم کی یہ ابتدائی ترقی تھی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی طرح کسی اور خلیفہ نے علم شرع و فقہ کا اہتمام نہیں کیا تھا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے شرع و فقہ مستقل درسوں کے حلقوں میں ترقی کر رہا تھا۔ جو خلفاء کی طرف سے قائم تھے۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاہل ص: ۲۵۷، فجر الاسلام لأستاذ امین ص: ۲۲۱)

داعی صاحبِ قناعت اور مانع طمع ہو

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی رائے میں صحیح علم کی حد یہ تھی کہ وہ قناعت کی دعوت دے اور لالچ سے روک دے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ علم سیکھو کیونکہ علم مالدار کے لیے زینت ہے اور نادار کے لیے غیبی امداد ہے۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ علم سے یہ چیزیں طلب کی جاتی ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ علم نادار کو قناعت کی دعوت دیتا ہے۔ اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ کسی میں بقدر ضرورت علم نہ پاتے تو اس سے فرمایا کرتے تھے۔ اگر ہو سکے تو عالم بنو ورنہ کم از کم متعلم بنو۔ اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو علماء اور طلباء سے محبت ہی رکھو اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو بغض نہ رکھو۔

دینی اور دُنیوی علوم کی ترغیب

آپ رحمۃ اللہ علیہ شروع میں دینی علوم پڑھا کرتے تھے۔ یعنی وہ علم جو قرآن و حدیث وفقہ کے اردگرد گھومتا ہے۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے محسوس کیا کہ مجھے اس سے زیادہ علم سیکھنا ضروری ہے۔ جو مجالس ومساجد کی چار دیواری کے اندر پایا جاتا تھا اور عوام سے کٹا ہوا تھا۔ پھر جب آپ نے خلافت کی ڈور پکڑ لی۔ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے محسوس کیا کہ اتنا علم کافی نہیں اور اکابر کی صحبت عوام سے بے نیاز نہیں کرتی اور دینی علم رذیل علم سے بے نیاز نہیں کرتا۔ اس لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

> ''میں اکابر علماء کی صحبت میں رہا کرتا تھا اور دینی علم طلب کیا کرتا تھا پھر جب میرے ہاتھ میں خلافت آ گئی تو مجھے دوسرے دنیوی علموں کی بھی ضرورت لاحق ہوئی۔ اس لیے دینی اور دنیوی علم سیکھو۔''

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاهل ص: ۲۸۰)

علوم کی نشر و اشاعت کا اہتمام

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے علم کی نشر و اشاعت کا اہتمام بھی کر رکھا تھا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے علماء کو بھی لکھ دیا تھا کہ اپنی اپنی مسجدوں میں علم پھیلاتے رہیں کیونکہ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیوں مٹایا جا رہا ہے۔ایک دن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خطبہ میں فرمایا:

''لوگو! طبیب سخت بیماریوں کے لیے ہی بلایا جاتا ہے دیکھو جہالت سے زیادہ شدید کوئی (روحانی) بیماری نہیں اور گناہوں سے زیادہ برا کوئی (روحانی) مرض نہیں اور موت سے زیادہ سنگین کوئی خوف نہیں۔''

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاهل ص: لابن الجوزی ص:۹)

جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کو علم کے بھلائے جانے کا ڈر ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حصولِ علم کو راسخ کرنے کے لیے دفعتاً یہ قدم اٹھایا کہ تاکیدی حکم نافذ فرما دیا کہ علم کی محافظت کی جائے اور اسے ضائع ہونے سے محفوظ رکھا جائے اسی طرح آپ ہی نے سب سے پہلے ایک منظم انداز میں احادیث کی جمع و تدوین کا مبارک کام کیا۔

علوم احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جمع کرنے کا حکم

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا:

''احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تلاش کر کے لکھ لو کیونکہ مجھے علم کے مٹ جانے کا اور علماء کے فوت ہو جانے کا اندیشہ لاحق ہو رہا ہے اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کو قبول کرو اور لوگوں میں علم کو عام کر دینا چاہیے اور ایسی مجلسیں قائم کرنی چاہئیں جن میں علم سکھایا جائے

تاکہ جاہل علم سے بہرہ اندوز ہوں کیونکہ علم اس وقت مٹے گا جب وہ
کتمانِ علم کا شکار ہو جائیں گے یا جس وقت لوگ امر بالمعروف ونہی
عن المنکر کا ترک کر دیں۔"

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاھل ص:۲۵۹؍ تیسر الوصول:۱۵۷/۳)

عصری علوم

جیسے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے دینی علوم کا اہتمام کیا تھا۔ اسی طرح علوم عصریہ کا بھی اہتمام کیا تھا۔ خصوصاً طب کا جس کی لوگوں کو شروع سے ہی ضرورت پڑتی ہے۔ لوگوں سے زندگی کے بوجھ اسی وقت ہلکے ہوتے ہیں۔ جب وہ عدل سے بہرہ مند ہوں۔ علم کی روشنی میں محفوظ ہوں اور تندرست وتوانا ہوں۔ ایمان و بدن دونوں کی صحت ضروری ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔ سب سے پہلے آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی نے افلاس، جہالت اور بیماری کے خلاف پوری قوت سے مختلف اسلامی ملکوں میں علم جہاد بلند فرمایا تھا اور طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے فروغ کے لیے بھی سرگرداں رہے عبد الملک بن ابجیر یا ابن بجر کنانی رحمۃ اللہ علیہ ایک عالم و ماہر طبیب تھے اور شہر اسکندریہ میں طب کا درس دیا کرتے تھے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو جوانی کے زمانے میں اس کے ساتھ رہنے اور علاج کرانے کا اتفاق ہوا تھا۔ ابن ابجر رحمۃ اللہ علیہ پر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا اثر پڑا اور وہ ان کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا۔ خلافت مل جانے کے بعد حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ابن ابجر رحمۃ اللہ علیہ سے مدد لی اور اسلامی ممالک یعنی انطاکیہ اور حران وغیرہ میں علمِ طب کی نشر واشاعت میں اس پر اعتماد کیا اس طرح طب یونانی کی صنعت اسلامی شہروں میں منتقل ہوئی اور اسکندریہ میں تو خوب پھلی پھولی اور پورے عروج پر رہی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے طب میں ماسرجویا طبیب بصری

اسرائیلی نے ایک کتاب تصنیف کی اور اسے لوگوں میں پڑھایا جانے لگا اور شامل نصاب بھی رہی۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاھل ص:۲۵۹ر

فجر الاسلام للاستاذ امین ص:۱۶۳)

علماء اور مدرسین

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ علماء کی بڑی عزت کیا کرتے تھے اور ہر جگہ کے علماء کی خیر خبر رکھتے تھے اور ان سے اپنی مجلس میں مدد لیتے تھے اور اپنے احکام وقضاء پر بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان میں سے بہت سے علماء کو اسلام اور علم کی تبلیغ کے لیے مقرر فرما دیا تھا اور جو علماء قرآن وحدیث کے پڑھنے پڑھانے میں مشغول رہتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بیت المال میں سے ان کے وظائف مقرر فرما دیئے تھے اور انہیں بھی وظائف ملتے تھے۔ جو فقہ میں مشغول رہتے تھے اور جنہوں نے خود کو مساجد کے لیے وقف کر دیا تھا۔ ہر ایک کو سوسو دینار مقررہ تاریخ پر بیت المال سے ملتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حمص کے حاکم کو لکھ دیا تھا کہ قرآن وحدیث میں مشغول رہنے والے علماء کو غنی اور مالدار بنا دیا جائے تاکہ وہ ان پر مصروف رہیں اور انہیں چھوڑیں نہیں۔

طلباء کیلئے اجرائے وظائف

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے طلباء کے لیے بھی وظائف جاری کر دیئے تھے اور جن حضرات کو تعلیم کے لیے مقرر فرمایا تھا۔ ان میں ایک یزید بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں قاضی اور معلم مقرر کر کے مصر بھیج دیا تھا۔

(فجر الاسلام للاستاذ امین ص:۲۶۰ر الطبقات ۲/۲۱۰)

دیہاتیوں میں فقہ پھیلانے کے لیے یزید بن ابی مالک دمشقی رحمۃ اللہ علیہ اور حارث بن یمجد اشعری کو مقرر فرمایا تھا اور دونوں کے وظیفے جاری کر دیئے تھے۔ یزید بن ابی مالک دمشقی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اپنا عہدہ اور وظیفہ قبول کر لیا تھا لیکن حارث نے دینی کام پر اجر قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں لکھا۔ یزید بن ابی مالک دمشقی رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ کیا ہم اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے اور حق تعالیٰ شانہ، ہمارے اندر حارث بن یمجد رحمۃ اللہ علیہ جیسے لوگ کثرت سے پیدا کر دے اور امت میں ان جیسوں کی فراوانی ہو جائے۔

ضحاک بن مزاحم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں عوام کے لیے مفت تعلیم دینے کی ایک درس گاہ کھول رکھی تھی۔

حکام کے ساتھ حسن سلوک

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے حاکموں اور معلمین کے لیے جائز فراخی کے دروازے کھول دیئے تھے اور اپنے لیے اور اپنی اولاد کے لیے تنگ کر دیئے تھے۔ ایک دن ابن ابی زکریا نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آ کر باتیں کرنے کی اجازت مانگی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اجازت دے دی۔ بولے! مجھے خبر ملی ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ہر عامل کو تین سو دینار دیتے ہیں۔ فرمایا ہاں! بولے امیر المومنین! آپ رحمۃ اللہ علیہ مال کے زیادہ حقدار ہیں۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کرتے سے اپنا ہاتھ نکال کر فرمایا۔ ابن ابی زکریا! اس کی ماں فئے سے پرورش ہوئی ہے۔ اب میں اس کی طرف مال فئے کا ایک پیسہ بھی نہیں لوٹاؤں گا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ میں عامل کی تنخواہ کی یہ انتہائی حد نہ تھی۔ بلکہ اس سے بہت زیادہ بھی تنخواہیں مقرر تھیں حتیٰ کہ دس لاکھ سالانہ بھی تنخواہ دی گئی ہے۔

معلم اور طریقہ تعلیم

بچوں کو معلّم و مؤدِب دونوں کی ضرورت ہے

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جس طرح اپنی اولاد کی تعلیم کی طرف توجہ دی اسی طرح ان کی تربیت کی طرف بھی توجہ دی اور علم میں مہارت اور استعداد پیدا کرنے کے بعد ان کے لیے ایک نیک مؤدِب مقرر فرمایا۔ تاکہ انہیں تربیت دے اور مؤدِب کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ذاتی رائے اور تجربات کی ہدایات سے بھی بہرہ اندوز فرمایا۔

جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے غلام سہل رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی اولاد کی تربیت کے لیے مقرر فرمایا تو اس سے کہا:

> ''میں نے تم میں صلاحیت دیکھتے ہوئے اپنی اولاد کی تربیت کے لیے منتخب کیا ہے اور اپنے دوسرے غلاموں اور خواص کو چھوڑ کر تم کو چنا ہے۔''

تأدیب کا طریقہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سہل رحمۃ اللہ علیہ کو تربیت کا طریقہ بتایا۔ اور طریقہ تعلیم کی نشاندہی کی اور ان سے کہا کہ بچوں سے مکمل سنجیدگی اور رعب دار گفتگو کریں تاکہ وہ اچھی طرح سے تمہاری طرف متوجہ رہیں اور نہ خود ان کے ساتھ زیادہ ہنسی مذاق کریں نہ ہی تاکہ ایسا نہ ہو کہ ان کی نگاہوں میں تمہارا مقام ہی نہ رہے اور انہیں کثرت سے ہنسنے سے روک دیں

تا کہ ان کے دل مردہ نہ ہوں اور لہو ولعب سے انہیں نفرت دلائیں کیونکہ باجوں کی مجلس میں شامل ہونے سے گانا سننے سے دلوں میں اس طرح نفاق پیدا ہوتا ہے جس طرح پانی سے سیراب زمین سے گھاس اگ آتی ہے اور یہ ایک حقیقی بات ہے۔ اگر انسان اپنی خواہش پر مطلق العنان چھوڑ دیا جائے اور وہ ہوس کا مطیع بن جائے اور اپنے نفس کو مہذب نہ بنائے تو وہ جانور ہے۔ اس کی بے جا خوش طبعی اسے اعتدال سے ہٹا دے گی اور اس کا سرکش نفس اسے بدترین رائے اور اندوہ ناک اور بُرے طریقے کی طرف کھینچ کر لے جائے گا۔ مسخرے کی عادت میں یہ بات داخل ہے کہ وہ حق سے ہٹی ہوئی باتیں ڈھونڈتا ہے۔ تا کہ سامعین کو ان پر تعجب ہو اور وہ ہنسیں اور یہی نفاق ہے۔

طریقۂ تعلیم

رہا طریقۂ تعلیم۔ سو اس کے بارے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بچے روزانہ قرآن پاک کا کچھ حصہ پڑھیں اور احسن انداز میں الفاظ قرآن کے مخارج کی ادائیگی کریں۔ پھر دوسرے علوم سیکھیں پھر چھٹی ہو جانے کے بعد تیر کمان لے کر کھلی فضا میں تیر اندازی سیکھیں اور روزانہ کم از کم سات تیر ماریں پھر دوپہر کو سونے کے لیے گھر آ جائیں تا کہ ستالیں۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن الجوزی ص:۲۵۷،

سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاھل ص:۲۶۲)

کتابتِ علم

آپ رحمۃ اللہ علیہ یہ ضروری خیال کرتے تھے کہ علم لکھ لیا جائے تا کہ مضبوط و مستحکم ہو اور ضائع نہ ہو۔ تعلیم کا یہی بہترین طریقہ ہے اور اس طرح سے طالبعلم دینی اور دنیاوی

علوم سے مزین و آراستہ ہو جاتا ہے اور بقدر ضرورت بدن و روح دونوں کو غذا مل جاتی ہے اور باری باری قول و عمل کا موقع مل جاتا ہے اور گانے بجانے اور گانے سننے کے سلسلہ میں حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ایک تجربہ کار، اہلِ علم اور دانا شخص کے خیال کی طرح ہے۔

انتخاب معلم

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے معلم دین اور اخلاق کو سنوارنے کے لیے پُر فہم و رائے اور سخاوت اور کثرت فیاضی کو نکھارنے کے لیے منتخب کیا آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عربی اور عجمی معلم میں کوئی فرق نہیں تھا لیکن آپ عربی زبان کی خاطر ادب میں عربی معلم کو ترجیح دیتے۔

کیونکہ وہ اہل زبان ہونے کی وجہ سے زبان کو بخوبی سمجھتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ پارسی دیکھے جو علم نحو کا مطالعہ کر رہے تھے۔ فرمایا: اگر تم زبان کی اصلاح کرنا چاہو تو کر سکتے ہو کیونکہ سب سے پہلے تمہیں نے زبان بگاڑی ہے۔ نہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلے میں ان میں فرق کیا کرتے تھے۔ جو اصل میں آزاد ہوں یا غلام ہوں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ایسے لوگوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اور ان کی فضیلت شائع و ضائع تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان میں کچھ ارباب دانش کو چن کر اقصائے ملک میں بھیج دیا تھا۔ ان میں سے اکثر نے انہیں شہروں کو وطن بنالیا۔ جہاں وہ بھیجے گئے تھے اور وہیں فوت ہو گئے۔ اولاد چھوڑ گئے جو وہیں کے ہو گئے۔

(سیرت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاھل ص:۲۶۲)

دینی تعلیم کی اشاعت

احادیث کی تدوین و ترتیب کے بعد دوسرا کام یہ تھا کہ عام طور پر ان کی ترویج و اشاعت کی جائے۔ اس لیے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک فرمان میں قاضی ابو

بکر حزم رحمۃ اللہ علیہ کو اس طرف توجہ دلائی اور لکھا:

''لوگوں کو چاہیے کہ عام طور پر علم کی اشاعت کریں اور تعلیم کے لیے حلقۂ تدریس میں بیٹھیں تاکہ جو لوگ نہیں جانتے وہ جان لیں کیونکہ علم اس وقت تک برباد نہیں ہوتا۔ جب تک وہ مخفی نہ رکھا جائے۔''

ایک اور عامل کے نام لکھا:

''اہل علم کو حکم دو کہ اپنی مساجد میں علم کی اشاعت کریں''

(سیرت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ از ندوی ص:۱۲۲)

اور جو لوگ اس مقدس کام میں مصروف ہوئے۔ ان کو فکر معاش وضروریات زندگی سے بالکل بے نیاز کر دیا چنانچہ حمص میں علماء تھے۔ ان کی نسبت وہاں کے گورنر کو لکھا۔

''جن لوگوں نے دنیا چھوڑ کر اپنے کو فقہ کی تعلیم کے لیے وقف کر رکھا ہے ان میں ہر ایک کو جس وقت میرا خط پہنچے، بیت المال سے سو دینار دو تاکہ وہ لوگ اس حالت کو قائم رکھ سکیں۔''

یہ فیاضی صرف علماء کے ساتھ مخصوص نہ تھی۔ بلکہ اسی فیاضی کے ساتھ طلباء کے وظائف بھی مقرر کیے تھے۔

(جامع بیان العلم لابن عبدالبر ص:۸۸، سیرت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ از ندوی ص:۱۲۲)

ان کو علماء کی فراغ خاطر اور جمعیت قلب کا اس قدر خیال تھا کہ ہر ممکن تدبیر سے ان کی ضروریات کو پورا کرتے تھے۔ قاسم بن مخیمرہ رحمۃ اللہ علیہ ایک محدث تھے۔ جو نہایت عسرت وتنگی کے ساتھ زندگی بسر کر رہے تھے۔ وہ آئے تو ان کی جانب سے ستر دینار قرض ادا کیا۔ سواری دی اور ۵۰ دینار وظیفہ مقرر کر دیا۔

(تذکرۃ الحفاظ للذہبی: ۱۰۹/۱ تذکرہ قاسم بن مخیمرہ، سیرت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ از ندوی ص:۱۲۲)

ایک بار سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے تلمیذ رشید اور عظیم مفسرِ قرآن امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ ان کی خدمت میں آئے تو ان کو ۳۰ درہم دیئے اور کہا کہ یہ رقم میں نے اپنے عطیات سے دی ہے۔

بہت سے ممالک کے لوگوں کی تعلیم کے لیے خود متعدد علماء کو روانہ کیا۔ امام نافع رحمۃ اللہ علیہ جو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے غلام اور مدینہ کے فقیہ تھے ان کو مصر بھیجا تا کہ وہاں کے لوگوں کو علم حدیث کی تعلیم دیں۔ چنانچہ اس تعلیم سے حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں مدتوں قیام کیا۔

(حسن المعاضرہ للسیوطی: ۱۹/۱، شرح موطأ امام مالک للزرقانی: ۲۱/۱)

جعثل بن عاھان رحمۃ اللہ علیہ جو قراء میں تھے۔ ان کو مصر سے مغرب کو بھیجا کہ وہاں جا کر لوگوں کو قرأت کی تعلیم دیں۔

دیہاتیوں کی تعلیم و تربیت کے لیے یزید بن ابی مالک دمشقی رحمۃ اللہ علیہ اور حارث بن یمجد الاشعری رحمۃ اللہ علیہ کو متعین کیا اور ان کے وظیفے مقرر کیے۔ یزید بن ابی مالک دمشقی رحمۃ اللہ علیہ نے تو وظیفہ قبول کیا لیکن حارث رحمۃ اللہ علیہ نے وظیفہ سے انکار کیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو خبر ہوئی تو لکھا کہ یزید بن ابی مالک دمشقی رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ کیا اس میں حرج نہیں اور خدا ہم میں حارث رحمۃ اللہ علیہ جیسے کثرت سے اشخاص پیدا کرے۔

تعلیم کے علاوہ لوگوں کے ارشاد و ہدایت کے لیے تمام ممالک محروسہ میں واعظ اور مفتی مقرر کیے۔ چنانچہ حلاج ابو کثیر اموی کو جو ان کے باپ کے مولیٰ تھے۔ اسکندریہ کا واعظ مقرر کیا۔ حجاز میں جو واعظ اس خدمت پر مامور تھا۔ اس کو حکم تھا کہ تیسرے دن لوگوں کو وعظ و پند کرے۔ افتاء کی خدمت میں متعدد لوگ مامور تھے۔ وہ انتخاب روزگار تھے۔ مثلاً مصر میں یہ خدمت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے یزید بن ابی حبیب رحمۃ اللہ علیہ کو تفویض کی تھی اور یہ وہ بزرگ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اہل مصر کو علم فقہ و حدیث سے

آشنا کیا۔ چنانچہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ حسن المحاضرہ میں لکھتے ہیں:

''وہ پہلے شخص ہیں۔ جنہوں نے مصر میں علم کو ظاہر کیا اور حلال وحرام کے مسائل کو رواج دیا۔ وہاں کے لوگ اس سے پہلے صرف ترغیب اور جنگ وغیرہ کے متعلق روایت کرتے تھے۔ وہ ان تین اشخاص میں ہیں۔ جن کے بارے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے افتاء کی خدمت تفویض کی تھی۔''

(حسن المحاضرہ للسیوطی: ۱/۱۲۰،

سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ از ندوی ص: ۱۲۴)

فن مغازی اور مناقب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعلیم واشاعت

مغازی اور مناقب صحابہ کرام کی طرف اب تک علمی حیثیت سے کسی نے اعتناء نہیں کیا تھا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے خاص طور پر ان کی طرف توجہ دی اور عاصم بن عمر رحمۃ اللہ علیہ اور ابن قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کو جو مغازی اور سیرت میں کمال رکھتے تھے۔ حکم دیا کہ مسجد دمشق میں بیٹھ کر مغازی اور مناقب کا درس دیا کریں۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ از ندوی ص: ۱۲۴)

یونانی تصنیفات کی اشاعت

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا اصلی فرض اگرچہ کتاب وسنت کی اشاعت کرنا تھا اور انہوں نے ہر ممکن تدبیر سے اس کی اشاعت کی تاہم غیر اقوام کے مفید علوم وفنون سے بھی انہوں نے مسلمانوں کو بالکل بیگانہ نہیں رکھا۔ طب میں ایک یونانی حکیم اہرن القس کی ایک مشہور کتاب تھی۔ جس کا ترجمہ ماسرجویہ نے مروان بن حکم کے زمانہ میں عربی

زبان میں کیا تھا۔ یہ کتاب شاہی کتب خانے میں محفوظ تھی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو دیکھا تو چالیس روز تک استخارہ کیا۔ اس کے بعد عام طور پر اس کو ملک میں شائع کیا۔

(طبقات ابن سعد تذکرۃ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ : ۵/ ۲۵۴،

سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ از ندوی ص: ۱۲۴)

یونانی علوم و فنون کے ترجمہ کی ابتداء بھی بنو امیہ ہی کے دور حکومت میں ہوئی۔ چنانچہ ابن اثال نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے یونانی زبان سے طب کی متعدد کتابوں کا ترجمہ عربی زبان میں کیا اور یہ پہلا ترجمہ تھا جو اسلامی دورِ حکومت میں کیا گیا۔

مروان بن حکم کے زمانہ میں ماسر جویہ نے عربی زبان میں ایک طبی کتاب کا ترجمہ کیا تھا۔ یہی کتاب تھی جس کو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے شاہی کتب خانے میں پایا اور ممالک محروسہ میں اس کے مختلف نسخے تقسیم کیے۔

(مختصر الدول ص ۱۹۲/ اخبار الحکماء تذکرہ ماسر جویہ، سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ از ندوی ص: ۱۶۶)

علم فن مغازی

علم الحدیث کی طرح علم مغازی کی جمع و تدوین کا سہرا بھی حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے سر ہے۔ چنانچہ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ انہوں نے یہ حکم دیا تھا کہ غزوات نبوی کے دروس کا خاص حلقہ درس قائم کیا جائے۔ چنانچہ عاصم بن عمر رحمۃ اللہ علیہ اور ابن قتادہ الانصاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹ھ یا ۱۲۰ھ) کو جو اس فن میں خاص کمال رکھتے تھے۔ مامور کیا گیا کہ وہ جامع مسجد میں بیٹھ کر مناقب اور مغازی کا درس دیا کریں۔

(تہذیب التہذیب لابن حجر: ۵: ۵۳، سیرت خیر الانام ص ۳۸ (ابتدائیہ))

خلافت کا نظامِ تجدید و احیائے دین

اسلام کو اس کی سابق حالت پر لوٹانے کا عزم

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنی پھوپھی سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

"جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُنیا سے پردہ فرما لیا تو لوگوں کو ایک آباد گھاٹ پر چھوڑ کر رخصت ہوئے پھر اس گھاٹ کا منتظم ایک شخص ہوا اور اس نے اس میں کچھ بھی کم و بیش نہیں کیا پھر یکے بعد دیگرے مختلف اشخاص منتظم بنتے چلے آئے۔ حتیٰ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ منتظم بنے اور انہوں نے اس میں سے نہریں نکالیں اور لوگ برابر ان سے پانی خریدنے لگے۔ حتیٰ کہ اسے خشک کر دیا اور اس میں پانی کا ایک قطرہ بھی نہ چھوڑا۔ اللہ کی قسم! اگر اللہ مجھے زندگی عطا فرمائے گا تو میں اسے سابق حالت پر لے آؤں گا۔"

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا طرزِ زندگی

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کام کا عزم کر کے اسے کر گزرنے والے ایک بہادر شخص تھے۔ آپ کام کو نہ تو مؤخر کرتے تھے نہ موقوف کرتے تھے۔ آپ خلافِ شرع کاموں پر گرفت کرنے والے۔ اپنی خوبیوں میں سب سے بلند اور اونچے اور رفعت و

بلندی میں اپنی عادتوں سے نیچے گرنے والے نہیں تھے اور سال بہ سال آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل وکمالات بڑھتے ہی گئے لیکن کبھی کبھی سابق زندگی کی یادیں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بے قرار بنا دیا کرتی تھیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ماضی اور حال کا مقابلہ کیا کرتے تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں گزرے ہوئے عیش کو یاد کر کے رقت پیدا ہو جایا کرتی تھی۔ جیسے اس رخصت کرنے والے دل میں پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کے لوٹنے کی توقع نہیں ہوتی۔

ماضی وحال کی زندگی میں مقابلہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ مدینہ اور مصر کے ایام میں اور اس سے پہلے شام کے ایام میں اور آج کے موجودہ طرزِ حیات میں مقابلہ کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے۔ آج ہمارا وہ طرزِ حیات کہاں جو مصر میں تھا؟ میں نے خود کو دیکھا کہ اگر تمام آبادی والے میرے مہمان ہو جاتے تو میرے پاس اتنا تھا کہ سب کو کھلا سکتا تھا اور آج ہمارا طرزِ حیات کہاں جو مدینہ میں تھا۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن الجوزی ص: ۱۵۱/
سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاھل ص: ۳-۱۵۲)

ایک دن آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی بیوی فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا کے پاس سے گزرے اور ان کے کندھے کو تھپتھپاتے ہوئے پوچھتے ہیں۔ فاطمہ (رحمۃ اللہ علیہا) آج کے زمانے کی بہ نسبت ہم دابقؒ میں زیادہ آرام سے تھے۔ فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا بولیں! واقعی آپ رحمۃ اللہ علیہ موجودہ زمانہ کی نسبت اس زمانہ میں بہت آرام سے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ان سے پیٹھ موڑ کر رقت کا اظہار کرتے ہوئے چلے گئے فرما رہے تھے۔ فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا مجھے آگ کا ڈر ہے۔ فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا مجھے ایک بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو اس کے عذاب سے کیسے بچ سکتا ہوں۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن الجوزی ص: ۱۳۰/
سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاھل ص: ۱۷۲)

عہدِ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ میں مواعظ کا بازار گرم تھا

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا بازار مواعظ سے بھرپور رہتا تھا اور اس میں بے شمار علماء وفقہاء اور پارسا حضرات جمے رہتے تھے اور اپنے مواعظ کو نظم ونثر میں پیش کرتے رہتے تھے۔

علماء کے مواعظ

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہیں:

"اے امیر المومنین! خیر کے کام پر غور وفکر اس پر عمل کرنے کی دعوت دیتا ہے اور برائی پر ندامت برائی چھڑا دیتی ہے۔"

محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو وعظ ونصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"امیر المومنین اللہ سے ڈرتے رہیے اور عوام کیلئے اپنے دروازے کھول دیجئے اور دربانوں کو نرم بنا دیجئے اور مغصوبہ جائیدادیں واپس کرا دیجئے اور مظلوموں کی مدد فرمایئے۔"

سالم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ان کو وعظ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"آپ سے پہلے وہ لوگ تھے جو کچھ عمل کر گئے اور حق کو جس قدر دبانا تھا دبا گئے اور باطل کو جس قدر اُبھارنا تھا۔ ابھار گئے حتیٰ کہ باطل ہی کے زمانے میں بچے پیدا ہوئے اور جوان ہو کر انہوں نے اسی کو سنت سمجھا۔ انہوں نے اللہ کے بندوں پر فراوانی اور سہولت کے دروازے بند کر دیئے اور اللہ نے اُن پر مصائب وآفات کے دروازے کھول

دیے۔ اس لیے آپ لوگوں پر مقدور بھر نرمی اور سہولت کے دروازے
کھول دیں کیونکہ اگر آپ سہولت کا ایک دروازہ کھولیں گے تو اللہ آپ
پر بلا کا ایک دروازہ بند کر دے گا۔"

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن الجوزی ص: ۱۳۹)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ زیاد بن ابی زیاد رحمۃ اللہ علیہ سے کہتے ہیں۔ زیاد تم میری وہ مصیبت نہیں دیکھتے جس میں میں پھنس گیا ہوں۔ وہ بولے امیر المومنین مصیبت کا ذکر نہ کیجئے بلکہ ایسی تدبیر سوچئے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس سے صحیح وسالم نکل جائیں یعنی اپنے قوئی ایسی تدبیر میں صرف کیجئے جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بے داغ نکال کر لے جائیں۔

زیاد رحمۃ اللہ علیہ عرض کرتے ہیں۔ امیر المومنین! اگر کسی شخص کا ایک جھگڑالو دشمن ہو تو اس کا کیا حال ہوگا؟ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ بولے اس کا برا حال ہوگا۔ پوچھا اس کے دو جھگڑالو دشمن ہوں تو؟ فرمایا اس کا پہلے سے بھی زیادہ برا حال ہوگا۔ پوچھا اگر تین ہوں تو؟ فرمایا اس کا تمام عیش ہی بدمزہ ہو جائے گا۔ زیاد رحمۃ اللہ علیہ بولے! امیر المومنین! اللہ کی قسم! امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر شخص آپ رحمۃ اللہ علیہ سے جھگڑا کرنے والا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ دیر تک روتے رہے۔ حتیٰ کہ زیاد کو خیال آیا کہ کاش میں نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے ایسی بات نہ کہی ہوتی۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن عبد الحکم ص: ۳۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی نماز

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ عراق سے مدینہ آئے تو انہیں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی نماز پسند آئی تھی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اس وقت حاکم مدینہ تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے

نماز پڑھنے کے بعد فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد میں نے کسی امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھی جس کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز سے اتنی مشابہت رکھتی ہو۔ جتنی کہ تمہارے اس امام کی نماز۔"

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن الجوزی ص:۳۴)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نماز میں رکوع وسجود پورے اطمینان سے کیا کرتے تھے اور قیام وقعود میں تخفیف کرتے تھے۔

اتباع سنت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاکید

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اور آپ کے بعد کے خلفائے راشدین کی بہت سی سنتیں ہیں۔ ان پر عمل کرنا کتاب اللہ کو مضبوط پکڑنا ہے۔ ان سے اللہ کے دین میں قوت حاصل ہوتی ہے۔ ان میں تغیر وتبدل کا کسی کو حق نہیں۔ نہ خلاف سنت کام لائق التفات ہے۔ جو شخص ان سنتوں سے ہدایت حاصل کرے وہ ہدایت پر ہوگا۔ جو ان سے مدد لے اس کی مدد ہوگی اور جو شخص ان کو چھوڑ دے اور اہل ایمان کے راستے سے ہٹ کر کوئی اور راستہ اپنائے وہ جدھر جاتا ہے۔ اللہ اسے اسی طرف پھیر دیں گے اور جہنم میں جھونک دیں گے اور وہ لوٹنے کی بہت بری جگہ ہے۔"

عبد اللہ بن عبد الحکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے سنا وہ فرماتے تھے۔ احیاء سنت کے سلسلہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا عزم مجھے بے حد پسند ہے۔

احیائے سنت نہ ہو تو زندگی بے مقصد ہے

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بے وطن لوگوں کو جمع کیا اور ان کو خطبہ دیا اس میں فرمایا:

''لوگو! اپنے اپنے علاقوں میں واپس چلے جاؤ کیونکہ جب تم میرے پاس ہوتے ہو تو میں تم کو بھول جاتا ہوں اور جب تم اپنی اپنی جگہ ہوتے ہو تو مجھے خوب یاد رہتے ہو۔ دیکھو! میں نے کچھ لوگوں کو تم پر حاکم مقرر کیا ہے۔ میں یہ نہیں کہوں گا کہ وہ تم میں بہترین آدمی ہیں۔ ہاں یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ بروں سے اچھے ہیں اور اگر کسی شخص پر اس کا حاکم ظلم ڈھاتا ہے۔ تو میں آگاہ کر دینا چاہتا ہوں کہ اسے میری طرف سے اس کی اجازت نہیں ہے۔ دیکھو! میں نے اپنے لیے اور اپنے اہل وعیال کے لیے اس مال کو ممنوع قرار دیا ہے۔ اب اگر تم کو دینے میں بخل کروں تو پھر میں پرلے درجہ کا کنجوس ٹھہرا۔ اگر میں کسی سنت کو بلند نہ کر سکوں یا حق وانصاف کی راہ نہ چل سکوں تو میں ایک گھڑی بھی زندہ رہنا نہیں چاہتا۔''

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن عبد الحکم ص: ۴۰)

منصبِ رسالت اور منصب خلافت

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں کو خطبہ دیا اس میں فرمایا:

''لوگو! تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں نہ اس کتاب کے بعد جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کی گئی ہے کوئی کتاب ہے جو چیزیں اللہ

نے نبی ﷺ کی زبان سے حلال ٹھہرا دیں وہ قیامت تک حلال رہیں گی اور جن چیزوں کو رسول اللہ ﷺ کی زبانی حرام قرار دیا وہ قیامت تک حرام رہیں گی خوب سمجھ لو میں فیصلہ کرنے والا نہیں ہوں۔ میں تو بس اللہ اور رسول ﷺ کے فیصلوں کو اللہ کی خاطر نافذ کرنے والا ہوں۔ میں کوئی نیا راستہ نہیں نکالوں گا۔ بلکہ پہلوں کے راستے پر چلوں گا۔ سن رکھو۔ اللہ کی نافرمانی کی صورت میں کسی کی فرمانبرداری جائز نہیں۔ میں تم سے بہتر نہیں ہوں بلکہ میں تم میں سے ایک فرد ہوں۔ البتہ میری ذمہ داریوں کا بار تم سب سے گراں ہے۔ لوگو! سب سے افضل عبادت فرائض کا ادا کرنا ہے اور محرمات سے بچنا ہے۔ پس مجھے یہ عرض کرنا تھا میں اپنے لیے اور تمہارے لیے اللہ کے حضور میں استغفار کرتا ہوں۔''

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ لابن عبد الحکم ص: ۳۹۔۳۸)

خوفِ خدا کی ضرورت

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

''لوگو! خدا کے خوف وتقویٰ کو لازم پکڑو۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا خوف ہر چیز کا بدل ہے۔ مگر اس کا کوئی بدل نہیں۔ لوگو! مجھ سے پہلے کچھ حکام ہوئے ہیں جن کو خوش رکھنا تم اس واسطے ضروری سمجھتے تھے۔ تاکہ اس کے ذریعے تم ان کے ظلم سے محفوظ رہ سکو۔ لوگو میں مال و دولت کو تم سے بچا بچا کر نہیں رکھوں گا۔ بلکہ جہاں مجھے حکم دیا گیا وہاں صرف کروں گا۔ سن رکھو۔''

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ لابن عبد الحکم ص: ۴۰۔۳۹)

آخرت سے غفلت کی اصلاح

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں کو جمع کر کے حسب ذیل خطبہ دیا:

''میں نے آپ حضرات کو ایسے کام کے لیے جمع نہیں کیا جو میں نے ایجاد کیا ہو بلکہ میں نے تمہاری معاد اور جس حالت کی طرف تم لوٹ کر جانے والے ہو اس میں غور کیا تو میں نے دیکھا کہ جو لوگ اس کی تصدیق کرتے ہیں (مگر اس کی تیاری کی کوئی فکر نہیں کرتے) وہ احمق ہیں۔ اور جو لوگ اس کے سرے سے منکر ہیں۔ وہ ہلاک ہونے والے ہیں۔ بس اتنا فرمایا اور ممبر سے نیچے اتر آئے۔''

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن عبد الحکم ص: ۴۰۔۳۹)

موت اور قیامت

ایک خطبے میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

''اما بعد! لوگو! مہلت زیادہ طویل اور قیامت کا دن کچھ زیادہ دور نہیں۔ جس کی موت آ پہنچی اس کے لیے قیامت برپا ہو گئی۔ مرنے کے بعد نہ کسی گنہگار سے عذر و معذرت قبول کی جائے گی نہ کسی کی بھلائی میں اضافہ ہو گا۔ خبردار! خلاف سنت میں کسی شخص کے لیے سلامتی نہیں۔ نہ اللہ کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت روا ہے۔ جو شخص حاکم کے ظلم سے بھاگ نکلے تم اسے ''نافرمان'' کہتے ہو۔ جب کہ امام ظالم اس سے بڑھ کر نافرمان کہلانے کا مستحق ہے۔

دیکھو! میں ایک ایسی چیز کی اصلاح میں لگا ہوں جس کے لیے اللہ ہی مدد کر سکتا ہے۔ اس پر بڑے ختم ہو گئے۔ چھوٹے بڑے بن گئے۔ گونگے بولنے لگے اور دیہاتی مہاجر بن گئے اب لوگوں نے اسی چیز کو دین سمجھ لیا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ حق بس یہی ہے۔ پھر فرمایا میری محبوب خواہش یہ ہے کہ تمہاری عزت و آبرو اور مال و دولت کو بڑھاتا رہوں۔ الا یہ کہ مال و عزت سے تعرض حق کی بنا پر ہو۔ (الا بحقها) ولا قوة الا باللہ۔

سب سے بڑا بد قسمت

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے مقام خناصرہ میں لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

''لوگو! تمہیں عبث اور بے کار نہیں پیدا کیا گیا نہ مہمل چھوڑا گیا ہے (کہ من مانی کرتے رہو) تمہارے لوٹ جانے کی ایک جگہ مقرر ہے۔ جس میں اللہ رب العزت حکم اور فیصلے کے لیے نزول اجلال فرمائیں گے۔ بڑا بد قسمت اور حرماں نصیب ہے۔ وہ شخص جو اللہ کی رحمت کے سائے سے نکل جائے جو رحمت کہ ہر چیز کو محیط ہے اور اس جنت سے محروم رہ جائے جس کی پہنائی آسمان و زمین کے برابر ہے۔ تم دیکھتے نہیں؟ آج تمہارے قبضے میں ان لوگوں کا سر و سامان ہے۔ جو موت کے گھاٹ (اتر چکے ہیں اور تمہارے بعد وہ لوگ آئیں گے جو تمہاری چیزوں پر قابض ہوں گے تا آنکہ یہ ساری چیزیں خیر الوارثین کے قبضہ میں چلی جائیں گی۔ تم صبح و شام ان کو

رخصت کرتے ہو۔ جن کی میعاد ختم ہو جاتی ہے اور ان کا وقتِ موعود آ پہنچتا ہے۔

پھر تم ان کو زمین کے گڑھے میں دبا آتے ہو۔ جہاں نہ تکیہ ہے۔ نہ بستر وہ احباب کو چھوڑ گیا۔ ساز و سامان اس سے چھن گیا حساب و کتاب کا اس کو سامنا ہے مٹی میں اس کی رہائش ہے۔ اپنے عمل میں محبوس ہے۔ جو کچھ چھوڑا ہے۔ اس سے مستغنی ہے اور جو کچھ آگے بھیج دیا اس کا محتاج ہے۔"

اُس کے بعد فرمایا:

"خدا کی قسم! میں تم سے جو کچھ کہہ رہا ہوں۔ یہ سمجھتے ہوئے کہہ رہا ہوں کہ جتنے گناہ میرے پاس ہیں تم میں سے کسی کے پاس نہیں ہوں گے۔ اس لیے میں اللہ سے توبہ و استغفار کرتا ہوں تم میں سے جو شخص اپنی ضرورت میرے سامنے پیش کرے گا۔ میری خواہش ہو گی کہ جہاں تک مجھے قدرت ہے میں اس کی ضرورت پوری کروں اور اگر کوئی شخص اپنی ایسی ضرورت پیش کرے جس کی گنجائش میرے پاس نہ ہو تو میری تمنا ہو گی کہ اس محرومی کی ابتدا مجھ سے اور میرے خاندان کے قریبی لوگوں سے کی جائے تاکہ ہماری اور تمہاری معیشت برابر کی سطح پر آ جائے۔

بخدا! اگر میں اس حالت کو چھوڑ کر فراخ دستی اور عیش سامانی کا ارادہ کرتا تو زبان کے لیے یہ کام بڑا آسان ہوتا لیکن اللہ کی طرف سے کتاب ناطق نازل ہو چکی ہے۔ جس میں مجھے اس کی اطاعت کا حکم ہے اور اس کی معصیت سے ممانعت۔"

جب خطبہ یہاں تک پہنچا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کپڑے کے پلے سے چہرے کو ڈھانپ لیا اور روتے روتے ہچکی بندھ گئی تمام حاضرین مجلس بھی رونے لگے۔ جب سکون ہوا تو فرمایا:

''ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمیں ہدایت عطا فرمائیں اور اپنی محبت و رضا کے اعمال کی توفیق بخشیں۔''

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لا بن عبد الحکم ص: ۴۳۔۴۲۔۴۱)

نماز کی تاکید: خلیفہ کا جلد از جلد فرمان

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے (امراءِ لشکر اور گورنروں کے نام) تحریر فرمایا:

''اللہ کے بندے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ امیر المومنین کی طرف سے امراء لشکر کے نام۔ اما بعد دین کا مضبوط حلقہ اور اسلام کا مدار اللہ پر ایمان لانا، ٹھیک وقت پر نماز ادا کرنا اور زکوٰۃ دینا ہے۔ نمازوں کے اوقات کی پابندی کرو۔ چنانچہ ظہر کی نماز کا وقت، زوال کے بعد ہے، نماز عصر اس وقت پڑھی جائے جبکہ آفتاب سفید اور صاف ہو۔ اس میں زردی نہ آئی ہو۔ نماز مغرب روزہ افطار کرنے کے وقت پڑھی جائے اور عشاء کی نماز اس وقت تک نہ پڑھو جب تک کہ افق کی سفیدی نہ جاتی رہے۔ جب افق کی سفیدی جاتی رہے تو نماز عشاء تہائی رات کے اندر اندر پڑھو۔ افق کی سفیدی ختم ہو جانے کے بعد جتنی جلدی عشاء کی نماز پڑھ لی جائے۔ اتنا ہی بہتر اور مناسب ہے۔ بہر حال اس کی تکمیل اور اسے ٹھیک وقت پڑھنے کی صورت یہی ہے کہ اس چیز کی رعایت رکھی جائے۔ جو میں نے اس

خط میں بیان کر دی ہے۔ پھر نماز فجر اندھیرے میں پڑھو اور اس کی خوب پابندی کرو کیونکہ اس کی پابندی حق ہے۔ اپنے نفس کو اس کا عادی بناؤ اور نماز کا وقت آ جانے پر تمام کاروبار چھوڑ دو اور شہروں اور بستیوں کے تمام ماتحت حکام کو یہ حکم لکھ دو،

فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ۝

ترجمہ: ''پس نماز قائم کرو۔ کیونکہ یقیناً نماز مسلمانوں کے لئے مقررہ وقت پر فرض کر دی گئی ہے۔''

(سورۃ النساء:۴، آیت:۱۰۳)

وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۝

ترجمہ: ''نماز قائم کرو۔ بے شک نماز بے حیائی اور ناشائستہ کاموں سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر سب سے بڑی چیز ہے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سب کو جانتا ہے۔''

(سورۃ العنکبوت:۲۹، آیت:۴۵)

''جو شخص نماز کو ضائع کرتا ہے۔ وہ باقی احکام شرعیہ کو سب سے زیادہ ضائع کرنے والا ہوگا نیز احکام شرعیہ کی پابندی و نگہداشت بکثرت کیا کرو اور تمہارے لشکر میں جو اہل علم وفقہ موجود ہیں۔ ان کو حکم دو کہ اللہ نے ان کو جو علم (دین) سکھایا ہے۔ اس کی نشر و اشاعت کا اہتمام کریں اور اسے اپنی مجالس میں بیان کیا کریں۔''

بعض اہم دینی و اصلاحی اقدامات

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا:

''اللہ کے بندے امیر المومنین حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے حکام کے نام: اما بعد: اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا: ہدایت اور دین حق دے کر تاکہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب کر دے۔ خواہ مشرکوں کو کتنا ہی ناگوار ہو۔ اللہ کا یہ دین جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے بھیجا گیا ہے۔ اس کی کتاب ہے۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اور جس میں یہ حکم ہے کہ اللہ کی اطاعت کی جائے اس کی حدود کو قائم کیا جائے اس کے عائد کردہ فرائض پر عمل کیا جائے۔ حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھا جائے۔ حق کا اعتراف کیا جائے اور جو احکام اس کتاب میں نازل کیے گئے ہیں۔ ان کے مطابق فیصلہ کیا جائے جو شخص اللہ کی ہدایت کی پیروی کرے گا۔ وہ سیدھی راہ پالے گا اور جو اس سے اعراض کرے گا وہ سیدھی راہ سے بھٹک جائے گا۔

من جملہ اس اطاعت کے جو اللہ نے اپنی کتاب میں نازل فرمائی ہے ایک یہ ہے کہ تمام انسانوں کو اسلام کی دعوت دی جائے اور اہل اسلام کے لیے دار الکفر سے دار السلام کی طرف ہجرت کا دروازہ کھولا جائے اور (ارباب اموال سے) صدقات اور خُمس وغیرہ کو اللہ کے فرمان اور مقررہ فرائض کے مطابق وصول کیا جائے اور یہ کہ لوگوں کو اجازت دی جائے کہ وہ برو بحر میں (سفر کر کے) اپنے مال تجارت کے ذریعے حلال روزی تلاش کریں نہ انہیں منع کیا جائے نہ

کوئی رکاوٹ ڈالی جائے۔

جہاں تک دعوت اسلام کا تعلق ہے۔تو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو روئے زمین کے تمام انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔

وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○

ترجمہ: ''اور اے پیغمبر ہم نے تمہیں سارے انسانوں کے لئے ایسا رسول بنا کر بھیجا ہے جو خوشخبری بھی سنائے اور خبردار بھی کرے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔''

(سورۃ سبا:۳۴ آیت:۲۸)

اور اللہ مشرکوں کے بارے میں مسلمانوں کو حکم دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ○

ترجمہ: ''پس اگر یہ (مشرک) توبہ کرلیں اور نماز کو قائم کریں اور زکوۃ دیا کریں تو وہ تمہارے (دینی) بھائی ہیں۔ اور ہم احکام کی تفصیل ان لوگوں کے لئے بیان کر رہے ہیں جو جاننا چاہیں۔''

(سورۃ التوبۃ:۹ آیت:۱۱)

معاشرہ میں پھیلتی ہوئی برائی کو نہ روکنے کا انجام

عثمان بن کثیر بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے

اپنے بعض گورنروں کو یہ خط لکھا:

"اما بعد! کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی قوم میں کوئی برائی ظاہر ہو اور اس قوم کے نیک لوگ اس پر روک ٹوک نہ کریں۔ پھر اللہ نے اس قوم کو کسی عذاب میں نہ پکڑا ہو۔ یہ عذاب کبھی براہِ راست اللہ کی جانب سے آتا ہے اور کبھی اس کے بندوں کے ہاتھوں ظہور پذیر ہوتا ہے اور لوگ اللہ کی گرفت اور سزا سے اسی وقت تک محفوظ رہتے ہیں۔ جب تک کہ اہل باطل کو دبا کر رکھا جائے اور گناہ علانیہ نہ ہونے پائیں۔ لوگوں میں صلاحیت ہو کہ جونہی کسی سے ارتکاب حرام کا ظہور ہو تو فوراً اس سے انتقام لیں لیکن جب محارم کا ارتکاب کھلے عام ہونے لگے اور معاشرے کے نیک اور صالح افراد بھی روک ٹوک کرنے میں تساہل کریں تو آسمان سے زمین پر عذابات کا نزول شروع ہو جاتا ہے۔ گنہگاروں پر بھی اور تساہل پسند دینداروں پر بھی اور اس وقت توقع رکھنی چاہئے کہ یہ مداھن دیندار بھی ان ہی کے ساتھ ہلاک ہو کر رہیں گے اگرچہ وہ گنہ گاروں کے خلاف تھے کیونکہ اللہ نے اپنی نازل کردہ کتاب میں جہاں ایسے عذاب کا ذکر فرمایا۔ وہاں میں نے یہ نہیں سنا کہ ایک کو ہلاک کر دیا ہو اور ایک کو بچا لیا ہو۔ بجز ان لوگوں کے جو برائی سے روکتے تھے۔

اگر بالفرض اللہ گنہگاروں کو نہ تو آسمانی عذاب سے پکڑے نہ بندوں کے ہاتھوں کوئی عذاب نازل کرے تب بھی یہ تو ضرور ہوگا کہ اللہ ان محارم میں مبتلا لوگوں پر خوف و ہراس اور ذلت و ہزیمت مسلط کر دے گا۔ بسا اوقات وہ ایک فاجر سے دوسرے فاجر کے ذریعہ

اور ایک ظالم سے دوسرے ظالم کے ذریعے انتقام لیتا ہے۔ پھر دونوں فریق اپنے اعمال بد کے ساتھ جہنم رسید ہو جاتے ہیں۔ اللہ کی پناہ! کہ ہم ظالم یا ظالموں سے مداہنت برتنے والے نہیں۔ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تمہارے ہاں بدکاری عام ہو رہی ہے اور فاسق و بدکار شہروں میں مامون اور بے خوف ہیں اور وہ علانیہ محارم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ یہ بات اللہ کو نہایت ناپسند ہے اور وہ اس پر چشم پوشی کو برداشت نہیں کرتا۔ یہ چیز ان لوگوں میں علانیہ ظاہر نہیں ہوتی تھی۔ جنہیں اللہ کا ادب و احترام تھا اور وہ اس کی غیرت سے ترساں و لرزاں تھے۔ وہ اہل فجور سے معزز بھی تھے اور تعداد میں زیادہ بھی یہ تمہارے سلف کا راستہ نہیں نہ اس کے ذریعے اللہ کی نعمت تم پر پوری ہوئی بلکہ تمہارے سلف کفار پر سخت اور باہم شفیق تھے۔ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے تھے اور کسی ملامت گر کی ملامت سے نہیں ڈرتے تھے۔

بخدا! جہاد فی سبیل اللہ ہی کا ایک شعبہ اہل محارم پر ہاتھ اور زبان سے سختی کرنا اور ان کی خاطر مشقتیں برداشت کرنا بھی ہے۔ خواہ وہ باپ بیٹے ہوں یا قبیلے اور برادری کے لوگ۔ اللہ کا راستہ اس کی فرمانبرداری ہے۔ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ بہت سے لوگ ملامت کے اندیشہ سے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں سستی کرتے ہیں تاکہ لوگ انہیں خوش اخلاق، بے تکلف اور اپنی فکر کرنے والا سمجھیں، مگر یہ اللہ کے نزدیک خوش اخلاق نہیں بد اخلاق ہیں اور انہوں نے اپنی فکر نہیں کی بلکہ اپنے آپ سے پشت پھیر لی ہے اور

یہ تکلف سے بری نہیں بلکہ اس میں بری طرح گر چکے ہیں کیونکہ اللہ نے اہلِ ایمان کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی روش اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔

ہاں بہت سے لوگوں کی زبان پر ایک آیت بار بار آتی ہے۔ جسے وہ بے محل پڑھتے ہیں اور اس کی غلط تاویل کرتے ہیں۔ یعنی حق تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۭ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○

ترجمہ: ''اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو۔ اگر تم صحیح راستے پر ہو گے تو جو لوگ گمراہ ہیں وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے اللہ ہی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے اس وقت وہ تمہیں بتائے گا کہ تم کیا عمل کرتے رہے ہو۔''

(سورۃ المائدہ: ۵ آیت: ۱۰۵)

بلا شبہ حق تعالیٰ کا ارشاد حق ہے۔ کسی گمراہ کی گمراہی ہمارے واسطے مضر نہیں جب کہ ہم ہدایت پر ہوں نہ کسی کی ہدایت ہمارے لیے مفید ہے۔ جبکہ خدانخواستہ ہم گمراہ ہوں کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ مگر جو چیز خود ہماری ذات پر اور ان لوگوں پر لازم ہے۔ اس میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم بھی تو شامل ہے۔ یعنی جب کچھ لوگ حرام کا ارتکاب کریں تو خواہ وہ کوئی بھی ہوں اور کہیں رہتے ہوں۔ مگر لازم ہے کہ ان سے انتقام لیا جائے۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے لیے اپنا مشعل راہ ہونا کافی ہے اور یہ کہ ہمیں لوگوں سے کیا پڑی؟ اگر سب اہل اطاعت اسی نظریے پر چل پڑیں تو نہ اللہ کی کسی اطاعت پر عمل ہوگا نہ کسی معصیت سے بچاؤ کی صورت ہوگی نتیجہ یہ کہ باطل پرست حق پرستوں پر غالب آ جائیں گے اور یہ دنیا انسانوں کی نہیں بلکہ چوپایوں کی ہو جائے گی۔ بلکہ ان سے بھی بدتر اور گمراہ مخلوق زمین پر اپنی زندگی کے ایام بسر کرتی نظر آئے گی۔

اس لیے فاسقوں پر تسلط رکھو خواہ تمہاری اور ان کی حیثیت کیسی بھی ہو۔ اپنی سچائی سے ان کے باطل کو اور اپنی (علم کی) بینائی سے ان کے (جہالت کے) اندھے پن کو دور کرو کیونکہ اللہ نے فاجر اور بدکاروں کے مقابلے میں نیکوکاروں کو کھلا غلبہ دیا ہے اور ان پر ان کا دبدبہ رکھا ہے۔ خواہ یہ نہ حاکم ہوں نہ رئیس اور جو شخص اپنے ساتھ اور اپنی زبان سے برائی کو روکنے سے عاجز ہو اسے امام (خلیفہ) سے کہنا چاہئے کیونکہ یہ بھی نیکی اور تقویٰ میں تعاون کی ایک صورت ہے۔ اللہ اہل معصیت کے بارے میں فرماتے ہیں۔

أَفَأَمِنَ الَّذِينَ مَكَرُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ يَخْسِفَ اللَّهُ بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ○ أَوْ يَأْخُذَهُمْ فِي تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِينَ ○

ترجمہ: ”جو لوگ بری بری تدبیریں کرتے ہیں کیا ایسے لوگ پھر بھی اس بات سے بے فکر ہیں کہ اللہ ان کو زیر زمین دھنسا دے یا ان پر ایسی طرف سے عذاب آ پڑے جہاں سے ان کو گمان بھی نہ ہو۔ یا ان کو

چلتے پھرتے (کسی آفت میں) پکڑ لے۔ سو یہ لوگ خدا کو ہرگز عاجز نہیں کر سکتے۔"

(سورۃ النحل:۱۶ آیت:۴۵،۴۶)

نعمتِ اسلام کی ناقدری

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ضحاک بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کو تحریر فرمایا۔

"امابعد: اسلام کو اللہ نے اپنے لیے بھی پسند فرمایا ہے اور اپنی مخلوق میں سے ان لوگوں کے لیے بھی جو اس کے نزدیک مکرم ہیں۔ اللہ اس کے سوا کسی دین کو قبول نہیں کرتا اللہ نے اس کو اپنی نازل کردہ کتاب کے ذریعہ عزت بخشی چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَ يَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

ترجمہ: "تحقیق تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک روشن چیز آئی ہے اور ایک کتاب واضح (یعنی قرآن مجید) کہ اس کے ذریعے سے اللہ ایسے لوگوں کو جو رضائے حق کے طالب ہوں۔ سلامتی کی راہیں بتلاتے ہیں اور ان کو اپنی توفیق سے تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے آتے ہیں اور ان کو راہ راست پر قائم رکھتے ہیں۔"

(سورۃ المائدہ:۵ آیت:۱۵،۱۶)

نیز ارشاد ہے:

وَ بِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَ بِالْحَقِّ نَزَلَ ؕ وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا

وَّ نَذِیْرًا ○

ترجمہ: ''اور ہم نے اس قرآن کو راستی ہی کے ساتھ نازل کیا ہے اور وہ راستی کے ساتھ نازل ہو گیا اور ہم نے آپ کو صرف خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔''

(سورۃ بنی اسرائیل:۱۷ آیت:۱۰۵)

پس اللہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب نازل فرمائی اس وقت اے گروہ عرب تمہاری جو حالت تھی وہ تمہیں معلوم ہے۔تم گمراہی و جہالت، مشقت، معاشی تنگدستی اور افتراق و انتشار کا شکار تھے۔تم میں باہمی فتنے عام تھے۔لوگ تم پر دانت پیس رہے تھے اور انہیں دین و دنیا میں تم پر فوقیت حاصل تھی۔ دنیا کی کسی قوم میں جو گمراہی ہو سکتی ہے۔وہ تم میں موجود تھی۔تم میں سے جو زندہ رہتا وہ ضلالت و جہالت کی زندگی بسر کرتا اور جو مرتا وہ سیدھا جہنم میں جاتا۔اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر (تمہاری) پیشانی پکڑ کر تمہیں بت پرستی، باہمی قطع تعلقی، بغض و عداوت اور فتنہ و فساد سے نکالا۔تم میں سے انکار کرنے والوں نے انکار کیا اور جھٹلانے والوں نے جھٹلایا حالانکہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم (ان پر ہزاروں درود و سلام ہوں) کتاب اللہ اور اسلام کی طرف دعوت دے رہے تھے۔پھر گنتی کے چند آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اسلام لائے۔جو زمین میں نہایت کمزور تھے اور جنہیں ہر وقت یہ خطرہ لاحق رہتا تھا کہ لوگ انہیں مار ڈالیں گے۔پھر اللہ نے ان کو ٹھکانا دیا۔اپنی نصرت سے ان کی مدد فرمائی اور ان کو ایسے لوگ

نصیب فرمائے جن کی قسمت میں اللہ نے اسلام لکھا تھا۔ مگر دنیا ان سے سمٹی ہوئی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے کیے ہوئے وعدوں کو تکمیلی مراحل تک پہنچا دیا۔ مگر پھر بھی آپ ﷺ کو جو بھی دیکھتا نہایت مستبعد سمجھتا۔ بجز معدودے چند مومنین کے۔ چنانچہ اللہ نے فرمایا:

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ○

ترجمہ: ''وہ اللہ ایسا ہے کہ اس نے اپنے رسول اللہ ﷺ کو ہدایت کا سامان یعنی قرآن اور دینِ حق (یعنی اسلام) دے کر بھیجا ہے۔ تاکہ اسکو تمام بقیہ ادیان پر غالب کردے گو مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں۔''

(سورۃ الصف، آیت ۹)

نیز مسلمانوں سے وعدہ کرتے ہوئے فرمایا:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِكُوْنَ بِیْ شَیْـًٔا ؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○

ترجمہ: ''(اے مجموعہ امت) تم میں جو لوگ ایمان لاویں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو (اس اتباع کی برکت سے) زمین میں حکومت عطا فرمائے گا۔ جیسا ان سے پہلے (اہل ہدایت) لوگوں کو حکومت دی تھی اور جس دین کو (اللہ نے) ان کے

لیے پسند کیا ہے۔(یعنی اسلام) اس کو ان کے (نفع آخرت) کے لیے قوت دے گا۔اوران کے اس خوف کو امن سے بدل دے گا۔ بشرطیکہ میری عبادت کرتے رہیں اور میرے ساتھ کسی قسم کا شریک نہ کریں۔ جو شخص بعد (ظہور) اس (وعدے) کے ناشکری کرے گا۔یہی لوگ فاسق ہیں۔"

(سورۃ النور:۲۴ آیت:۵۵)

بہر حال اللہ نے اپنے نبی ﷺ اور اہل اسلام سے جو وعدہ فرمایا ہے وہ پورا کر دکھایا۔اے اہل اسلام، تمہیں جو کچھ ملا ہے۔ وہ اس اسلام کی بدولت ہاں صرف اسی کی بدولت ملا ہے۔اسی کی بدولت تم دشمن کے مقابلہ میں کامیابی حاصل کرتے ہو اور اسی کی برکت سے تم قیامت کے دن گواہ بن کر کھڑے ہو گے۔تمہارے واسطے اس کے سوا دنیا و آخرت میں نجات کا کوئی راستہ نہیں۔ نہ اس کے سوا کوئی حجت ہے۔ نہ پناہ کی جگہ، نہ حفاظت اور بچاؤ کا کوئی سامان، جب اللہ نے وہ بہتر سے بہتر دین۔جس کا تم سے وعدہ کیا تھا۔تمہیں عطا کر دیا ہے۔تو موت کے بعد بھی اللہ کے ثواب کی امید رکھو کیونکہ اللہ رَبُّ العزت فرماتے ہیں:

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَ لَا فَسَادًا ؕ وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ○

ترجمہ: "یہ عالم آخرت ہم انہی لوگوں کے لیے خاص کرتے جو دنیا میں نہ بڑا بننا چاہتے تھے اور نہ فساد کرنا اور نیک نتیجہ متقی لوگوں کو ملتا ہے۔"

(سورۃ القصص ۲۸،آیت:۸۳)

میں تمہیں اس قرآن سے اور اس کو چھوڑنے کے وبال سے ڈراتا ہوں کیونکہ اس کے وبال اور اس کی شرائط کو پورا نہ کرنے ہی نے اے امت! تم میں خون ریزی، شہروں کی ویرانی اور جماعتی افتراق جیسے حوادث برپا کیے ہیں دیکھو! جس چیز سے اللہ نے اپنی کتاب میں روکا ہے۔ اس سے باز رہو کیونکہ جو چیز خوف کی سب سے زیادہ مستحق ہے۔ وہ اللہ کی وعید ہے۔ خواہ وہ قول سے ہو یا عمل سے یا اس کے علاوہ کسی اور طریقے سے پس اگر کوئی شخص حکم الٰہی کے موافق بات کرے گا۔ (اور اس پر عمل پیرا ہوگا) تو یہ اس کے لیے بہت ہی خوب ہوگا اور اگر حکم الٰہی کے خلاف کوئی بات کرے گا (اس کا) یہ (طرز عمل اسے) ہلاکت کے راستہ پر ڈال دے گا۔ جس چیز نے مجھے اس خط کی تحریر پر آمادہ کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ مجھ سے ذکر کیا گیا ہے کہ کچھ گنوار لوگ اور کچھ ایسے لوگ جنہیں نئی قوت حاصل ہوئی ہے۔ جن کا ظاہر غیر شائستہ اور جن کا علم احکام الٰہی سے تعلق بہت کم ہے۔ وہ اللہ کے معاملہ میں بہت بڑے دھوکے میں مبتلا ہو گئے ہیں اور انہوں نے اللہ کے انعام و ابتلا کو یکسر فراموش کر دیا ہے مجھے بتایا کہ یہ لوگ مصر اور یمن کے (کافر) قبائل سے جنگی معاہدے کر رہے ہیں۔ انہیں خیال ہے کہ ان (کافر) لوگوں کو دوسرے لوگوں پر فوقیت حاصل ہے۔ سبحان اللہ وبحمدہ۔ یہ لوگ نعمت الٰہی کے شکر سے کس قدر بعید اور ہر قسم کی ہلاکت اور ذلت اور رسوائی سے کس قدر قریب ہیں۔

اللہ ان کو تباہ و برباد کرے یہ کس منزل میں جا کر اترے ہیں۔

اور کس امان سے نکلے ہیں اور کس چیز سے جا کر چپکے ہیں؟ لیکن میں

جانتا ہوں کہ بد بخت اپنی بد نیتی ہی سے بد بخت بنتا ہے۔ اور یہ کہ دوزخ بہر حال بے کار پیدا نہیں کی گئی۔ کیا انہوں نے کتاب اللہ میں اللہ کا ارشاد نہیں سنا؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝

ترجمہ: ''مسلمان تو سب بھائی بھائی ہیں۔ سو اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو تا کہ تم پر رحمت کی جائے۔''

(سورۃ الحجرات:۴۹ آیت:۱۰)

مزید اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ

ترجمہ: ''آج کے دن تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور میں نے تم پر اپنا انعام بھرپور کر دیا اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے پر پسند کر لیا۔''

(سورۃ المائدہ:۵ آیت:۳)

مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ بعض لوگ (غیر اقوام سے) حلف اور معاہدہ کی دعوت دیتے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے حلف سے ممانعت فرمائی ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔ اسلام میں حلف نہیں جو معاہدے جاہلیت میں ہو چکے ہیں۔ اسلام ان کو اور بھی مضبوط کرتا ہے۔ فریقین میں سے ہر ایک اس بات کی اُمید رکھتا تھا کہ دوسرا فریق اس کے ناجائز اور گناہ

آمیز معاہدے کی بھی حفاظت کرے گا۔ جس میں اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی ہو اور جس نے (حلف کے ذریعہ) اسلام کو پس پشت ڈال دیا تو اسلام سے تو نکل ہی گیا۔ میں ہر اس شخص کو جو میرے اس خط کو پڑھے یا سنے اور جسے میرا یہ خط پہنچے اس بات سے ڈراتا ہوں کہ وہ اسلام کے سوا کسی چیز کو قلعہ بنائے یا خدا اور رسول ﷺ اور اہل ایمان کے علاوہ کسی کو پناہ گاہ سمجھے۔ میں بار بار ڈراتا اور بار بار نصیحت کرتا ہوں اور اس ذات کو ان پر گواہ بناتا ہوں جو ہر چوپائے کو اس کی پیشانی سے پکڑے ہوئے ہے اور جو ہر شخص سے اس کی رگ گردن سے زیادہ قریب ہے۔ میں نے اس خط کے ذریعے تمہاری خیر خواہی کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ تاہم (میں آگاہ کر دینا چاہتا ہوں کہ) اگر کسی شخص کے بارے میں مجھے علم ہوا کہ وہ حصول منفعت یا دفع مضرت کے لیے اس قسم کے جاہلی معاہدے کی تحریک کرتا ہے۔ تو خواہ وہ کوئی ہو۔ فرد خاندان یا قبیلہ یا قوم ہو میں اس کی تذلیل کا سب سے زیادہ حریص ہوں گا۔

میرے اس نصیحت نامہ کی طرف جو آپ کے پاس بھیجا جا رہا ہے۔ سب کو دعوت دو کیونکہ یہ ایسی ہدایت (پر مشتمل) ہے جو قرآن و احادیث کے دلائل سے منزہ کی گئی ہے۔ نیز نیک فطرت اور اہل ایمان حضرات کو اپنے پورے زور بیان سے تائید کرنی چاہیے۔ مگر (صد افسوس! مشکل امر یہ ہے کہ) لوگوں کی اکثریت بے علم

اور ناواقفوں کی ہے۔ حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمارے دین، ہماری باہمی الفت اور ہماری آپس کی اصلاح کے معاملہ میں ہماری بہتر کفالت وراہنمائی فرمائے۔ والسلام۔''

(سیرت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ لابن عبدالحکم ص:۹۴)

حمام میں عورتوں کے جانے کی ممانعت

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمارے پاس حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کا فرمان آیا۔ ہمیں پڑھ کر سنایا گیا کہ حمام کے اندر بغیر تہبند کے نہ جانا چاہیے میں نے دیکھا ہے کہ حمام والے کو اور جو شخص برہنہ اندر جاتا تھا۔ اس کو سزا دی جاتی تھی۔ میں نے دیکھا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا فرمان پڑھا تھا کہ مردوں میں سے کوئی شخص حمام بلا تہبند کے نہ داخل ہو اور عورتیں قطعاً نہ جائیں۔

(طبقات ابن سعد: ۳۳۵/۵)

ذمیوں کو دعوتِ اسلام

عبدالرحمٰن بن حسن رحمہ اللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ جب خلیفہ تھے۔ تو عامل خراسان جراح بن عبداللہ بجلی رحمہ اللہ کو لکھا کہ جزیہ ادا کرنے والوں کو اسلام کی دعوت دیں اگر وہ اسلام لائیں تو ان کا اسلام قبول کریں۔ جزیہ موقوف کر دیں۔ ان کے وہی حقوق ہوں گے جو مسلمانوں کے ہیں اور ان پر وہی ذمہ داریاں عائد ہوں گی جو مسلمانوں پر ہیں۔

ذمیوں کا قبول اسلام

شرفائے اہل خراسان میں سے ایک شخص نے ان سے کہا کہ دعوت اسلام کی

ترغیب صرف اس صورت میں ہو سکتی ہے کہ انہیں جزیہ معاف کر دیا جائے لہٰذا آپ فتنہ کے ذریعے ان کا امتحان لیجئے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں فتنہ کی وجہ سے انہیں اسلام سے برگشتہ کر دوں گا وہ لوگ اگر اسلام لائے اور ان کا اسلام اچھا ہوا تو وہ خود ہی تیزی کے ساتھ پاکی کی طرف جائیں گے۔ اُن کے ہاتھ پر تقریباً چار ہزار آدمی اسلام لائے۔

(طبقات ابن سعد: ۵/۳۶۳)

اہل بیت سے محبت

جویریہ بنت اسماء سے مروی ہے کہ میں نے فاطمہ بنت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہا سے سنا کہ انہوں نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کیا۔ ان کے لیے دُعائے رحمت کی اور کہا کہ جس زمانے میں امیر مدینہ تھے میں ان کے پاس گئی۔ انہوں نے ہر پہرے والے اور خواجہ سرا کو میرے پاس سے ہٹا دیا۔ گھر میں سوائے میرے اور ان کے کوئی نہ رہا۔ انہوں نے کہا اے دختر سیدنا علی رضی اللہ عنہ روئے زمین پر کوئی خاندان مجھے تم لوگوں سے زیادہ محبوب نہیں۔ تم لوگ تو مجھے اپنے خاندان سے بھی زیادہ محبوب ہو۔

(طبقات ابن سعد: ۵/۳۶۴)

لہو ولعب سے ممانعت

یہ عجمی ایسی چیزوں سے کھیلتے ہیں جو شیطان نے ان کے لیے خوبصورت بنا دی ہیں۔ تم ان مسلمانوں کو جو تمہارے پاس ہیں۔ سختی سے منع کرو۔ میری جان کی قسم ان کے لیے وقت آ گیا ہے کہ اس کو ترک کر دیں باوجود یکہ کتاب اللہ کو پڑھتے ہیں۔ لہٰذا اس باطل لہو ولعب سے جو گانا ہو یا اس کے مشابہ کوئی اور چیز سختی سے منع کرو۔ اگر باز نہ آئیں تو ان

میں سے جو اس کا ارتکاب کرے اسے اس طرح سزا دو کہ حد سے تجاوز نہ ہو۔

(طبقات ابن سعد: ۳۷۱/۵)

تجدید احیائے دین کا دور

ہم گزشتہ اوراق میں یہ حدیث ذکر کر چکے ہیں۔ جس کو امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''اللہ اس امت پر ہر سو سال بعد ایک شخص بھیجے گا جو دین کے امر کی تجدید کرے گا۔''

(سنن ابی داؤد رقم الحدیث: 4293، مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث: 247،
المستدرک علی الصحیحین للحاکم: 567/4، رقم الحدیث: 8592،
المعجم الاوسط للطبرانی: 323/6م، رقم: 6527،
حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء لابی نعیم اصبہانی: 97/9، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: 208/1)

امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے صفۃ الصفوۃ میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ دینِ اسلام کے پہلے مجدد حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور دینِ اسلام کے دوسرے مجدد امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ ہر طرح سے امامت دین، قیامِ شریعت اور تنفیذِ حق کے اعتبار سے سیدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی مانند ہیں اور ہر طرح اس منصب کے اہل ہیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ ہر اس شخص کے لیے جو شہر وغیرہ کی جامع مسجد میں فقہ و حدیث اور قرآن کی تعلیم دیتا ہو۔ ہر سال کم از کم سو دینار بیت المال سے دیتے تھے اور اپنے عمال کو حکم دیتے تھے کہ وہ احیائے سنت کا خاص طور پر خیال رکھیں۔ وہ اپنے عمال میں حافظ قرآن کو بالعموم ملازم رکھتے تھے۔

(البدایہ والنہایہ لابن کثیر: ۲۸۸/۹)

تمام احکامِ دین کے آئینہ دار تھے

میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے عمال پر نگران بنا کر حکم دیا۔ اگر تیرے پاس میرا کوئی نا مناسب اور ناحق حکم پہنچے تو اس کو زمین پر دے مارنا اور اس پر عملدر آمد نہ کرنا۔ انہوں نے اپنے بعض عمال کو لکھا کہ اگر اللہ نے تمہیں کسی کام کی قدرت عطا کی ہے۔ تو اس خوف وخشیت الٰہی سے وہ کام انجام دینا کہ جس خدا نے تم کو اس کی قدرت دی ہے۔ وہ اس کو چھیننے کی بھی قدرت رکھتا ہے۔ اسلام نے ہمارے لیے سنن وفرائض کے ساتھ شرائع بھی بتائے ہیں۔ جس شخص نے ان کی تکمیل کی اس نے دین کی تکمیل کی اور جس نے ان کی تکمیل نہیں کی۔ اس نے دین کو بھی ادھورا چھوڑ دیا۔ وہ اکثر اپنے عمال کو لکھتے تھے کہ تقویٰ کو ہمیشہ اپنا شعار بنائے رکھو۔ اللہ تقویٰ واخلاص کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں کرتا ہے۔ تقویٰ کے واعظ بہت ہیں اور اس پر عمل کرنے والے بہت کم ہیں۔ وہ کہا کرتے تھے۔ جو شخص اپنی موت کو یاد رکھتا ہے۔ وہ دنیا سے اس حالت میں جاتا ہے کہ گناہوں کا بوجھ اس پر ہلکا ہو جاتا ہے اور جو شخص باتوں سے زیادہ عمل کا خیال رکھتا ہے وہ نیکی کی راہ پر چلتا ہے۔

(البدایہ والنہایہ لابن کثیر: ۹/ ۲۸۴)

جاہلی نوحہ اور بین کی مذمت

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا:

”مجھ سے ذکر کیا گیا ہے کہ بعض احمق اور گنوار عورتیں میت کے انتقال کے موقع پر برسر بازار نکل آتی ہیں۔ ان کے سر کھلے ہوتے ہیں اور جاہلیت کے انداز میں نوحہ کرتی ہیں۔ بخدا! جب سے

عورتوں کو چادریں اوڑھنے (اور پردہ کرنے) کا حکم ہوا ہے۔ ان کو کبھی اجازت نہیں ہوئی کہ اوڑھنی سر سے اتاریں۔ اس لیے اس گھناؤنی حرکت کو سختی سے بند کرو اور پولیس کو حکم دو کہ وہ کسی نوحہ گر کو کسی مکان یا راستے میں نوحہ کرنے کی اجازت نہ دے۔ اللہ نے اہل ایمان کو حکم فرمایا ہے کہ وہ مصیبت کے موقع پر وہ کلمہ کہیں جو ان کے لیے دنیا و آخرت میں خیر ہی خیر کا موجب ہو۔ چنانچہ ارشاد ہے:

الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ○

ترجمہ: ”وہ لوگ (جن کی عادت یہ ہے کہ) ان پر جب کوئی مصیبت پڑتی ہے۔ تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو (مع اولاد حقیقتاً) اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں اور ہم (سب دنیا سے) اللہ ہی کے پاس جانے والے ہیں۔ ان لوگوں پر (جدا جدا) خاص خاص رحمتیں بھی ان کے پروردگار کی طرف سے ہوں گی اور (سب پر بالاشتراک) عام رحمت بھی ہوگی اور یہی لوگ ہیں جن کی (حقیقت حال تک) رسائی ہوگئی۔“

(سورۃ البقرۃ: ۲ آیت ۱۵۶، ۱۵۷)

(سیرت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن عبدالحکم ص: ۹۴۔۹۵)

طریقہ اصلاح

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ جس شخص کی اصلاح ظلم کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ میری بلا سے اس کی اصلاح نہ ہو۔ واللہ میں اپنا دین برباد کر کے لوگوں کی

اصلاح کے درپے نہیں ہوں گا۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ لابن عبد الحکم ص:۱۱۲)

کمال ایمان کا معیار

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کا ارشاد ہے کہ اسلام کی کچھ حدود ہیں۔ کچھ احکام اور کچھ سنتیں جس نے ان سب پر عمل کیا اس نے اپنا ایمان کامل کر لیا اور جس نے عمل نہیں کیا اس کا ایمان نامکمل رہا۔ پس اگر میں زندہ رہا تو تمہیں ان کی تعلیم بھی دوں گا اور ان پر عمل بھی کراؤں گا اور اگر میرا وقت موعود آ پہنچا تو میں تمہاری صحبت کا حریص نہیں ہوں۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ لابن عبد الحکم ص:۱۱۵)

کتاب وسنت کی پابندی

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ خلیفہ ہوئے تو آپ نے تمام مسلمانوں کے نام مندرجہ ذیل جلد از جلد فرمان جاری کیا۔

> "اما بعد! میں تمہیں اللہ کا خوف اختیار کرنے اس کی کتاب کو لازم پکڑنے اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت وطریقہ کی اقتداء کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ کیونکہ اللہ نے وہ تمام امور بیان فرما دیئے ہیں۔ جو تمہیں کرنے ہیں اور جن سے تمہیں پرہیز کرنا ہے۔ اللہ نے تاکیدی احکام کے ذریعہ تمہارا عذر زائل کر دیا اور تم پر حجت پوری کر دی جب کہ اس نے تم پر وہ کتاب محفوظ نازل فرمائی۔ جس کی شان یہ ہے: باطل نہ اس کے آگے سے راہ پا سکتا ہے نہ پیچھے سے۔ وہ حکیم حمید کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ پاک ہے:

وَ بِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَ بِالْحَقِّ نَزَلَ وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ○

ترجمہ: ''اور ہم نے اس قرآن کو راستی ہی کے ساتھ نازل کیا ہے اور وہ راستی کے ساتھ نازل ہو گیا اور ہم نے آپ کو خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔''

(سورۃ بنی اسرائیل: ۱۷ آیت: ۱۰۵)

پس اس کے فرائض کو قائم کرو۔ اس کے سنن کی پیروی کرو۔ اس کے محکم پر عمل کرو۔ اس پر اپنے نفسوں کو جمائے رکھو اور اس کی متشابہات پر ایمان لاؤ کیونکہ اللہ نے اس میں جو کچھ تمہیں سکھانا تھا۔ سکھا دیا۔ (ذرا نزول قرآن سے پہلے دور پر غور کرو) اس وقت (زمانہ جاہلیت میں) تمہارے پہلوؤں کی حالت کیا تھی؟ ان کی شان و شوکت سارے انسانوں سے کم تھی۔ اُن کی قوت سب سے کمزور تھی۔ ان کا اختلاف و افتراق سب سے شدید تھا۔ وہ دنیا بھر کی تمام قوموں میں سے سب سے زیادہ ذلیل و حقیر تھے۔ یہ تو ان کی دنیوی حالت تھی اور ان کی دینی حالت یہ تھی کہ اللہ کی جانب سے انہیں ہدایت کا ایک شمہ بھی نصیب نہیں تھا۔ جس کے ذریعہ وہ اللہ کی طرف رجوع کر سکیں مزید برآں یہ کہ دنیا، دنیا کے اسباب و اموال، دنیوی تعداد اور جمعیت اور اس کی شان و شوکت یہ سب کچھ نصیب اغیار تھا۔

پھر جب اللہ نے اپنی کتاب اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ان کی عزت و تکریم کا ارادہ کیا تو ان کی طرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے

ساتھ مبعوث فرمایا۔ جو اس کے خاص بندے عظیم الشان رسول اور بشیر و نذیر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی خیر اور بھلائی کی خوشخبری دی جس سے بہتر خیر کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شر سے ڈرایا جس سے بدتر کوئی شر نہیں اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرن ہا قرن سے اس مقصد کے لیے مؤخر (کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری زمانہ میں مبعوث) فرمایا انبیائے سابقین کی زبان سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم مبارک کا اعلان کرایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں انبیاء کرام کی پوری جماعت سے عہد و پیمان لیا۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ ؕ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ○

ترجمہ: ”اور جبکہ اللہ نے عہد لیا انبیاء سے کہ جو کچھ میں تم کو کتاب اور علم دوں پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آئے جو مصدق ہو اس کا جو تمہارے پاس ہے۔ تو تم ضرور اس رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر اعتقاد بھی لانا اور اس کی طرف داری بھی کرنا فرمایا کہ آیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا عہد قبول کیا؟ وہ بولے: ہم نے اقرار کیا ارشاد فرمایا: تو گواہ رہنا اور میں اس پر تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔“

(سورۃ آل عمران: ۳ آیت: ۸۱)

پس یہ شرف اللہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری زمانہ میں عطا فرمایا

جبکہ اپنے فضل و کرم سے آپ ﷺ کو رحمت للعالمین داعی الی اللہ اور سراج منیر ﷺ بنا کر بھیجا اور اپنے تمام پسندیدہ افعال کو اپنی کتاب محکم میں واضح فرما دیا۔ پس (اللہ نے آپ ﷺ کے ذریعے) جس چیز کو حلال ٹھہرایا وہ قیامت تک حلال رہے گی اور جس چیز کو حرام ٹھہرایا وہ قیامت تک حرام ہی رہے گی۔ اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو سنن و آداب کی تعلیم فرمائی آپ ﷺ نے ان کو خوب سمجھا اور اپنی امت کے سامنے ان پر عمل کر کے دکھایا۔ چنانچہ آپ نے نمازیں پڑھ کر دکھائیں جس طرح کہ اللہ نے آپ ﷺ کو ان کا حکم دیا تھا اور آپ ﷺ نے نماز کے اوقات کی تعلیم فرمائی جو آپ ﷺ کے لیے اللہ نے مقرر فرمائے تھے۔

چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ۖ إِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا ۝

ترجمہ: ''آفتاب ڈھلنے کے بعد سے رات کے اندھیرا ہونے تک نمازیں ادا کیجئے اور صبح کی نماز بھی بیشک صبح کی نماز حاضر ہونے کا وقت ہے۔''

(سورۃ بنی اسرائیل: ۱۷ آیت: ۷۸)

''دلوک شمس'' سے مراد دوپہر کے بعد سورج کا ڈھلنا ہے۔ اس آیت میں اللہ نے نماز ظہر، نماز عصر اور مغرب کا وقت بیان فرمایا ہے اور ایک دوسری آیت میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ۖ مِنْ قَبْلِ

صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ۚ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ۚ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ۚ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۚ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○

ترجمہ: ''اے ایمان والو! تمہارے مملوکوں کو اور تم میں جو حد بلوغ کو نہیں پہنچے ان کو تین وقتوں میں اجازت لینا چاہیے نماز صبح سے پہلے اور جب دوپہر کو کپڑے اتار دیا کرتے ہو اور نماز عشاء کے بعد۔ یہ تین وقت تمہارے پردے کے اوقات ہیں۔ ان اوقات کے علاوہ نہ تم پر کوئی تنگی ہے، اور نہ ان پر۔ ان کا تمہارے پاس آنا جانا لگا رہتا ہے تمہارا بھی ایک دوسرے کے پاس۔ اللہ اس طرح آیتوں کو تمہارے سامنے کھول کھول کر بیان کرتا ہے اور اللہ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں۔''

(سورۃ النور ۲۴ آیت: ۵۸)

بہر حال مجموعی طور پر ان پانچوں نمازوں کو قرآن نے بیان کر دیا اور اس کی تفصیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمائی۔ حکم خداوندی کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سونے چاندی، غلوں، پھلوں اور مویشیوں پر زکوۃ مقرر کی اور اس کے مصارف بیان فرمائے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِى الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِيْنَ وَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

وَابْنِ السَّبِيلِ ۖ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝

ترجمہ: ''رہے صدقات تو صرف حق ہے۔ غریبوں کا اور محتاجوں کا اور جو کارکن ان صدقات پر متعین ہیں۔ ان کا اور جن کی دلجوئی کرنا (منظور) ہے ان کو دینے میں اور (غلاموں کی) گردنیں چھڑانے میں اور قرضداروں کے قرضے ادا کرنے میں اور جہاد میں اور مسافروں (کی امداد) میں صرف کیے جاتے ہیں) یہ اللہ کی طرف سے مقرر کردہ فریضہ ہے اور اللہ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں۔''

(سورۃ التوبۃ:۹ آیت:۶۰)

چنانچہ زکوٰۃ جب لی جائے تو لینے کا دستور اور جب تقسیم کی جائے تو تقسیم کا دستور طے ہو گیا۔ پھر جزیرہ عرب میں مسلمانوں نے اس پر عمل کیا، یہاں تک کہ تمام مسلمانوں نے (کم از کم) ان میں سے اہل عقل و دانش نے نظامِ زکوٰۃ کو اچھی طرح سمجھ لیا۔

پھر متعدد بار رسول اللہ ﷺ جہاد کے لیے بہ نفسِ نفیس تشریف لے گئے اور جہاد کیلئے لشکر اور دستے بھی روانہ فرمائے۔ رسول اللہ ﷺ جب جہاد میں خود موجود ہوتے تو مال غنیمت خود تقسیم فرماتے ورنہ امراء لشکر کو حکم فرماتے کہ جو مال غنیمت حق تعالیٰ عطا فرمائیں وہ اس قانون کے مطابق تقسیم کیا جائے جو اللہ نے بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ

السَّبِيْلِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَ مَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○

ترجمہ: ''اور اس بات کو جان لو کہ جو شے بطور غنیمت تم کو حاصل ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ کُل کا پانچواں حصہ اللہ کا ہے اور اس کے رسول اللہ ﷺ کا ہے اور آپ ﷺ کے قرابت داروں کا ہے اور یتیموں کا ہے اور غریبوں کا ہے اور مسافروں کا ہے۔ اگر تم اللہ پر یقین رکھتے ہو اور اس چیز پر جس کو ہم نے اپنے بندہ پر فیصلہ کے دن جس دن کہ دونوں جماعتیں باہم مقابل ہوئیں تھیں نازل فرمایا تھا اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔''

(سورۃ الانفال: ۸، آیت ۴۱)

پھر اللہ نے آپ ﷺ کو حج کا حکم فرمایا چنانچہ ارشاد ہے:

وَ اَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ○ لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَ يَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ○ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَ لْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَ لْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ○

ترجمہ: ''اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دو۔ لوگ تمہارے پاس چلے آئیں گے۔ پیادہ بھی اور دبلی اُونٹنیوں پر بھی جو کہ دور دراز کے راستوں سے پہنچی ہوں گی۔ تا کہ اپنے فوائد کے لیے موجود ہوں اور تا کہ ایام

مقررہ میں ان مخصوص چوپایوں پر اللہ کا نام لیں جو خدا نے ان کو عطا کیے ہیں۔ سو ان جانوروں میں سے تم بھی کھایا کرو اور مصیبت زدہ محتاج کو بھی کھلایا کرو۔ پھر لوگوں کو چاہیے کہ اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنے واجبات کو پورا کریں اور اس مامون گھر کا طواف کریں۔''

(سورۃ الحج:۲۲ آیت:۲۷،۲۹)

پھر اللہ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سی بستیوں کے مال بطور فئے عطا فرمائے جن پر مسلمانوں کو نہ گھوڑے دوڑانے کی ضرورت ہوئی نہ اونٹ دوڑانے کی (بغیر قتل وقتال کے اللہ نے ان پر فتح عطا فرمائی اسی مال کو فئے کہا جاتا ہے) ان کے بارے میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ جو کہ بعد میں فتح ہونے والی بستیوں کے لیے قانونِ عام کی حیثیت رکھتا ہے۔

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

ترجمہ: ''اور جو کچھ اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے دلوایا سو تم نے اس پر نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ لیکن اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہے مسلط فرما دیتا ہے اور اللہ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے۔''

(سورۃ الحشر ۵۹ آیت:۶)

نیز ارشاد فرمایا:

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَيْ لَا

يَكُوْنَ دُوْلَةً ۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ○

ترجمہ: ''جو کچھ اللہ اپنے رسول ﷺ کو دوسری بستیوں کے لوگوں سے دلوا دے اور اللہ کا حق ہے۔ اور رسول ﷺ کا اور قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور غریبوں کا اور مسافروں کا تا کہ وہ تمہارے تونگروں کے قبضے میں نہ آ جائے اور رسول ﷺ تم کو جو کچھ دیدیا کریں۔ وہ لے لیا کرو اور جس چیز سے تم کو روک دیں تم رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ سخت سزا دینے والا۔''

(سورۃ الحشر ۵۹: آیت: ۷)

پھر آئندہ آیات میں ان مسلمانوں کا ذکر فرمایا جو اس کے حقدار ہیں۔ پس کوئی ایسا شخص نہیں جس کا حصہ مال فے میں ہو اور وہ ان آیات میں مذکور نہ ہو۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ○

ترجمہ: ''ان حاجت مند مہاجرین کا حق ہے۔ جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے جدا کر دیئے گئے۔ وہ اللہ کے فضل اور رضا مندی کے طالب ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مدد کرتے ہیں۔ یہی سچے لوگ ہیں۔''

(سورۃ الحشر ۵۹: آیت: ۹)

اس مندرجہ بالا آیت کا مصداق وہ حضرات ہیں۔ جو اپنے گھر اور وطن سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے اس میں انصار داخل نہیں۔

چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۭ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○

''اور ان لوگوں کا جو دار الاسلام میں اور ایمان میں ان سے قبل قرار پکڑے ہوئے ہیں جو ان کے پاس ہجرت کر کے آتا ہے۔ اس سے یہ لوگ محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ ملتا ہے۔ اس سے اپنے دلوں میں کوئی حسد نہیں کرتے اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں۔ اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو اور جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جائے ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔''

(سورۃ الحشر ۵۹: آیت: ۹)

اس آیت کا مصداق مدینہ طیبہ کے انصار ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت انہی کی طرف ہوئی تھی۔ ان دونوں قسموں کے بعد جتنے مسلمان باقی رہ گئے۔ جن کا مال فئے میں کچھ بھی حصہ تھا۔ ان سب کو تیسری آیت میں جمع کر دیا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاۗءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○

ترجمہ: ''اور ان لوگوں کا جو ان کے بعد آئے۔ جو دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دیجئے۔ اے ہمارے ربّ آپ بڑے شفیق رحیم ہیں۔''

(سورۃ الحشر ۵۹: آیت: ۱۰)

اس آیت کا مصداق باقی ماندہ تمام مسلمان ہیں۔ جو ہجرت اولیٰ کے بعد اسلام میں داخل ہوئے اور قیامت تک داخل ہوں گے۔

پس اللہ نے جس کتاب کی تمہیں تعلیم دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو سنتیں جاری فرمائیں ان میں دین و دنیا کی کسی ضرورت کو ادھورا نہیں چھوڑا گیا۔ یہ اللہ کا عظیم الشان انعام ہے۔ جس پر اللہ کا شکر واجب ہے کہ اس نے تمہیں ہدایت فرمائی اور تمہیں وہ چیزیں سکھائیں جن کا تم ادراک نہیں رکھتے تھے۔ اس لیے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کوئی اختیار اور کوئی رائے نہیں سوائے اس کے کہ ان کو نافذ کیا جائے اور اس کے لیے محنت کی جائے البتہ وہ نئے نئے امور جن میں ارباب اقتدار اور حکام کو ابتلاء پیش آتی ہے اور جن میں قرآن وسنت نے کوئی فیصلہ نہیں دیا ان کے بارے میں مسلمانوں کے سربراہ سے پیش قدمی نہ کی جائے۔ نہ اس سے بالا ان امور میں فیصلہ دیا جائے بلکہ ماتحت حکام کا فرض ہے کہ وہ ایسے امور سربراہ مملکت کے سامنے پیش کریں۔ اور جو فیصلہ بھی وہ کر دے اسے برضا ورغبت تسلیم کریں۔

میرا جی چاہا کہ میں اس خط میں تمہیں تمہاری قبل از سلام کی حالت یاد دلاؤں کہ کتاب وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزول سے پہلے تم کس قدر گمراہی میں ضلالت اور تنگی عیش میں گرفتار تھے اور اسلام کی برکت سے اللہ نے ان کے بجائے تمہیں کیسی عزت ونصرت، امن و عافیت اور اتفاق و اتحاد سے سرفراز فرمایا۔ جو ساز و سامان دوسری اقوام کے ہاتھوں میں تھا۔ وہ ان سے چھین کر تمہیں دیدیا۔ محض اپنی قوت کے بل بوتے پر تم یہ سب کچھ نہیں چھین سکتے تھے۔ اللہ نے اہل ایمان سے مشروط وعدہ کیا تھا کہ جب وہ شرط پوری کریں گے تو ان کو انعامات سے نوازا جائے گا۔ اللہ نے اپنی شرط پوری کر دی ہے (اور وہ ساری نعمتیں، جن کا وعدہ فرمایا تھا، عطا کر دی ہیں) اور جس شرط کے پورا کرنے کا تم سے وعدہ لیا تھا۔ اللہ اس پر مواخذہ فرمائے گا۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○

ترجمہ: ''(اے مجموعہ امت) تم میں جو لوگ ایمان لاویں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو (اس اتباع کی برکت سے) زمین میں حکومت عطا فرمائے گا۔ جیسا ان سے پہلے (اہل ہدایت) لوگوں کو حکومت دی تھی اور جس دین کو (اللہ نے) ان کے لیے پسند

کیا ہے۔ (یعنی اسلام اس کو ان کے (نفع آخرت) کے لیے قوت دے گا۔ اور ان کے اس خوف کو مبدل بہ امن کر دے گا۔ بشرطیکہ میری عبادت کرتے رہیں اور میرے ساتھ کسی قسم کا شریک نہ کریں۔ جو شخص بعد (ظہور) اس (وعدے) کے ناشکری کرے گا۔ یہی لوگ فاسق ہیں۔"

(سورۃ النور: ۲۴ آیت: ۵۵)

دیکھو! اللہ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے اور اس کے دین کو نافذ کرنے کا جو وعدہ تمہاری گردن پر ہے۔ اب تمہیں وہ پورا کرنا ہے اور اگر کوئی ناشکرا اللہ کی نعمت کی ناشکری کرے گا۔ یا اس کے احسانات کو بھول جائے گا وہ اپنے آپ کو اللہ کے نزدیک ذلیل اور بے قدر پائے گا اور زندگی بھر ہمیشہ ایسے مصائب و آفات میں مبتلا رہے گا۔ جن (کے برداشت کرنے) کی طاقت اسے نہیں ہوگی۔

میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ جو لوگ میرے معاملات میں ناواقف ہیں۔ ان کو آگاہ کر دیا جائے کہ میں کس روش پر قائم ہوں۔ میں آج کی صحبت میں اس پر گفتگو نہیں کرنا چاہتا تھا۔ پھر مجھے یہ خیال ہوا کہ چونکہ یہ امر خلافت میرے پاس پہنچ چکا ہے۔ اس لیے اس موضوع پر قدرے روشنی ڈال دینا ہمارے اس معاملہ کے آغاز و انجام کے لیے انشاء اللہ مفید رہے گا۔

بحمد اللہ مجھے اللہ کی جانب سے کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور گزشتہ خلفاء کے طریقہ کار کا کچھ علم ہے۔ مجھے اس کی تعلیم ان افراد نے دی جن کا مشغلہ اس کے سوا کچھ نہیں تھا اور میرا مشغلہ بھی

یہی تھا۔ اللہ نے جتنا علم میرے لیے مقدر فرمایا تھا خواہ اس پر عمل کی توفیق ہوئی یا اس میں کوتاہ کار رہا۔ بہر حال میں اس میں مبتلا ہوا اگر میں نے کوئی خیر کی بات سیکھی ہے۔ تو اللہ کی توفیق و ہدایت سے اور اللہ ہی سے اس میں برکت کی دعا کرتا ہوں اور خیر کے ماسواء میرے یہاں گناہوں کا جو روگ پایا جاتا ہے۔ اس کے لیے اللہ رب العزت سے بخشش اور عفو و درگزر کی التجا کرتا ہوں بخدا حکومت و سلطنت کا جس قدر علم مجھے حاصل ہوتا گیا اسی قدر مجھے اس سے خوف اور اندیشہ لاحق ہوتا رہا اور میں اس عظیم بارِ گراں کے تصور سے کانپ جاتا تھا۔ بالآخر تقدیر الٰہی سے یہ قرعہ میرے نام نکلا اور تقدیر الٰہی سے جو ہونا تھا۔ وہ تو خیر ہو کر رہا مگر واقعہ یہ ہے کہ اس کی گرانی کو میں نے کبھی اتنی شدت کے ساتھ محسوس نہیں کیا جتنا کہ اب تجربہ کے بعد محسوس ہوئی۔ بہر حال اللہ میرا، میرے مددگاروں کا اور ان تمام لوگوں کا جنہوں نے اپنا معاملہ میرے سپرد کیا ہے۔ انجام بخیر فرمائے۔ ان کے معاملات کی اصلاح فرمائے۔ ان کے شیرازہ کو جمع رکھے اور مجھ پر اور ان پر اپنی وہ نعمتیں نازل فرمائے جن تک میری دعا پہنچ سکتی ہے۔ میری اس کوشش سے اگر عام رعایا کی حالت درست رہے۔ ان کے حقوق ادا ہوتے رہیں اور ان کے خطا کاروں سے درگزر ہوتی رہے۔ تو اس سلسلہ میں میرا ثواب اور میری جزاء اللہ ہی کے پاس ہے۔

اللہ پاک کا بے حد شکر ہے کہ اس نے یہ دولت، دنیا ہی میں عطا کر دی ہے۔ مسلمانوں کا شیرازہ متحد ہے ان کے آپس کے معاملات

درست ہیں۔ رزق کی فراوانی ہے۔ دشمنوں کے مقابلہ میں نصرت و مدد اور عمدہ کفایت حاصل ہے۔ اللہ نے ہر علاقے کے مسلمانوں کو اپنے اپنے علاقے میں غنی کر دیا ہے۔ ان کو کشادہ رزق عطا فرمایا ہے اور اللہ کے رزق و انعام کی بدولت یہ حالت ہے کہ ہر علاقے کے مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ تمام علاقوں سے ہمارا علاقہ خوش بخت اور خوشحال ہے۔ اب اگر آپ افراد اس پر اللہ کا شکر ادا کریں اور اس کے فضل و احسان کی قدر کریں تو مجھے اس کی بے حد حرص ہے اور یہ میری سب سے محبوب تمنا ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ میں اس کے لیے کتنی دعائیں کرتا ہوں اور اس کی کتنی حرص کا اظہار کرتا ہوں اور اگر کوئی جاہل اس شکر سے ناواقف ہے۔ یا اس کی عقل اس سے قاصر ہے تو (اسکی آگاہی کے لیے کہنا چاہتا ہوں کہ) میں جس چیز کا حریص ہوں وہ یہ ہے کہ تمہیں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر چلاؤں کہ یہی دنیا میں میری حجت ہے اور یہی موت کے بعد میرا منتہائے مقصود ہے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر تمہیں چلانے کا جو عزم کر چکا ہوں۔ اس سلسلہ میں تمہارے دلوں میں اشتباہ باقی نہیں رہنا چاہیے۔

اور اس کے ماسوا وہ امور جو انسانی رائے کے اختراع کردہ ہیں؟ (سو میں ایک لحہ کے لیے بھی ان پر عمل کرنے کے لیے تیار نہیں کیونکہ) بخدا اگر مجھے تمہارے (معاملات) میں اس پر (یعنی کتاب و سنت پر) عمل نہ کرنا ہوتا تو تم پر کبھی حاکم نہ بنتا۔ اور اگر تم اس پر عمل کرو تو دنیا کا جاہ و منصب جو مجھے حاصل ہے۔ یہ اگر حقیر و مبغوض ترین

آدمی کو مل جائے تو میں اسے حاصل کرنے کی کوشش نہ کروں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ اسی کو اپنے دین کی حفاظت کا ذریعہ بنائے اور اگر یہی منصب کسی ایسے آدمی کو مل جائے (جس کے بارے میں یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالف عمل پیرا ہوگا۔ تو ایسے شخص کے لیے بڑے سے بڑے منصب حتیٰ کہ دنیا و مافیہا کا حصول بھی میرے نزدیک نا قابل رشک نا باعث شرافت ہے اور نہ ہی اس کو مقام و مرتبہ کا حامل سمجھتا ہوں۔ اب جو شخص میرے دل کی بات پوچھنا اور اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاملے میں میرا منتہائے مقصود دریافت کرنا چاہتا ہے تو میں جو میرے دل میں ہے اور جو اہم مقصد میرے پیش نظر ہے وہ یہ ہے کہ تم کتاب اللہ اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی پیروی کرو اور ان تمام امور سے اجتناب کرو۔ جن کی طرف نفسانی خواہشات کھینچ کر لے جاتے ہیں۔ جو شخص عملی زندگی میں کتاب و سنت کو چھوڑ دیتا ہے۔ اسے دنیا و آخرت میں کبھی عزت اور سر بلندی نصیب نہ ہوگی جن لوگوں کے سامنے میرے اس خط کا ذکر آئے انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ بخدا یہ بات مجھے زیادہ محبوب ہوگی کہ میں سب سے پہلے مر جاؤں۔ بہ نسبت اس کے کہ میں لوگوں کو ان کے رب کی کتاب اور ان کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے علاوہ کسی اور چیز پر عمل کرنے کی اجازت دوں لوگ جئیں تو اس پر جئیں اور مریں تو اس پر مریں میں چاہتا ہوں کہ کتاب وسنت کے اتباع کے حرص و اشتیاق پر میرا خاتمہ ہو۔ میرے نزدیک ایسے شخص کا تلف ہو جانا یا غمزدہ ہونا نہایت معمولی

چیز ہے۔ جس سے کتاب وسنت کی خلاف ورزی کی ذرا بھی توقع کی جائے یہی چیز تو ہے جس نے ہمیں پستی سے بلندی، بے قدری سے قدر ومنزلت اور ذلت سے عزت بخشی۔ معاذ اللہ! کہ اب ہم اس کے بدلے کسی اور چیز کو قبول کریں۔ معاذ اللہ! کہ ہم اس کی پناہ کو چھوڑ کر کسی اور کی پناہ میں آئیں۔ جب تم اپنی مجلسوں میں گفتگو کرو یا ایک آدمی اپنے بھائی سے تنہائی میں بات چیت کرے تو صرف اسی چیز کا مذاکرہ ہونا چاہیے۔ جس کی میں نے تمہیں ترغیب دی ہے۔ یعنی کتاب وسنت کا احیاء اور ان کے ماسوا کا ترک، کیونکہ حق کے بعد صرف باطل ہے۔ بینائی کے بعد اندھا پن ہے لوگوں کو ہدایت کے بعد گمراہی سے بینائی کے بعد اندھا پن سے ڈرنا چاہیے کیونکہ صالح علیہ السلام کی قوم کے بارے اللہ فرماتے ہیں:

وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○

ترجمہ: ”اور جو اہل ثمود تھے۔ سو ہم نے ان کو راستہ دکھایا تھا۔ مگر انہوں نے ہدایت پر اندھے پن کو ترجیح دی چنانچہ ان کی بداعمالیوں کی بدولت ان کو ذلت کے عذاب کی کڑک نے آدبوچا۔“

(سورۃ حٰم السجدۃ ۴۱ آیت: ۱۷)

پس جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے۔ اس کی پیروی کرو۔ جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے۔ ان سے پرہیز کرو اور اپنی ذات (اور اس کی دنیاوی شان وشوکت) کو میرے سامنے پیش نہ کرو کیونکہ الحمد للہ اس کے سوا میرے لیے مسرت کا کوئی سامان نہیں۔ بخدا! تم میں سے جو

شخص کتاب و سنت کی خلاف ورزی کرتا ہو اسے ذہن میں یہ بات ضرور رکھنی چاہیے کہ جس شخص کو تمہاری دنیا کی کوئی حاجت نہ ہو جو تمہارے دینی انحراف کو برداشت کرنے کی ہمت نہ رکھتا ہو اور جس کے لیے بے مقصد چیزوں میں تمہارا جھگڑنا ناقابل برداشت ہو وہ ایسے شخص کی خون ریزی میں نہایت جری ہوگا۔ جو کتاب اللہ سے انحراف اور دین سے کنارہ کشی کرے اور جو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو پس پشت ڈال دے۔ یہ میرے عزائم کا کچھ حصہ ہے۔ جو میں نے تمہارے سامنے واضح کر دیا۔ میں فوج اور فوج کے سربراہوں سے کہتا ہوں کہ بخدا! تمہیں ناپسندیدہ روش ترک کرنی ہوگی اور بہترین مواعظ اور نصائح پر عمل درآمد کرنا ہوگا۔ انشاء اللہ میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اپنی رحمت اور اپنے وسیع فضل کے صدقے ہدایت والوں میں اضافہ فرمائے گا اور گنہگاروں کو عافیت دے کر توبہ کی توفیق بخشے اور جو شخص اس کی کتاب اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی مخالفت کا ارادہ رکھتا ہو۔ اس کے بارے بہت جلد ایسا فیصلہ فرمائے جو اسے ٹھکانے لگا دے۔ یقیناً وہ اس پر قادر ہے اور میں اسی کی طرف التجا کرتا ہوں اور یہ کہ عامۃ الناس کا انجام، بخیر کرے اور بدکاری کے گناہ میں ہمیں نہ پکڑے۔"

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن عبد الحکم ص: ۱۲۲ تا ۱۳۳)

شادی بیاہ میں سارنگی کی ممانعت مگر دف کی اجازت

یزید بن ابی حبیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ

کی خدمت میں لکھا کہ شادی بیاہ میں جو دف اور سارنگی وغیرہ بجائی جاتی ہیں۔ اس کا کیا حکم ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا جو لوگ سارنگیاں بجاتے ہیں انہیں تو منع کر دو۔ البتہ جو لوگ دف بجاتے ہیں۔ انہیں بجانے دو کیونکہ اس سے نکاح و سفاح (حرام کاری) کے درمیان امتیاز ہو جاتا ہے۔ (نکاح کی صحت کے لیے اعلان ضروری ہے وہ دف کی آواز سے خوب اچھی طرح ہو جاتا ہے۔ اس لیے دف شرعاً جائز ہے۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن عبد الحکم ص: ۱۳۶)

ایک بدعت کی اصلاح

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا:

''بہر حال مجموعی طور پر اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود اور مومن مردوں اور عورتوں کے لیے دعا کا حکم فرمایا ہے۔ میرے علم میں یہ بات آئی ہے کہ بعض واعظوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مومنین کے لیے درود وسلام کے بجائے امراء و خلفاء پر درود پڑھنے کی بدعت ایجاد کر لی ہے۔ جب میرا یہ خط تمہیں پہنچے تو فوراً اپنے واعظوں سے کہو کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھا کریں اور اپنی دعاؤں اور وعظ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام کو لازم پڑھنا چاہیے۔''

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن عبد الحکم ص: ۷۶)

بدعت کا استیصال

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک تقریر میں کہا کہ ہر وہ بدعت جسے اللہ میرے ہاتھ پر میرے گوشت کے ٹکڑے کے عوض مردہ کر دے اور ہر وہ سنت جسے اللہ

میرے ہاتھ پر قائم کر دے یہاں تک کہ اس کا انجام جان پر ہو تو میرے لیے یہ آسان ہے۔

(طبقات ابن سعد: ۳۲۲/۵)

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے کے فقہاء

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے کے فقہاء کے چند اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

''خارجہ بن یزید بن ثابت، یحییٰ بن عبد الرحمٰن بن حاطب ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن، سالم بن عبد اللہ بن عمر قاسم بن محمد بن ابی بکر عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود، محمد بن کعب القرظی عاصم بن عمر بن قتادہ، نافع مولیٰ عبد اللہ بن عمر، سعید بن یسار، محمد بن ابراہیم بن الحارث التیمی، عبد اللہ بن دینار، محمد بن مسلم بن شہاب الزہری، عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو، عطاء بن ابی رباح، مجاہد بن جبیر، عکرمہ مولیٰ عبد اللہ بن عباس، عامر بن شراحیل الشعبی، سالم بن ابی الجعد، حبیب بن ابی ثابت، عبد الملک بن میسرہ الہلالی، ابو اسحاق السبیعی، الحسن بن ابی الحسن البصری، محمد بن سیرین، ابو قلابہ عبد اللہ بن زید، متورق العجلی، عبد الملک بن لیلیٰ اللیثی، زید بن نوفل، علقمہ بن عبد اللہ المزنی، ابو حازم رجاء بن حیوۃ، مکحول الدمشقی، راشد بن سعد، المقری سلیمان بن حبیب المحاربی، میمون بن مہران، یزید بن الاعم، ابو قبیل المعافری، طاؤس الیمانی۔''

(تاریخ الیعقوبی: ۵۰۲/۲)

تدوین حدیث

قرآن مجید کے بعد اسلام کے احکام، اسلام کی تعلیم اور اسلام کے اخلاق کا مجموعہ صرف وہ کلمات طیبہ ہیں۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے سے پہلے وہ صرف صحابہ کرام اور تابعین عظام کے سینوں میں محفوظ تھے۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطأ امام مالک اور احادیث کی دوسری کتابیں جو احادیث صحیحہ کا بہترین مجموعہ ہیں۔ اس وقت تک وجود میں نہیں آئی تھیں اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرف توجہ نہ کی ہوتی تو علم حدیث کا یہ ذخیرہ وجود میں نہ آتا لیکن انہوں نے دیکھا کہ انقضائے زمانہ کے ساتھ علماء کا گروہ روز بروز اٹھتا جا رہا ہے اور اس کے ساتھ علوم شرعیہ کے مٹ جانے کا بھی اندیشہ ہے۔ اس لیے انہوں نے قاضی ابو بکر بن حزم رحمۃ اللہ علیہ کو جو ان کی طرف سے مدینہ کے گورنر تھے لکھا:

> "احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اکٹھا کر کے لکھواؤ کیونکہ مجھے علم کے مٹنے اور علماء کے ختم ہونے کا خوف معلوم ہوتا ہے اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث قبول کی جائیں۔"

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ اصبہان سے ایک روایت نقل کی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم صرف مدینہ اور مدینہ کے گورنر کے ساتھ مخصوص نہ تھا۔ بلکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تمام صوبوں کے گورنروں کے پاس اسی قسم کا فرمان بھیجا تھا۔ بہر حال اس حکم کی تعمیل کی گئی اور جمع شدہ احادیث کے متعلق مجموعے تیار کرا کے تمام ممالک محروسہ میں تقسیم کیے گئے۔ امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے جامع بیان العلم میں سعد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت نقل کی ہے۔

"ہم کو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جمع حدیث کا حکم دیا اور ہم نے کتاب

کی شکل میں احادیث کا مجموعہ جمع کر لیا اور انہوں نے ایک ایک مجموعہ ہر جگہ جہاں جہاں ان کی حکومت تھی بھیجا۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری لابن حجر: ۱/۱۷۴،

سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ از عبد السلام ندوی رحمۃ اللہ علیہ ص: ۱۲۱)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ تک کتابتِ حدیث اپنی پہلے دو مرحلوں میں تھی لیکن اب وہ وقت آچکا تھا کہ احادیث کی باقاعدہ تدوین ہو کیونکہ اب قرآن کے ساتھ اس کے اختلاط والتماس کا اندیشہ نہیں تھا۔ چنانچہ آپ کے حکم کے ماتحت پہلی صدی ہجری کے آخر میں مندرجہ ذیل کتب حدیث وجود میں آچکی تھیں۔

(۱) کتب ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ (۲) رسالہ سالم بن عبد اللہ (رحمۃ اللہ علیہ) فی الصدقات علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ الخلفاء میں نقل کیا ہے کہ یہ رسالہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی فرمائش پر لکھا تھا۔ علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے جامع بیان العلم میں امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ہمیں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے تدوین حدیث کا حکم دیا۔ تو ہم نے دفتر کے دفتر لکھ ڈالے اور یہ بات حقیقت ہے کہ اس زمانہ میں تدوین حدیث کے سلسلہ میں امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر شاید ہی کسی نے اس مبارک کام کی خدمات کو سرانجام دیا ہو۔

(جامع بیان العلم لابن عبد البر ص: ۳۸، سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ از عبد السلام ندوی رحمۃ اللہ علیہ ص: ۱۲۱)

تدوین قرآن

حافظ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے البدایہ والنہایہ میں نقل کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بچپن میں قرآن کو بھی جمع کرنے کا شرف حاصل کیا تھا۔

(البدایہ والنہایہ لابن کثیر: ۹/۱۷۷)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پند و نصائح

ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے:

"جس شخص نے اپنے دوسرے مسلمان بھائی کو کوئی ایسا نیک مشورہ دیا۔ جو اُس کے دینی و دنیاوی معاملات میں مفید ثابت ہو تو اُس نے اپنی اسلامی اخوت کے حق کو ادا کر دیا۔ اللہ سے ڈرو۔ یہ تمہارے ایمان کی بہتری کے لیے ایک مفید مشورہ ہے۔ اس پر عمل پیرا ہو اور ایک ایسی نصیحت ہے۔ جو انجام میں تمہیں ساحل نجات پر پہنچانے والی ہے۔ ہر شخص کے لیے رزق کی ایک خاص مقدار مقرر ہو چکی ہے۔ جس کا جتنا حصہ ہے۔ وہ ضرور اسے مل کر رہے گا۔ اسی لیے طلب رزق میں کوئی بدنما بات یا کوشش نہ کرنا چاہیے۔

قناعت خود ایک بڑی دولت ہے۔ جسے یہ میسر ہو اسے کسی اور شے کی ضرورت نہیں۔ تمہیں دنیا سے ایک دن ضرور کوچ کرنا ہے۔ سامنے دوزخ ہے۔ جو شے سامنے ہے۔ مٹنے والی ہے اور جو فنا ہو گئی اس کا تو گویا کبھی وجود ہی نہ تھا اور ہم سب کے سب بہت جلد مرنے والے ہیں۔ مرنے والے کی درگت کو تو دیکھ ہی چکے ہو کہ حالت نزع کی تکلیف سے جب اسے نجات مل جاتی ہے اور اس کی روح جسد عنصری سے پرواز کر جاتی ہے۔ تو اور لوگ کہتے ہیں کہ اللہ اس پر اپنی رحمت کرے مصیبت سے چھٹکارا ہوا پھر فوراً اسے گھر لے جاتے ہیں اور بعد ازاں قبرستان چھوڑ آتے ہیں اب وہ خود بھی دولت پیچھے چھوڑ جاتا ہے۔ اس کی تقسیم شروع ہو جاتی ہے۔ اب نہ

اس کی صورت دکھائی دیتی ہے۔ بلکہ کوئی ذکر تک بھی نہیں کرتا۔ اب اس کا دروازہ ارباب غرض سے خالی نظر آتا ہے۔ گویا کبھی اس نے اپنے خاص من چلے دوستوں سے دوستانہ تعلقات ہی قائم نہیں کیے تھے اور کبھی وہ آبادیوں میں رہا بسا ہی نہ تھا۔ اس لیے اب اسی دن کے خطرات سے ڈرتے رہیے۔ جس روز کہ چھوٹی سے چھوٹی بات بھی میزان میں کچھ نہ کچھ وزن رکھتی ہے۔"

(تاریخ الامم والملوک للطبری:۶/۵۰)

ایمان کے بیان میں

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے عدی بن عدی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ ایمان میں فرض ہے اور عقیدے اور حرام باتیں اور مستحب و مسنون باتیں پھر جو کوئی ان کو پورا ادا نہ کرے اس نے اپنا ایمان پورا نہیں کیا پھر اگر (آئندہ) میں زندہ رہا تو ان سب باتوں کو ان پر عمل کرنے کے لیے تم سے بیان کردوں گا اور اگر مر گیا تو مجھ سے تمہاری محبت میں رہنے کی کچھ ہوس نہیں۔

(بخاری کتاب الایمان باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس رقم الحدیث:۶۸)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو زمانے کا فساد معلوم تھا

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو زمانے کا فساد معلوم تھا اور یہ بھی کہ ڈر کی وجہ سے علماء کی زبانیں بند ہو جاتی ہیں اور یہ بھی کہ جاہل اپنی جہالت پر جم گئے ہیں اور علماء سے پوچھتے ہیں۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاہل ص:۱۷۰)

مذہبی و فرقہ وارانہ خونریزی سے اجتناب

شعیب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے عبدالملک بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار آپ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا اے امیر المومنین رحمۃ اللہ علیہ! آپ اپنے رب کو مانتے ہیں۔ کل قیامت کے دن اگر رب تعالیٰ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ تم نے لوگوں کو بدعت میں مبتلا دیکھا مگر انہیں روک کر سنت کو زندہ کیوں نہیں کیا تھا۔ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کیا جواب دیں گے؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے کے سوال پر خوش ہو کر فرمایا کہ تم پر اللہ کی رحمت ہو اور وہ تمہیں جزائے خیر دے۔ بیٹا دراصل بدعت تو پوری قوم کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکی ہے اور لوگ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف عمل پر تلے ہوئے ہیں۔ اس صورت میں اگر میں ترکِ بدعت کے لیے لوگوں سے جھگڑا کروں تو خون خرابے کا اندیشہ ہے اور میں اپنے لیے قسم بخدا خون کا ایک چلو بھی بہانے کو تیار نہیں ہوں اور اللہ نہ کرے کہ تمہارے باپ پر کوئی دن ایسا آئے کہ بدعات کی بیخ کنی اور سنت کو زندہ کرنا اور اس کی خواہش نہ ہو۔

(تاریخ خلفاء للسیوطی ص: ۳۲۸)

خلافت کا نظام سیاسیات

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے سیاسی انداز کو مذہبی سانچے میں ڈھال کر خلافتِ راشدہ کا احیاء ممکن بنایا۔ کتاب وسنت کے انہی اصولوں کو اوّل اوّل ترویج کیا جن کو خلفائے راشدین نے کر کے مثالی خلافت کا ثبوت دیا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا طرز خلافت معاشرتی و جمہوری اقدار سے عین قریب تر تھا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اصولی مؤقف کے تحت کابینہ تشکیل دی اور اندرونی و بیرونی خدشات ورجحانات سے نمٹنے اور ہر لحاظ سے کامیابی وکامرانی سے ہمکنار ہوئے۔ انہوں نے سیاست سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دوبارہ زندہ کر کے اخلاقیاتی اقدار سے متصف دعوت و جہاد سے فتوحات کا سلسلہ قائم کیا۔ جن اصولوں کے تحت خلافت کا نظام سیاسیات استوار تھا۔ ذیل میں انہی کو قلمبند کیا جارہا ہے۔

ہر صاحبِ خیر سے مشورہ

جب حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ برسر اقتدار آئے تو لوگوں پر علم و تجربہ کے بعد حکمرانی کرنے لگے۔ جہالت و ناتجربہ کاری کے ساتھ نہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ ایک طویل غور و فکر کے بعد پھیلتی تھی اور مستحکم تدبیر کے ساتھ اٹھتی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ غور و فکر کے

بعد لوگوں پر ایک راسخ العقیدگی اور سرگرمی عمل میں لائے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پاس خیر خواہ مشیر جمع کر لیے اور مخلص ہمدرد آپ کے پاس آ کر جمع ہو گئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ ہر اس شخص سے مشورہ کرنے لگے جس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ خیر و اصلاح دیکھتے تھے اور ملک کے دور دراز علاقہ والوں میں کسی اس شخص سے جس میں آپ نے خیر و صلاح دیکھی ہو اور وہ صحابہ کرام میں سے باقی ہو۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مدد لینے میں اور راہنمائی کرنے میں کوتاہی نہیں فرمائی۔

(کتاب الخراج للقاضی ابی یوسف ص: ۱۱۴ا/

سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ از سید الاھل ص ۱۹۸)

مسائل کے حل کیلئے مشورہ بہترین طریقہ ہے

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا یہ طریقہ قابل تعریف ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ مخلص خیر خواہوں سے مشورہ لیا کرتے تھے کیونکہ اس سے عقل میں استحکام پیدا ہوتا ہے اور صحیح راہ مل جاتی ہے، کیونکہ انسان خواہ کتنا ہی صاحب الرائے اور پختہ عقل والا کیوں نہ ہو۔ جب اس کے پیش نظر ذاتی فائدہ ہوتا ہے۔ تو وہ گمراہ ہو جاتا ہے اور رسوا ہو جاتا ہے۔ تب وہ سستی کرنے لگتا ہے اور غلطی کر بیٹھتا ہے کیونکہ انسان اپنی ذات سے محبت اور اپنی ذات کی طرف غلطی کی نسبت کا خوف اور دہشت و حیرت کا موجب ہے اور یہ تب ہے کہ جب وہ خواہش کی طرف نہ جھکے ممتاز و قابل اشخاص بھی اس بات سے محفوظ نہیں کہ اپنے نفس کے لیے ان کی آراء عقل کو چھوڑ کر خواہش کے زمرے سے ہوں اور ان کے افکار میں گڑبڑ نہ ہو اور ان کی آراء صحیح ہوں لیکن جب کسی کی رائے دوسروں کی رائے سے مختلف ہو گی تو وہ ان دونوں کے عیوب سے محفوظ رہے گا۔ اسی لیے حضرت عمر کی رائے صحیح و سالم ہی ہوا کرتی تھی۔

(الصوامل والشوامل ص: ۱۴۴ا/

سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ از سید الاھل ص: ۱۶۵)

عامل کی شرطیں

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس خلافت اس حال میں نہیں آئی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ مسائل خلافت سے بے خبر اور بے بہرہ تھے۔ بلکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ تمام ضروری مسائل سے باخبر اور آگاہ تھے اور قریبی واقفیت رکھتے تھے اور اس کے تمام حالات کو پہچانتے تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہر بیماری کی دوا تیار کر رکھی تھی اور کاموں کو اس حال پر نہیں چھوڑا تھا کہ وہ حسب سابق جاری رہیں۔

جب سے حکومت کی باگ ڈور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں آئی ہے۔ اسی وقت سے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ اہتمام فرمایا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ صالح حکام سے مدد لیں اور ان کے بارے میں لوگوں سے مشورے سنیں۔

(سیرت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ از سید الاہل ص: ۱۷۳)

عہدے کے سربراہ کا انتخاب خود کرتے

آپ رحمۃ اللہ علیہ کسی کو حاکم نہ بناتے تھے۔ جب تک اس کا ظاہر و باطن آزما نہ لیتے تھے۔ پھر جب آزمانے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اطمینان ہو جاتا تھا۔ تو اسے حاکم مقرر فرما دیا کرتے تھے۔ جو عدالت میں سخت اور پختہ اور رعایا پر نرم اور شفیق ہوتے تھے اور یہ دونوں باتیں متضاد نہیں۔

لوگوں کو آزمانے کے اور انہیں منتخب کرنے کے ضمن میں یہ بات بھی پیش نظر رہتی تھی کہ ایک شخص کو وہی کام سونپا جا سکتا ہے۔ جس کی اس میں صلاحیت ہوتی ہے اور لوگوں کو اس سے فائدہ پہنچنے کی توقع ہوتی تھی۔

(سیرت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ از سید الاھل ص: ۱۷۵)

انتخابِ حکّام کے متعلق نظریہ

بنی امیہ کے حکمران حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے ایسے حکام منتخب کرتے تھے کہ جو ظلم ڈھانے پر قادر ہوں۔ حتیٰ کہ اسلامی دنیا ایک عظیم اخلاقی مصیبت میں پھنس گئی تھی اور اسی میں ایک زمانے تک کروٹیں لیتی رہی پھر اس اخلاقی گراوٹ کے نتیجے میں محض علم و دانش کا اعلیٰ عہدے تک پہنچنے کا ایک واحد سبب تھا اور یہ انسان کا سب سے افضل حال سمجھا جاتا تھا لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے علم و معرفت کے ساتھ ایک اور لازمی شرط قرار دے دی تھی اور وہ یہ کہ حاکم کو ایک بہترین و صالح نمونہ بن کر عوام میں رہنا ہوگا۔ یا بہترین نمونہ بننے کے لیے اور اچھی حالت کے لیے خود کو تیار کرنا ہوگا۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی حکام کو تنبیہ

خلیفہ بننے کے بعد سب سے پہلے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کی تاریخ میں حکام اور عمال کو ڈرایا۔ فرمایا لوگو! اللہ کی قسم! میں نے کبھی یہ کام نہ پوشیدہ طور سے مانگا اور نہ ظاہر کر کے۔ اگر کوئی شخص میرے خلیفہ بننے کو ناپسند کرتا ہو تو اب ظاہر کر دے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اس بات سے لوگ خوفزدہ ہو گئے اور اس طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں کو ڈرایا۔ ایک شخص بولا۔ سبحان اللہ خلفاء اربعہ خلیفہ بنائے گئے لیکن انہوں نے یہ الفاظ نہیں فرمائے اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ یہ الفاظ فرما رہے ہیں۔

(العقد الفرید جلد ۴/۴۳۳ / سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ از سید الاہل ص: ۱۷۳)

ابن ابی بردہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقرری سے پہلے تحقیق

جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کو کسی شخص کے بارے میں کچھ معلومات ہوتیں تو اس کے

بارے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ برابر تحقیق کرتے رہتے تھے۔ حتیٰ کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو پورا پورا اعتماد حاصل ہوجاتا تھا۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کا تقرر فرمایا کرتے تھے اور اگر اعتماد حاصل نہ ہوتا تھا تو تقرر نہ فرمایا کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کسی کو حاکم یا قاضی از راہ عنایت مقرر نہ فرمایا کرتے تھے۔ بلکہ افضل کو مقدم کیا کرتے تھے۔ اگرچہ وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کا نہ ہو۔ یا آپ رحمۃ اللہ علیہ کے رفقاء میں سے نہ ہو یا غیر عرب کا ہو۔

مشتبہ اشخاص کی تفتیش

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ بڑے ہوشیار و چالاک تھے لیکن چالاکی آپ رحمۃ اللہ علیہ پر غالب نہ تھی۔ عموماً آپ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ خیال آتا رہتا تھا کہ کہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ لوگوں کے ظاہری حالات سے دھوکہ نہ کھا جائیں۔ لہٰذا آپ رحمۃ اللہ علیہ مشتبہ لوگوں کے پیچھے کرید کرنے والوں کو لگا دیا کرتے تھے۔ تاکہ وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ان کی مخصوص خبریں لائیں تاکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی طرف سے اطمینان ہو جائے کہ صحیح ہیں یا غلط سب سے پہلے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ ہی وہ شخص ہیں۔ جنہوں نے بلال بن ابی بردہ کو مسترد کیا اور ان کی غلطی ان پر واضح کرنے کے بعد ان کو ان کے منصب سے اتار دیا۔

اور اپنے کسی کام میں ان سے یا ان کے گھر والوں میں سے کسی کی مدد نہیں لی۔

(بلال حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے خاندان کے ہیں) بلال بن ابی بردہ کوفی ایک ہشیار، ذہین، ذکی اور دانش مند آدمی تھے۔ ان کا ظاہر اچھا تھا اور بظاہر دیندار بھی تھے لیکن ان کا باطن ظاہر کے مترادف نہ تھا۔ یہ چاپلوس لالچی اور تیزی سے باطل کی طرف لپکنے والے تھے۔ یہ خناصرہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ان الفاظ میں خلافت کی مبارک باد دی۔ امیر المومنین! اگر کسی کو خلافت کا شرف حاصل ہوا ہو تو آپ رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت کا شرف حاصل ہوا ہے اور اگر کسی کو خلافت

سے زینت ملی ہو۔ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت کو زینت ملی ہے۔ اللہ کی قسم! آپ رحمۃ اللہ علیہ اسی طرح ہیں۔ جس طرح مالک بن اسماء نے کہا:

وتزيدين طيب الطيب طيبا ان تمسيه أين مثلك أينا

''اے محبوبہ! تو سب سے زیادہ خوشبو میں بسے ہوئے شخص میں یہ خوشبو بڑھا دیتی ہے۔ ترا مثل کہاں ہے؟ کہیں نہیں۔''

واذالدر زان حسن وجوه كان للدرحسن وجهك زينا

''اور جب موتی چہروں کا حسن دو بالا کر دیتے ہیں تو تیرے رخ انور کا حسن موتیوں کی زینت ہوتا ہے۔''

(تاریخ الاسلام للذہبی: ۵۰/۸، تاریخ دمشق لابن عساکر: ۵۱۰/۱۰،
تہذیب الکمال فی أسماء الرجال للمزی: ۲۷۰/۴)

بلال کی آزمائش

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ پھر یہ مسجد میں جا کر ایک تھم کے پاس لگاتار نوافل پڑھتا رہا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے علاء بن مغیرہ بن بدار سے کہا اگر اس کا باطن بھی ظاہر کی طرح ہو تو یہ واقعی عراق کا اہل ہے اور چھوڑنے کے لائق نہیں۔ علاء بولے ابھی میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اس کے حالات لاتا ہوں۔ چنانچہ علاء ان کے پاس جاتے ہیں اور انہیں مغرب وعشاء کے درمیان نماز پڑھتا ہوا پاتے ہیں۔ کہتے ہیں جلدی نماز سے فارغ ہو جائیے مجھے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ کام ہے۔ چنانچہ وہ فارغ ہو کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آتے ہیں۔ علا کہتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو امیر المومنین کی نگاہ میں میرا مرتبہ معلوم ہی ہے۔ اگر میں عراق کی حکومت کے لیے امیر المومنین کے سامنے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام پیش کر دوں تو آپ مجھے کیا دیں گے؟ بلال کہتے ہیں میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو

اپنی ایک سال کی تنخواہ دے دوں گا جو دس لاکھ رقم بنتی ہے۔ بولے آپ رحمۃ اللہ علیہ لکھ دیجئے۔ بلال تیزی سے گھر گئے اور دوات اور کاغذ لے آئے اور تحریر لکھ دی۔ علاء حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس یہ تحریر لے آئے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر دیکھی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کوفہ کے حاکم کو لکھ دیا:

''اما بعد! دیکھو بلال نے اللہ کے نام پر ہمیں دھوکہ دیا اور قریب تھا کہ ہم اس کے فریب میں آجاتے لیکن ہم نے اسے پگھلا کر دیکھا تو اس میں سراسر کھوٹ پایا والسلام۔''

فریبیوں کی چالوں سے ہوشیار

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ پر فریبیوں اور مکاروں کے ہتھکنڈے اثر نہ کرتے تھے۔ جب کبھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کو کسی مکار کا کوئی مکر اور کسی فریبی کا کوئی فریب معلوم ہوتا تھا۔ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کے حالات کی کرید میں لگ جاتے تھے۔ تا کہ اس کی جہالت سے لوگوں کو نقصان نہ پہنچے۔ ایک دفعہ خراسان سے ایک شخص آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آتا ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کہتا ہے۔ امیر المومنین! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک کہنے والا کہہ رہا ہے۔ جب بنی امیہ کا اشج برسر اقتدار آئے گا۔ تو زمین کو عدل سے بھر دے گا۔ جیسے وہ ظلم سے بھری ہوئی ہے۔ چنانچہ ولید برسر اقتدار آیا میں نے اس کے بارے میں پوچھا تو کہا گیا کہ ولید اشج (زخمی) نہیں ہے۔ پھر سلیمان برسر اقتدار آیا۔ تو وہ بھی ولید کی طرح تھا۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ برسر اقتدار آئے لہٰذا اشج آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص سے پوچھا کیا تم قرآن پڑھے ہوئے ہو؟ بولا ہاں! فرمایا قسم اس کی جس نے تمہیں قرآن کی نعمت بخشی کیا واقعی تم نے یہ خواب دیکھا ہے؟ بولا ہاں! پھر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اسے مہمان خانے میں ٹھہرا لیا۔ یہ شخص تقریباً دو مہینے یہاں ٹھہرا رہا۔

پھر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اسے بلا کر کہا جانتے ہو ہم نے تمہیں کیوں روکا ہے۔ بولا! نہیں فرمایا ہم نے آدمی بھیج کر تمہارے شہر میں تمہارے بارے میں تحقیقات کرائی ہے اور تمہارے بارے میں تمہارے دوست دشمن سب ہی کی ایک رائے ہے۔ پھر وہ بات کی تہہ کو پہنچ کر واپس ہو گیا۔

جیسے فریب میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے آگے کسی کی دال نہیں گلتی تھی۔ اسی طرح سستی و نادانی کا حال تھا۔ ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو کسی عامل نے لکھا ہمارے پاس ایک جادوگرنی لائی گئی ہم نے اسے پانی میں ڈال دیا لیکن وہ پانی پر تیرنے لگی اور ڈوبی نہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اسے جواب میں لکھا ہمیں پانی سے کیا تعلق ہے؟ اگر جادو کا ثبوت ہو تو سزا دی جائے ورنہ اسے چھوڑ دیا جائے۔

(العقد الفرید جلد ص ۴۳۳۔ ۴۳۷،

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ از سید الاہل ص: ۱۷۸)

گردونواح کے علاقوں سے سیاسی روابط

اہل عراق

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی سیاست عراق کے حکام کو پسند نہ تھی۔ چنانچہ عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ حاکم کوفہ اور صالح بن عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ اور اس کا رفیق عراق میں اور یحییٰ غسانی حاکم موصل وغیرہ چاہتے تھے کہ لوگوں پر سختی کے ساتھ اور ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ حکومت کریں کیونکہ کوفہ والے جور وتشدد ہی کو پہچانتے تھے اور اہل عراق کی اصلاح تلوار ہی کر سکتی تھی اور بصرہ مدہوش ومخمور تھا۔ اس کا خمار زیاد بن ابیہ کی تلوار ہی اتار سکتی تھی اور سر زمین موصل چوروں رہزنوں اور لٹیروں کا اڈا تھا۔ یہاں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی سیاست کارآمد نہ تھی۔

اہلِ عراق پر تشدد کا مشورہ

یہ حکام برابر ان شہروں کی سیاست میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو ٹوکتے رہتے تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مشورہ دیتے رہتے تھے کہ نرم پالیسی چھوڑ کر سخت پالیسی اختیار کر لیں اور جور وتشدد کے پلہ میں ان تمام شہروں کو دیکھیں اگر آپ کو ان شہروں کی اصلاح پیشِ نظر ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا جواب

اس پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عبد الحمید رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا:

''کوفہ والوں کو کافی جور و تشدد سے دوچار رہنا پڑا ہے اور وہ ان مظالم کا شکار رہ چکے ہیں۔ جو برے عاملوں نے ان پر ڈھائے ہیں اور سیدھا دین عدل و احسان ہے۔ اس لیے ان کے حق میں انتہائی اہم بات یہ ہے کہ وہ اللہ کی اطاعت پر جم جائیں۔''

اور صالح اور صاحب صالح کو لکھا:

''اے بُروں میں سے دگنے برو! اور اے ناکاروں میں سے دگنے ناکارو۔ کیا تم میرے لیے مسلمانوں کا خون پیش کر رہے ہو اور میرے لیے دونوں کا خون عوام میں سے کسی ایک کے خون سے زیادہ آسان ہے۔''

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن عبد الحکم ص ۱۲۹، ار
سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ از سید الاھل ص: ۲۰۷)

اہلِ بصرہ کو ہدایت

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ بصرہ والوں کو لکھتے ہیں کہ شراب کی حرمت یاد کرو اور آخر خط میں ان الفاظ میں ان کے لیے دعا فرماتے ہیں۔ میری اللہ سے دعا ہے کہ ہم تم میں سے جو ہدایت پر ہیں اللہ ان کی ہدایت میں اضافہ فرمائیں اور جو گناہ گار ہیں۔ انہیں عافیت و سہولت کے ساتھ توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن جوزی ص ۱۰۲، سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ از سید الاہل ص: ۲۰۷)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے اس کلام میں اور زیاد بن ابی کے کلام میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بصرہ والوں کے آنسو پونچھ دیئے اور ان کے دکھوں کا اعتراف کر لیا اور ایک دفعہ ان میں مال بھی بانٹا ہر شخص کو تین تین درہم دیئے اور اپاہج کو پچاس پچاس دیئے۔

کیا شبہہ پر لوگ پکڑے جائیں

یحییٰ غسانی عامل موصل نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ اس شہر میں کثرت سے چور، ڈاکو اور لٹیرے ہیں۔ یہاں آئے دن نقب زنی کی وارداتیں ہوتی رہتی ہیں۔ کیا میں محض شبہ پر لوگوں کو پکڑ سکتا ہوں اور انہیں تہمت پر مار سکتا ہوں؟ یا ثبوت کے ساتھ پکڑوں جیسا کہ طریقہ جاری ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اس کے جواب میں لکھتے ہیں۔ لوگوں کو حسب سنت ثبوت کے ساتھ پکڑو۔ اگر حق بھی ان کی اصلاح نہ کرے تو اللہ ان کی اصلاح ہی نہ کرے۔ یحییٰ غسانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ میں نے ایسا ہی کیا اور جب میں موصل سے آیا ہوں تو یہ شہر اصلاح پسند بن گیا تھا اور اس میں چوری وغیرہ کی سب شہروں سے کم وارداتیں ہوتی تھیں۔

اہل عراق کی خیریت معلوم کراتے

ایک دفعہ رباح بن عبیدہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھے۔ رباح رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے گھر عراق جانے کی اجازت مانگی تاکہ بیوی بچوں اور جائیداد کو دیکھ آئیں۔ دوسرے دن رخصت ہوتے وقت رباح رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔ امیر المومنین! اگر عراق میں کوئی کام ہو تو مجھے فرمائیے، حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔ اہل عراق کی خیریت پوچھ لینا اور عراق میں حکام کی حسن بصیرت کے معاملے میں بھی اہل

عراق سے تحقیق کر لینا کہ آیا اہل عراق ان سے خوش ہیں یا ناخوش۔

جب رباح رحمۃ اللہ علیہ عراق پہنچے اور عراق کے عوام سے تحقیق کی تو عوام کو ان سے خوش پایا پھر جب رباح رحمۃ اللہ علیہ واپس آئے تو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو سلام کر کے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو عراق کے حکام کی حسن سیرت کی خبر دی اور یہ بھی کہ لوگ ان سے خوش ہیں اور ان کی تعریف کرتے ہیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔ اللہ کا ہزار ہزار شکر ہے اگر تم اس کے خلاف خبر لاتے ہو تو میں حکام کو معزول کر دیتا اور پھر کبھی ان سے کام نہ لیتا۔

(تاریخ الامم والملوک للطبری: ۳۲۲/۵۔

اہلِ مدینہ کی یاد

زمانہ گزرتا چلا جا رہا تھا اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں مدینہ کی تڑپ بڑھتی جا رہی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا دل مدینہ ہی کی طرف لگا ہوا تھا۔ کبھی اس سے ہٹتا ہی نہ تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حکام کو مدینے کے بارے میں خیر و بھلائی کا حکم دے رکھا تھا اور مدینہ والوں کے حقوق ان پر تقسیم کر دیئے تھے۔ جب کبھی مدینہ منورہ سے کوئی شخص آتا تو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اس سے تمام مدینہ والوں کی خبر پوچھا کرتے تھے۔ شرفاء کا کیا حال ہے؟ تاجر کس طرح ہیں؟ ناداروں کی زندگی کس طرح بسر ہو رہی ہے اور دیگر تمام مردوں اور عورتوں کا کیا حال چال ہے؟ ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مدینہ سے ایک شخص آتا ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اس سے پوچھتے ہیں۔ ان مسکینوں کا کیا حال ہے جو فلاں فلاں جگہ بیٹھا کرتے تھے؟ ان مسکینوں میں وہ حضرات بھی تھے۔ جو مسافروں کو پتے فروخت کیا کرتے تھے۔ بعد میں ان پتوں کے بارے میں پوچھا گیا تو بولے اللہ نے ہمیں پتے بیچنے سے بے نیاز کر دیا ہے کیونکہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ہمارا

وظیفہ مقرر کر دیا ہے۔

(کتاب الخراج للقاضی ابو یوسف ص:۱۱۹،
سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن الجوزی ص ۹۷،
سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ از سید الاہل ص ۲۰۸)

زیاد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ

عیاش بن ربیعہ نے زیاد بن ابی زیاد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے کسی کام کے لیے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجا۔ جب زیاد رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچے تو جلدی سے بولے السلام علیکم اور امیر المومنین کہنا بھول گئے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ بولے وعلیکم السلام! پھر زیاد رحمۃ اللہ علیہ کو خیال آیا تو بولے السلام علیکم یا امیر المومنین! حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ بولے اے ابن ابی زیاد رحمۃ اللہ علیہ! ہم تمہارے پہلے سلام سے بھی مانوس ہیں اور اسے آداب اسلامی کے خلاف نہیں سمجھتے۔ اس وقت کاتب آپ رحمۃ اللہ علیہ کو وہ مظالم پڑھ کر سنا رہا تھا۔ جو بصرہ سے آئے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے زیاد رحمۃ اللہ علیہ سے بیٹھنے کا اشارہ کیا زیاد رحمۃ اللہ علیہ دروازہ کی چوکھٹ پر بیٹھ گئے۔ کاتب پڑھ کر مظالم سنا رہا تھا اور آپ ٹھنڈی سانسیں بھر رہے تھے۔ پھر جب وہ فارغ ہو گیا تو کمرہ سے تمام لوگ ہٹا دیے گئے۔ حتیٰ کہ خادم بھی ہٹا دیا گیا پھر زیاد رحمۃ اللہ علیہ کی طرف آئے اور اپنے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئے۔

زیاد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے مدینہ کے حالات کی خبر

پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے مدینہ منورہ کے صلحاء کا حال معلوم کیا کہ ان میں سے مردوں اور عورتوں کا کیا حال ہے؟ اور ان میں سے ایک ایک کا حال پوچھا۔ کسی بھی مرد یا عورت کو نہیں چھوڑا اور بھی مجھ سے چند باتیں پوچھیں جن کے نفاذ کا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مدینہ

میں حکم فرمایا تھا۔ میں نے ان سب کے بارے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو تفصیلی حالات بتائے۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عیاش رحمۃ اللہ علیہ کی ضرورتیں پوری کیں اور زیاد رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی خاص جیب سے بیس دینار دیئے اور فرمایا ان سے اپنا کام نکالو! اگر فے میں تمہارا حق ہوتا تو ہم تمہیں تمہارا حق دے دیتے لیکن وہ دینار زیاد رحمۃ اللہ علیہ نے قبول نہیں کیے۔ مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پیہم اصرار سے اسے قبول کرنے پڑے۔ پھر عیاش رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ میرے ہاتھ زیاد رحمۃ اللہ علیہ کو فروخت کر دو۔ تاکہ میں ان کو آزاد کر دوں لیکن عیاش رحمۃ اللہ علیہ نے بجائے فروخت کرنے کے خود ہی زیاد رحمۃ اللہ علیہ کو آزاد کر دیا۔

(صفۃ الصفوۃ لابن الجوزی: ۶۹/۲،

سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ از سید الاھل ص: ۳۱۰-۳۰۸)

مدینہ کے حالات پر اظہارِ خوشی

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ ایک دن مزاحم رحمۃ اللہ علیہ (غلام) کے ساتھ سوار ہو کر روانہ ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ اکثر سوار ہو کر نکلا کرتے تھے۔ اور آنے والے قافلوں سے شہروں کے حالات معلوم کیا کرتے تھے۔ ان دونوں حضرات رحمۃ اللہ علیہ کی مدینہ کے ایک سوار سے ملاقات ہوئی اور دونوں نے اس سے مدینہ کے اور اس کے آس پاس کے حالات پوچھے۔ سوار بولا۔ اگر چاہو تو مختصر حالات بیان کروں اور اگر تفصیل چاہو تو مفصل حالات بیان کروں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ بولے مگر جامع الفاظ میں مختصر حالات بیان کرو۔ سوار بولا! میں نے مدینہ کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ وہاں ظالم مغلوب ہے اور مظلوم مدد یافتہ ہے اور مالدار بہت ہیں اور ناداروں کی ناداری کی تلافی کر دی گئی ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ خوش ہوئے اور فرمایا:

"اللہ کی قسم! اس صفت پر تمام شہروں کا ہو جانا۔ میرے لیے دنیا

وما فیہا سے بہتر ہے۔"

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن عبد الحکم ص: ۱۳۵،
سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ از سید الاھل ص: ۲۱۰)

ہر ڈاک میں کسی نیکی کا حکم

رباح بن حیان رحمۃ اللہ علیہ جو مدینہ کے حاکم تھے۔ کہتے ہیں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ہمارے پاس جو ڈاک آتی تھی۔ اس میں یا تو کسی مردہ سنت کو زندہ کرنے کا حکم ہوتا تھا۔ یا مال تقسیم کرنے کا۔ یا عوام کی فلاح و بہبودی کے کاموں کا۔

مکہ میں ایک مظلوم کی فریاد

جب حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اہل مکہ کو ان کی مغصوبہ جائیدادیں دلوا چکے اور اس کی زیارت کر کے واپس لوٹے۔ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو رخصت کرنے والوں میں ایک ایسا شخص بھی تھا۔ جسے کسی حاکم نے قید کر لیا تھا اور اس کی جائیداد ضبط کر لی تھی اور اس سے قسم لی تھی کہ خبردار! کبھی کسی سے میری شکایت نہ کرنا۔ اس نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے ان الفاظ میں شکایت کی۔ مجھ پر ظلم کیا گیا مگر میں ظلم کو ظاہر کرنے پر قادر نہیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ بھانپ گئے کہ اس سے معاملہ ظاہر نہ کرنے کی قسم لی گئی ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حاکم کو بلوایا جس کے ماتھے پر کثرتِ سجود کی وجہ سے نشان پڑا ہوا تھا۔ اس سے فرمایا تمہارے اس نشان نے مجھے دھوکہ دیا۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص سے کہا جاؤ! میں نے تمہارا مال تمہیں واپس کرا دیا۔ اور تمہاری قسم بھی نہ ٹوٹی۔

(صفۃ الصفوۃ لابن الجوزی: ۶۹/۲،

سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ از سید الاھل ص: ۲۱۰۔ ۳۰۸)

اہل رقہ اور اہل ایلہ

امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کی رائے تھی کہ حاجت مند بقدر اپنے علم کے حاجت روائی کا مستحق ہے اگر پورا عالم ہے۔ تو اس کی تمام ضروریات رفع کی جائیں۔ اگر آدھا یا تہائی یا چوتھائی عالم ہے تو بقدر علم کے حاجت روائی کی جائے۔ یہ تب ہے جبکہ وہ اصحاب قرض اصحاب صدقہ میں سے نہ ہو لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی رقت طبع کی وجہ سے مال دینے کا حکم دیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حکم فرمایا کہ سرکاری خزانہ میں سے ہر اس شخص کو دیا جائے۔ جو ہاتھ پھیلائے۔ کیونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو حاجت مندوں کی حاجتیں معلوم تھیں اور ان کی مجبوریاں بھی معلوم تھیں۔ سچ پوچھو تو دونوں باتوں میں فرق ہے کیونکہ سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کا حکم صدقوں کے بارے میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا حکم اصحاب حقوق کے بارے میں ہے۔

آذربائیجان کے ایک شخص کی فریاد

آذربائیجان سے ایک شخص آتا ہے اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے کھڑا ہو کر اپنے شہر کے حاکم کی ان الفاظ میں شکایت کرتا ہے۔ حاکم نے مجھ پر زیادتی کی اور مجھ سے بارہ ہزار درہم لے لیے اور سرکاری خزانے میں جمع کر دیئے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ ابھی وہاں کے حاکم کو لکھ دو کہ وہ مال اسے لوٹا دیا جائے۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن الجوزی ص ۷۵،

سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ از سید الاہل ص ۲۱۴)

اہلِ سمرقند کی فریاد

اہل سمرقند نے قتیبہ بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی شکایت کے لیے اور اس کے ظلم و غداری کو بیان کرنے کے لیے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک وفد بھیجا حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فی الفور سمرقند کے والی سلیمان بن ابی السرح رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ ان لوگوں کے لیے ایک قاضی مقرر کیا جائے کہ ان کے معاملات کا فیصلہ کرے۔ چنانچہ اس کام کے لیے سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کو قاضی مقرر کیا گیا اور یہ لوگ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کے فیصلوں پر راضی ہو گئے۔

خراسان کے حاکم کو نصیحت

جراح بن عبد اللہ حکمی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا:

''میں خراسان پہنچا تو میں نے خراسانیوں کو فتنوں میں مبتلا پایا۔ ان کو یہ بات پسند ہے کہ اللہ کا حق روک لیں جو ان پر واجب ہے اور اس سے انہیں روکنے والی تلوار اور کوڑے ہی ہیں لیکن میں نے اس پر اقدام اچھا نہیں سمجھا جب تک آپ رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت نہ لے لوں۔''

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

''بہ نسبت ان کے تو فتنہ کا زیادہ حریص ہے۔ خبردار کسی مومن کو یا ذمی کو ناحق مارنا اور قصاص سے احتیاط برتنا کیونکہ تو اس کی طرف لوٹنے والا ہے۔ جو خیانت والی آنکھوں کو اور دل کے رازوں کو جانتا ہے اور تو ایک ایسی کتاب پڑھنے والا ہے۔ وہ کسی چھوٹے بڑے عمل کو

گنوائے بغیر چھوڑنے والی نہیں۔"

(تاریخ الامم الاسلامیہ: ۱/۱۸۱،
اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ لابن الاثیر: ۵/۲۴ر
سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ از سید الاحل ص: ۲۱۳)

قسطنطنیہ کے لوگوں پر شفقت

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ابن زرارہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے اور کہا میں ایسی قوم کے پاس سے آیا ہوں۔ جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے عطیات کے سب سے زیادہ محتاج ہیں۔ تو فرمایا: ہرگز نہیں ہاں قسطنطنیہ کے لوگ ہوں تو ہوں۔

دیگر مذاہب و مسالک سے روابط

خارجی اور حروریہ

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے خارجی اور حروریہ پر اس قدر عنایت و مہربانی کا اظہار فرمایا کہ ان کے دل موہ لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اس فرقے کے چند حضرات آئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کسی مسئلہ پر تبادلہ خیالات کرنے لگے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بعض رفقاء نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ بھی کیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ انہیں ڈانٹ ڈپٹ کر مرعوب کر دیں۔

مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ برابر ان سے پیار محبت سے باتیں کرتے رہے اور ان پر چھا گئے اور اس پر راضی ہو گئے کہ جو کچھ باقی ہے۔ وہی روٹی کپڑا انہیں دے دیا جائے آخر کار وہ خوش ہو کر چلے گئے۔ پھر جب وہ چلے گئے تو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قریب کے شخص کے گھٹنہ کو ٹھوکر دے کر فرمایا:

> ''دیکھو! اگر تمہارے پاس کوئی ایسی دوا ہو جس سے بلا داغ دیئے کے بیمار کے اچھے ہونے کی توقع ہو تو خبردار اسے کبھی داغ نہ دینا۔''

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن الجوزی ص:۶۲،

سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ از سید الاھل ص:۲۲۱)

اہلِ ذمی

ان غیر مسلموں کے لیے جو جزیہ دیتے ہوں اور عیسائیوں کی عزت افزائی کے لیے نام تجویز کیا گیا۔ یہ نام ان کے لیے اسلام ہی نے تجویز کیا ہے۔ بشرطیکہ وہ عہد اسلام میں داخل ہو جائیں اور مسلمانوں سے جنگ نہ کریں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے ایسا معاملہ کیا جس کی بنیادیں احترام و محبت پر اٹھائی گئیں۔ بلکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پولیس افسر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت کے بغیر ہی ذمیوں سے مظالم دفع کر دیا کرتے تھے۔ ایک دن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پولیس افسر حضرت عمرو بن مہاجر رحمۃ اللہ علیہ کو تلاش کرا کر بلوایا۔ پھر جب وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے پوچھا: کہاں تھے؟ بولے! میں ایک اہل کتاب سے ظلم دفع کرنے کے لیے باہر گیا ہوا تھا۔

(تاریخ الشعوب الاسلامیہ: ۱/ ۱۸۴،

سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ از سید الاھل ص ۲۲۱،

سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ از ابن عبد الحکم ص: ۶۴؛)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا محبت و احترام کی بنیاد پر ذمیوں سے سلوک کرنا ٹھیک تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بات پسند نہ تھی کہ ذمی اسلامی حکومت میں رہ کر خود کو غیر محفوظ سمجھیں جیسا کہ حجاج بن یوسف نے ان کے ساتھ معاملہ کر رکھا تھا۔ حجاج نے یہ قانون وضع کیا تھا کہ ذمیوں کے غلے کے گوداموں پر مہر لگوا دیا کرتا تھا۔ جب تک کہ وہ جزیہ ادا نہ کریں۔ مگر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات ناپسند کی۔ تاکہ ذمیوں کے احترام کو ٹھیس نہ پہنچے۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن الجوزی ص: ۸۸،

سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ از سید الاھل ص: ۲۲۱)

ذمیوں کا خیال

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے ذمیوں کو تنگ کرنا نہیں چاہا۔ جب تک وہ جزیہ ادا کرتے رہیں اور زمینوں میں کاشت کرتے رہیں۔ بلاشبہ مسلمانوں کے ساتھ ان کی معاشرت سال دو سال کے لیے نہ تھی۔ بلکہ زندگی بھر کے لیے تھی۔

(تاریخ الامم والملوک للطبری: ۳۶۵/۵)

اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے حاکموں کو ذمیوں کے حقوق سکھانے میں سستی نہیں کی کہ تنگ کرنے سے باز رہیں۔ آخر کار وہ رک گئے اور آپ رحمہ اللہ نے عبد الرحمٰن بن نعیم رحمہ اللہ کو لکھا: کسی اس گرجا کو یا عبادت خانہ کو یا آتش کدے کو منہدم نہ کرو جس پر تم سے صلح کر لی گئی ہے اور جب بنی امیہ کے امراء نے سیاست کا ارادہ کیا تو آپ رحمہ اللہ نے اس سے یہ عہد لیا کہ ذمیوں کو نہ ستائیں اور نہ قوم کے کسی آدمی کو تنگ کریں۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ لابن الجوزی ص: ۷۷)

قدیم گرجوں کی حفاظت

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے دل سے کبھی یہ بات اوجھل نہیں ہوئی کہ عبادت خانوں کا باقی رہنا قوم کے لیے موجب اصلاح ہے اور گرجے عبادت خانے ہی ہیں۔ ان میں جا کر لوگ مہذب اور با اخلاق بنتے ہیں اور نکھرتے ہیں۔ آپ رحمہ اللہ سے دو خارجیوں نے آ کر ذمیوں کے بارے میں پوچھا تو آپ رحمہ اللہ نے فرمایا ان کے لیے ان کے عہد ہیں۔ انہوں نے پوچھا کیا انہیں ان کی طاقت سے زیادہ تکلیف دی جا سکتی ہے۔ فرمایا: اللہ ہر انسان (دنیا میں) کو اس کی طاقت کے اندر ہی تکلیف دیتا ہے۔ انہوں نے درخواست کی اگر گرجے ڈھا دیئے جائیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے یہ بات نہیں

مانی اور ان سے کہا: یہ گرجے میری رعایا کی اصلاح میں شامل ہیں۔ پھر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کسی پرانے گرجے کو نہیں مٹایا۔ البتہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نئے گرجے منہدم کردیئے کیونکہ ایسا زمانوں میں رواج تھا۔

(مطول تاریخ عرب ص ۳۱۲)

خلافت کو جمہوریت میں تبدیل کرنے کی خواہش

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا منشاء مقصود خلافت کو جمہوری شکل میں تبدیل کرنا تھا لیکن یہ مستقل تغیران کے بس میں نہ تھا۔ اس لیے کہ اب شاہی خاندان میں موروثی بادشاہت اصولی حیثیت سے مسلم ہو چکی تھی اور عام مسلمان بھی اس کے خوگر ہو گئے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بعض مواقع پر اپنے اس خیال کا اظہار بھی کر دیا کہ ایک دفعہ فرمایا:

"اگر خلافت کا معاملہ میرے اختیار میں ہوتا تو میں قاسم بن عبداللہ کو خلیفہ بنا دیتا۔"

(طبقات ابن سعد: ۵/ ۲۵۴)

بلکہ ایک مرتبہ آل مروان کو اس کی دھمکی بھی دی۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ انہوں نے جمع ہو کر آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ گزشتہ خلفاء ہمارے ساتھ جو کچھ کرتے تھے۔ وہ سب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کم کر دیا اور اس پر بڑی برہمی ظاہر کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"اگر آئندہ پھر تم نے میرے سامنے اس قسم کی باتیں کیں تو میں چھوڑ کر مدینہ چلا جاؤں گا اور خلافت کو شوریٰ پر چھوڑ دوں گا۔ میں اس کے اہل (قاسم بن عبداللہ) پہچانتا ہوں۔"

(طبقات ابن سعد: ۵/ ۲۵۳)

بادشاہت کے امتیازات کا استیصال

لیکن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد یزید بن عبد الملک کو نامزد کر گیا تھا۔ اسلئے یہ انقلاب آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اختیار میں نہ رہ گیا تھا۔ تاہم جہاں تک ہو سکا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بادشاہت کا زور توڑنے اور اس کے مفاسد کو دور کرنے کی پوری کوشش کی اور ہر شعبہ سے ملوکیت کے اثرات کو بالکل مٹا دیا۔ خلفاء کے ساتھ نقیب و علمبردار چلتے تھے۔ نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح ان پر درود و سلام بھیجا جاتا تھا۔ سلام میں خاص امتیاز برتا جاتا تھا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام امتیازات کو مٹا دیا۔ چنانچہ پہلی بار جب پولیس افسر نے حسب دستور نیزہ لے کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ چلنا چاہا۔ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے روک دیا کہ میں عامۃ المسلمین کا ایک معمولی فرد ہوں۔ اسلام کے متعلق ہدایت فرمائی کہ عام سلام کیا جائے۔ عمال کو فرمان لکھا کہ پیشہ ور واعظ خلفاء پر درود و سلام بھیجتے ہیں۔ انہیں روک دو اور حکم دو کہ وہ عامۃ المسلمین کیلئے دُعا کریں، باقی چھوڑ دیں۔ مخصوص میرے لیے کوئی دعا نہ کرو بلکہ تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے دعا کرو۔ اگر میں ان میں ہوں گا۔ تو میں بھی شامل ہو جاؤں گا۔ شاہی خاندان کے متعلق ابوبکر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ کسی کو صرف اس لیے ترجیح نہ دو کہ وہ خاندان خلافت سے تعلق رکھتا ہے میرے نزدیک یہ لوگ عامۃ المسلمین کے برابر ہیں اور اسے عملاً کر کے دکھا دیا۔ ایک مرتبہ مسلمہ بن عبد الملک رحمۃ اللہ علیہ ایک مقدمہ میں فریق کی حیثیت سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اجلاس میں آیا اور درباری فرش پر بیٹھ گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے کہا کہ اپنے فریق کی موجودگی میں تم فرش پر نہیں بیٹھ سکتے، یا عام لوگوں کے برابر بیٹھو یا کسی دوسرے کو اپنا وکیل مقرر کرو۔ شاہی خاندان کے وظائف عام مسلمانوں کے برابر کر دیئے، غرض آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ملوکیت کے کنگرے کو پست کر کے عام سطح کے برابر کر دیا۔

(تابعین ص ۳۴۸)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا عہد جاہ وجلال اور اصول پرستی کا تھا۔ انہوں نے سیاسی انداز سے ہٹ کر چلنے والوں کو معزول بھی کیا اور اہلیت رکھنے والے افراد کو مسندِ اقتدار پر بھی بٹھایا۔ اس بارے میں مثالیں درج کرتے ہیں۔

مخلد بن یزید کی سفارش

مخلد بن یزید خراسان سے دربار خلافت میں آکر حاضر ہوا اور اپنے باپ کی رہائی کی سفارش کی اور یہ گزارش کی کہ اگر وہ (یعنی یزید بن مہلب) کوئی حجت و دلیل پیش کرے تو اس کو قبول فرمائیے یا اس کو حلف دیجئے اور اگر یہ دونوں باتیں منظور نہ ہوں تو اس سے جس بات پر آپ رحمۃ اللہ علیہ چاہیں مصالحت کرلیں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو منظور نہ کیا لیکن مخلد کے شکر گزار ہوئے پھر جب یزید نے خمس جرجان ادا نہ کیا تو اونی جبہ پہنا کر اونٹ پر دُھلک کی طرف روانہ کیا گیا۔ لوگوں کی طرف سے ہو کر گزرا تو چلانے لگا۔ کیا میرا کوئی عزیز و اقارب نہیں ہے جو دُھلک کی طرف جانے سے مجھے بچا لے؟ سلامہ بن نعیم خولانی نے حاضر ہو کر عرض کیا "آپ رحمۃ اللہ علیہ یزید کو قید خانے میں پھر واپس بھیج رہے ہیں مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی قوم اس کو چھین لے گی کیونکہ وہ سخت غصّے میں بھری ہوئی ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً اس کو قید خانے بھیج دیا۔ حتیٰ کہ وہ قید خانے سے بھاگ نکلا۔

جراح بن عبداللہ کی معزولی

جس وقت یزید گورنری خراسان سے معزول کیا گیا تو اس زمانے میں جہم بن ذخر جعفی جرجان کا والی تھا۔ عراق کے گورنر نے یزید کی معزولی کے بعد ایک شخص کو جرجان کا والی بنا کر بھیجا تھا۔ جہم بن ذخر نے اس کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ پس جب جراح بن عبداللہ

عکمی گورنر خراسان ہو کر آیا تو اس نے عامل جرجان کو رہا کر دیا اور جہم کی اس حرکت سے ناراض ہو کر کہنے لگا۔ اگر تمہاری (جہم اور جعفر) قرابت مجھ سے نہ ہوتی تو میں بھی تمہارے ساتھ یہی برتاؤ کرتا" بعد ازاں جہم کو لڑائی پر بھیج دیا اور ایک وفد حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں روانہ کیا کسی نے اہل وفد میں سے یہ کہہ ڈالا کہ جراح موالی کو بلا وظیفہ و رسد کے جہاد پر بھیج دیتا ہے اور ذمیوں میں سے جو لوگ مسلمان ہو جاتے ہیں۔ ان سے بھی خراج لیتا ہے اور در حقیقت وہ ظلم و تعدی میں حجاج بن یوسف کا پیرو کار ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ جو شخص نماز ادا کرتا ہو۔ اس کا جزیہ معاف کر دو لوگ یہ سنتے ہی جزیہ کے خوف سے جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے۔ جراح نے ان لوگوں کا ختنہ سے امتحان لیا اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو اس سے مطلع کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا کہ اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو داعی مبعوث کیا ہے نہ کہ خاتن اس واقعہ کے بعد امیر المومنین حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جراح کو بلا بھیجا اور یہ بھی حکم صادر کیا کہ اپنے ہمراہ ابو مخلد کو لیتے آنا۔

(تاریخ ابن خلدون حصہ دوم ص:۵۱۔۶۵۰)

خالد بن ریان کی معزولی

خالد بن ریان ولید بن عبد الملک کا محافظ تھا۔ جب حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو اسے اس کے منصب سے معزول کر دیا اور فرمایا:

"مجھے اس کی لوگوں پر بے جا سختی یاد آجاتی ہے۔"

پھر اللہ سے دعا کی:

"اے اللہ میں نے تیری رضا کی خاطر اسے نیچا کیا ہے۔ اب اسے کبھی اونچا نہ کرنا۔"

چنانچہ کسی نامور کو اس طرح گمنام ہوتے نہیں دیکھا گیا۔ جیسا کہ خالد بن ریان نے گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ بعد ازاں یہ معمولی حالت (گمنامی کی حالت) میں رہا کرتا تھا اور کسی کو معلوم نہیں تھا کہ زندہ ہے یا مر چکا ہے۔ یہاں تک کہ لوگ کہا کرتے تھے۔ خدا جانے خالد کا کیا ہوا زندہ بھی ہے یا مر گیا۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لا بن عبد الحکم ص ۲۴)

گورنر سے حلف

وھب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا:

''یمن کے بیت المال سے چند دینار گم ہو گئے ہیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں لکھا: اما بعد! میں تمہارے دین وایمان پر اعتراض نہیں کرتا مگر مجھے تمہاری کوتاہی اور غفلت کی شکایت ہے۔ میں مسلمانوں کے مال کے مقدمے میں مسلمانوں کی طرف سے وکیل ہوں میرا مقصد یہ ہے کہ میں انہیں تم سے حلف لینے پر جرأت دلاؤں لہٰذا مسلمانوں کی خاطر حلف اٹھائیے۔ والسلام!۔''

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لا بن عبد الحکم ص ۲۲۔۱۲۱)

احیائے خلافت کا ایک منفرد انداز

موسیٰ بن ایمن راعی رحمۃ اللہ علیہ نے جو محمد بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ لوگوں سے کہا۔ امیر المومنین حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے عہد خلافت میں حقیقتاً شیر اور بکریاں اور چھوٹے جانور ایک گھاٹ پر پانی پیتے تھے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے چند دعائیہ جملے بالعموم یہ ہوتے تھے۔ اے اللہ لوگوں کو میں نے جس چیز کا حکم دیا۔

انہوں نے میری اطاعت کی اور وہ ہر اس چیز سے باز رہے جس سے میں نے تیرے حکم کے مطابق ان کو منع کیا اے اللہ یہ سب تیری توفیق ہے۔ جو تو نے انہیں اور مجھے دی ہے۔ عمر بن عبد العزیز تو تیری رحمتوں کے حاصل کرنے کا اہل نہیں ہے۔ یہ تیری رحمت ہی ہے۔ جس نے اس بندہ ناچیز کو اس قابل بنایا ہے۔

ایک شخص حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور کہنے لگا آپ رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے خلافت لوگوں کے لیے زینت اور تفاخر کا باعث تھی لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات خود خلافت کے لیے باعث زینت ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اللہ کی قسم! اسی طرح ہیں۔ جس طرح مالک بن اسماء نے کہا:

وتزيدين طيب الطيب طيبا ان تمسيه أين مثلك أينا

''اے محبوبہ! تو سب سے زیادہ خوشبو میں بسے ہوئے شخص میں یہ خوشبو بڑھا دیتی ہے۔ ترا مثل کہاں ہے؟ کہیں نہیں۔''

واذالدر زان حسن وجوه كان للدر حسن وجهك زينا

''اور جب موتی چہروں کا حسن دو بالا کر دیتے ہیں تو تیرے رخ انور کا حسن موتیوں کی زینت ہوتا ہے۔''

(تاریخ الاسلام للذہبی: ۸/۵۰، تاریخ دمشق لابن عساکر: ۱۰/۵۱۰،

تہذیب الکمال فی أسماء الرجال للمزی: ۴/۲۷۰)

فرائض خلافت کا احساس

ہشام بن عبد الملک رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ فاطمہ بنت عبد الملک رحمۃ اللہ علیہا نے فقہاء میں سے کسی کو بلا بھیجا اور کہا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ امیر المومنین جو کچھ کرتے ہیں۔ اس کی ان میں طاقت نہیں ہے۔ پوچھا وہ کیا ہے۔ فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا نے کہا کہ جب سے وہ والی ہوئے

ان کا اپنے گھر والوں کے ساتھ کوئی خاص تعلق نہ رہا۔ فقیہ مذکورہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے ملے اور کہا امیر المومنین مجھے ایک ایسی بات معلوم ہوئی ہے کہ اندیشہ ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی قدرت نہ ہوگی۔ پوچھا وہ کیا ہے؟ ہشام نے کہا کہ آپ کے متعلقین کے لیے بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ پر حقوق ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ وہ شخص اس کے پاس کیسے آ سکتا ہے جس کی گردن میں اُمتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذمہ داری کا بوجھ ڈال دیا گیا ہے اور جس کی اس ذمہ داری کے متعلق قیامت کے دن اللہ ربّ العزت سوال کریں گے۔

ایک شیخ سے مروی ہے کہ جب دابق میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ والی ہوئے تو ایک رات کوگشت کے لیے نکلے ہمراہ ایک سپاہی تھا۔ وہ مسجد میں گئے، تاریکی میں ایک شخص کے پاس سے گزرے جو سورہا تھا۔ اسے ان کی خبر ہوگئی سر اٹھا کر کہا کہ کیا تم پاگل ہو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا نہیں۔ سپاہی نے مارنے کا ارادہ کیا۔ تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ خبردار اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ تم کیا مجنون ہو۔ میں نے کہا: نہیں۔

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ ہمارے لیے فرصت نکالتے (تو بہتر ہوتا) حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

"فرصت کہاں۔ فرصت تو گئی، فرصت تو سوائے اللہ کے یہاں کہیں نہیں۔"

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

"مجھے فرصت دو کیونکہ میرے لیے کام ہے اور حوائج ہیں۔"

(طبقات ابن سعد: ۳۷۶/۵)

باب ۳

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ

اخلاقیات کے آئینہ میں

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی تمام حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کی آئینہ دار رہی۔ اخلاقی اقدار کو فروغ دیا اور انہوں نے حسب ذیل طریقہ سے اخلاقیات میں اہم اقدام اٹھائے:

۱۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے مذہبی اخلاقیات

۲۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے معاشرتی اخلاقیات

۳۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے علمی وفنی اخلاقیات

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ

کے مذہبی اخلاقیات

اللہ عزوجل نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو جو تفقہ فی الدین عطا فرمایا تھا اسی کا کمال تھا کہ وہ ایک ایسی مثالی خلافت کے قیام کے اہل بن کر ابھرے۔ انہوں نے مذہب کو علم ہی نہیں سمجھا بلکہ عمل کی زینت بنا کر مذہبی بالا دستی کو منوایا اور اصول پر عمل پیرا رہتے ہوئے اپنی رعایا پر رحم و کرم کے دروازے کھول دیئے اور ایسا معاشرہ تشکیل دیا جہاں پھر سے مذہب کو زندگی کا نصب العین تصور کیا جانے لگا۔ لوگوں میں صحیح مذہبی شعور بیدار ہوا۔ جس نے سرزمین عرب میں اس ''خلافت راشدہ'' کی تشکیل کو اعلیٰ مقاصد سے آراستہ کر دکھایا اور قدیم روایات کو نئی جہتوں سے متعارف کرایا۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا سراپا کردار مذہبی اقدار سے ہمکنار نظر آتا ہے۔ ابھی ہم تاریخی روایات سے اس کو احاطۂ تحریر میں لاتے ہیں۔ سب سے پہلے ان کی عبادات پر طائرانہ نظر ڈالی جاتی ہے۔ پھر دیگر نکات پر۔

خوفِ الٰہی

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ فاطمہ بنت عبد الملک رحمۃ اللہ علیہا سے

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی عبادت کا حال دریافت کیا گیا تو کہنے لگیں! اللہ کی قسم! وہ اور لوگوں سے زیادہ نماز روزہ تو نہیں کرتے لیکن اللہ کی قسم! میں نے ان سے بڑھ کر کسی کو اللہ کے خوف سے کانپتے نہیں دیکھا۔ وہ اپنے بستر پر اللہ کا ذکر کرتے، تو خوف خداوندی کی وجہ سے چڑیا کی طرح پھڑ پھڑانے لگتے۔ یہاں تک کہ ہمیں اندیشہ ہوتا کہ ان کا دم گھٹ جائے گا اور لوگ صبح کو اٹھیں گے تو خلیفہ سے محروم ہوں گے۔

ایک رات حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ ''سورۃ اللیل'' پڑھ رہے تھے۔ جب اس آیت پر پہنچے:

فَاَنۡذَرۡتُکُمۡ نَارًا تَلَظّٰی ۝

ترجمہ: ''پس میں نے تم کو ڈرا دیا بڑھکتی آگ سے۔''

(سورۃ اللیل:۹۲ آیت:۱۴)

تو ہچکی بندھ گئی دم گھٹ گیا۔ آگے نہیں پڑھ سکے دوبارہ پھر نئے سرے سے شروع کی جب اس آیت پر پہنچے تو پھر وہی کیفیت ہوئی اور آگے نہیں پڑھ سکے۔ بالآخر یہ سورت چھوڑ کر دوسری سورت پڑھی۔

ایک دن حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنی اہلیہ فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا کے پاس تھے۔ ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا! آج کی بہ نسبت وابق کی راتوں میں ہم زیادہ عیش و راحت میں تھے۔

عرض کیا! آج آپ رحمۃ اللہ علیہ کو جتنی قدرت ہے۔ اس سے پہلے کبھی نہیں تھی۔ یہ سن کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی چیخ نکل گئی اور یہ کہتے ہوئے وہاں سے تشریف لے گئے فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا! مجھے دوزخ کی آگ سے ڈر لگتا ہے۔ فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا! اگر میں اپنے ربّ کی نافرمانی کروں تو میں بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص سے فرمایا:

''اے فلاں! میں نے گزشتہ رات ایک سورت پڑھی جس میں قبر کی زیارت کا ذکر ہے۔

أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝

ترجمہ: ''غافل رکھا تم کو بہتات کی حرص نے یہاں تک کہ تم نے قبروں کی زیارت کی۔''

(سورۃ التکاثر: ۱۰۲ آیت: ۱،۲)

''اب بتاؤ زیارت کنندہ اپنے میزبان کے پاس کب تک رہے گا؟ آخر اسے وہاں سے واپس لوٹنا ہے مگر کہاں یا جنت کی طرف یا دوزخ کی طرف۔ (مطلب یہ کہ دُنیا اَبدی قیام گاہ نہیں، ابدی قیام گاہ جنت یا دوزخ۔''

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ لابن عبد الحکم ص: ۴۸۔۴۷)

اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونے کا خوف

ایک شخص حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے پاس آیا اور عرض کیا: اے امیر المومنین! میرے اس کھڑے ہونے سے آپ رحمہ اللہ اپنا کھڑا ہونا یاد کیجیے جس دن دعویٰ کرنے والوں کی کثرت آپ رحمہ اللہ کو اللہ سے اوجھل نہیں کر سکے گی۔ جس دن آپ رحمہ اللہ اللہ کے سامنے پیش ہوں گے مگر نہ تو عمل پر کوئی اعتماد ہوگا نہ گناہ سے چھٹکارے کی کوئی صورت ہوگی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے یہ سن کر فرمایا:

''ارے میاں!! اپنی بات دوبارہ کہو۔ اس نے پھر دُہرا دی حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ رو رہے تھے اور بار بار فرما رہے تھے۔ ہاں ذرا پھر دہرانا۔''

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ لابن عبد الحکیم ص: ۱۸۳)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی رقت

جب سے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت ملی تھی۔ اس وقت سے آپ رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ سہمے رہتے تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ ہنسی مذاق کو رزالت سمجھتے تھے کہ اس سے کینہ پیدا ہوتا ہے اور اس سے زیادہ گری ہوئی کسی بات کو نہ سمجھتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ برابر پیر، جمعرات، عرفہ اور یومِ عاشورہ کا اور محرم الحرام کے پہلے عشرے کے بھی کا روزہ رکھا کرتے اور بلا ناغہ روزانہ قرآن کریم خواہ تھوڑا ہی سہی پڑھا کرتے تھے۔ اگرچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کثیر العبادت نہ تھے لیکن تھوڑی عبادت مگر پابندی کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ یوں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ اندازِ عبادت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث کا مصداق تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کو وہ عبادت بڑی پسند ہے جو ہمیشگی کے ساتھ کی جائے خواہ وہ کم ہی ہو۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز سے بہت مشابہ تھی۔ ابو قلابہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے دس صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کے رکوع اور سجدے کے بارے میں کہا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی نماز پڑھا کرتے تھے۔

(تاریخ دار ریاض ص:۸۳،

سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ از سید الاھل ص:۱۵۲)

خشیت الٰہی میں اشک باری

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی زوجہ محترمہ فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا کہتی ہیں۔ میں نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ کسی کو صوم وصلوۃ اس پابندی اور کثرت سے

پڑھتے نہیں دیکھا اور نہ کسی کو خدا سے اس قدر خوف وخشیت میں مبتلا دیکھا جتنا حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا جب سے ہماری شادی ہوئی ہے اور وہ خلیفہ ہوئے ہیں۔ ہم من پسند اور عیش وعشرت کی زندگی سے یکسر بیگانہ ہو گئے تھے۔ وہ عشاء کی نماز پڑھتے تو ان پر خشیت الٰہی کا اتنا غلبہ ہوتا تھا کہ آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھیں۔ علی بن زید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ میں نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ کسی کو روتے ہوئے اور خدا کے خوف میں مبتلا نہیں دیکھا بعض لوگوں کا کہنا ہے جب وہ لیٹنے کے لیے بستر پر آتے تو یہ آیات پڑھتے:

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ وَ النُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ○

ترجمہ: ''یقیناً تمہارا پروردگار وہ رب ہے جس نے سارے آسمانوں و زمینوں کو چھ دن میں بنایا۔ پھر اس نے عرش پر استواء فرمایا۔ وہ دن کو رات کی چادر اوڑھا دیتا ہے جو تیز رفتاری سے چلتی ہوئی اس کو آ دبوچتی ہے اور اس نے سورج اور چاند پیدا کیے ہیں۔ جو سب اس کے حکم کے آگے مسخر ہیں۔ یاد رکھو کہ پیدا کرنا اور حکم دینا سب اسی کا کام ہے۔ بڑی برکت والا ہے اللہ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔''

(سورۃ الاعراف: ۷ آیت: ۵۴)

اس کے بعد ان آیات کی تلاوت کرتے:

اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤی اَنْ یَّاْتِیَهُمْ بَاْسُنَا بَیَاتًا وَّ هُمْ نَآئِمُوْنَ ○

اَوَ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ○

ترجمہ: ''اب یہ بتاؤ کہ کیا (دوسری) بستی کے لوگ اس بات سے بالکل بے خوف ہو گئے ہیں کہ کسی رات ہمارا عذاب ان پر ایسے وقت آ پڑے۔ جب وہ سوئے ہوئے ہوں؟ اور کیا ان بستی کے لوگوں کو اس بات کا (بھی) کوئی ڈر نہیں ہے کہ ہمارا عذاب ان پر کبھی دن چڑھے آ جائے جب وہ کھیل کود میں لگے ہوئے ہوں؟''

(سورۃ الاعراف:۷، آیت:۹۷، ۹۸)

وہ اکثر اوقات لوگوں اور اپنے دوست احباب کو اپنے پاس جمع کرتے تو موت کا ذکر کرتے۔

(البدایہ والنہایہ لابن کثیر:۹/۲۸۷)

عبادت میں انہماک اور گریہ وزاری

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ جیسے ہی گھر میں تشریف لاتے تو سر سجدے میں رکھ کر مسلسل روتے تھے یہاں تک کہ نیند غالب آ جاتی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ وہیں مصلے پر ہی سو جاتے پھر جیسے ہی بیدار ہوتے تو ویسے ہی سجدہ میں گر گریہ شروع کر دیتے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی۔ ولید بن سائب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے لوگوں میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا پایا ہے۔ سعید بن سوید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ جب حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ جمعہ کی نماز پڑھانے تشریف لاتے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی قمیص میں آگے اور پیچھے پیوند لگے ہوتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اس حالت میں دیکھ کر ایک آدمی نے کہا کہ اے امیر المومنین! آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اللہ کا دیا سب کچھ ہے۔ نیا لباس لے لیجئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سن کر تھوڑی دیر سر کو جھکائے رکھا پھر سر اٹھایا اور فرمایا کہ دولت

مندی میں میانہ روی اور طاقت میں عفو و درگزر اس سے بہت ہی افضل ہے۔

ابراہیم بن میسرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے امام طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ تو مہدی ہیں۔

امام طاؤس رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

''وہ صرف مہدی ہی نہیں بلکہ عادل کامل بھی ہیں۔''

حضرت عمر بن اسد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لوگ بہت سامان لے کر حاضر ہوتے مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ قبول نہ فرماتے اس لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ اموال سے سروکار نہ رکھتے تھے۔ مفتی مکہ امام عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زوجہ محترمہ فاطمہ بنت عبد الملک رحمۃ اللہ علیہا نے مجھے بتایا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو جب خلافت دی گئی تو وہ گھر میں آ کر مصلے پر بیٹھے اور اتنا روئے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی داڑھی آنسوؤں سے بھیگ گئی میں نے امیر المومنین سے رونے کی وجہ پوچھی تو فرمایا:

''اے فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا! مسلمانوں کی گرانی اور فلاح کا سارا بوجھ میری گردن پر ڈال دیا گیا ہے۔ میں بھوکے ننگے، فقیروں، مریضوں، اسیروں، مسافروں، کمزوروں، بوڑھوں، بچوں اور عیال داروں وغیرہ کی تمام مصیبتوں کے بارے میں سوچتا اور غور کرتا ہوں اور ڈرتا ہوں کہ اللہ ان میں سے کسی کے متعلق مجھ سے باز پرس فرمالے تو میں کیا جواب دوں گا۔ بس یہ ہے میرے رونے کا سبب۔''

(تاریخ الخلفاء للسیوطی ص:۳۲۰-۳۲۱)

موت اور قیامت کا بکثرت ذکر

سعید بن ابی عروبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ جب موت

کو یاد کرتے تو ان پر کپکپی طاری ہو جاتی۔

عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ ساری رات فقہاء کو اپنے پاس بٹھا کر ان سے موت اور قیامت کی باتیں کرتے یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے معمول میں تھا اور پھر اتنا روتے کہ یوں لگتا جیسے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جنازہ رکھا ہو۔

عبید اللہ بن بن عیزار کہتے ہیں۔ ایک دفعہ شام میں مٹی کے منبر پر چڑھ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خطبہ دیا اور لوگوں سے فرمایا:

''اپنے باطن کو پاکیزہ بناؤ۔ ظاہر خود بخود پاک ہو جائے گا آخرت کے لیے کماؤ دنیا خود بخود حاصل ہو جائے گی۔ یاد رکھو آدم علیہ السلام سے لے کر تمہارے والدین تک سب موت کی نذر ہو گئے اللہ ہم کو اپنی اصلاح اور ایمان کی سلامتی کی توفیق بخشے۔''

غسان رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا کہ مجھے نصیحت فرمائیے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میری صرف یہی نصیحت ہے کہ اللہ سے ڈرو اور بے جا سختی کو اپنے اوپر سے دور کر و اللہ اس میں تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہیں فراغت نصیب ہو گی۔

بعض لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے گریہ و پکار پر اعتراض کرتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ جواب دیتے:

''تم لوگ میرے رونے پر اعتراض کرتے ہو حالانکہ اگر فرات کے کنارے بکری کا ایک بچہ بھی ہلاک ہو گیا تو عمر بن عبد العزیز اس کے بدلہ میں پکڑا جائے گا۔''

ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک فوجی افسر سلیمان بن ابی کریمہ رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا۔

''اللہ تعالیٰ کی رحمت و خشیت کا سب سے زیادہ مستحق وہ بندہ ہے۔

جس کو اس نے اس کی آزمائش میں ڈالا جس میں میں ہوں، اللہ تعالیٰ کے نزدیک مجھ سے زیادہ سخت حساب دینے والا اور اگر اس کی نافرمانی کروں تو مجھ سے زیادہ ذلیل کوئی نہیں ہے۔ اپنی حالت سے سخت دل گرفتہ ہوں مجھے خوف ہے کہ میرے یہ حالات مجھے ہلاک نہ کردیں مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم جہاد فی سبیل اللہ کے لیے جانیوالے ہو تو بھائیو! جب تم میدان جہاد میں پہنچ جاؤ تو خدا سے دعا کرو کہ وہ مجھے شہادت عطا فرمائے اس لیے کہ میری حالت نہایت سخت اور میرا خطرہ بہت بڑا ہے۔"

آیاتِ قرآنی سے تأثر

طبیعت نہایت اثر پذیر تھی۔ قرآن کی پر موعظت آیات پڑھ کر بے حال ہو جاتے تھے۔ ایک شب کو یہ آیات

يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ○ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ○

ترجمہ: "جس دن لوگ مثل بکھرے ہوئے پروانوں کے ہوں گے اور مثل پہاڑ دھنی ہوئی روئی کے ہوں گے۔"

(سورۃ القارعۃ: ۱۰۱ آیت: ۴، ۵)

تلاوت کر کے زور سے چیخے اور کہنے لگے: "واسوء صباحاہ" پکارتے ہوئے گرے کہ معلوم ہوتا تھا۔ دم نکل جائے گا۔ پھر اس طرح ساکن ہو گئے کہ معلوم ہوتا تھا۔ ختم ہو گئے۔ پھر ہوش میں آئے اور "واسوء صباحاہ" کا نعرہ لگا کر تڑپے اور ساتھ کہتے جا رہے تھے کہ افسوس اس دن پر جب لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح اور پہاڑ دھنکی

ہوئی اون کی طرح ہوں گے یہ حالت صبح تک قائم رہی پھر اس طرح گرے کہ مردہ معلوم ہوتے تھے یہاں تک کہ موذن کی آواز نے ہوشیار کیا۔ ایک دن نماز میں یہ آیات:

فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○

ترجمہ: ''چنانچہ تمہارے رب کی قسم! ہم ایک ایک کر کے ان سب سے ان پوچھیں گے۔ کہ وہ کیا کچھ کیا کرتے تھے۔''

(سورۃ الحجر ۱۵، آیت: ۹۲)

پڑھی تو اتنے متاثر ہوئے کہ اسی کو بار بار دہراتے رہے اور اس سے آگے نہ پڑھ سکے۔

(تابعین للذہبی ص: ۳۹۲)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی پابندی نماز

سلیمان بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ جب خلیفہ تھے میں نے ان کے مؤذن کو خناصرہ میں دیکھا کہ وہ ان کے دروازے پر سلام کرتا تھا۔ ''السلام علیك امیر المومنین ورحمة الله و برکاته'' وہ سلام ختم کرنے نہ پاتا تھا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نماز کے لئے چلے جاتے تھے۔

اور ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ابو عبیدہ مولائے سلیمان رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ میں نے خناصرہ میں موذن کو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دروازے پر کھڑے ہوئے دیکھا وہ کہتا تھا ''السلام علیك امیر المومنین ورحمة الله و برکاته۔'' نماز کو آیئے نماز کو آیئے نماز کا وقت ہو چکا ہے۔ اللہ آپ رحمۃ اللہ علیہ پر رحمت کرے میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ مؤذن کو دوبارہ کہنے کی ضرورت پڑی ہو۔ اکثر ہم ان کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہیں مگر جب موذن نے ''قدقامت

الصلوۃ" کہا تو انہوں نے کہا کہ لوگو کھڑے ہو جاؤ۔

(طبقات ابن سعد: ۳۴۷/۵)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا غسل اور وضو

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ وہ اپنے گھر میں تہبند پہن کے غسل کرتے تھے۔ یزید بن ابی مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو تانبے (کے برتن) میں وضو کرتے دیکھا ہے۔ منذر بن عبید سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ وضو کر کے رومال سے اپنا منہ پونچھتے تھے۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ گرم پانی سے وضو کرتے تھے اور پھر اس کو پیتے تھے جس کے ساتھ وضو کرتے تھے کیونکہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتِ طیبہ ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی امامت

میں نے خناصرہ میں ان کے پیچھے نماز پڑھی۔ پہلی تکبیر میں اپنی آواز کو بلند کرتے اور قرأت کرتے ہوئے سنا۔ صف اوّل کو "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ" کی آہستہ قرأت سنا رہے تھے۔ "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" نہیں پڑھتے تھے۔ جب وہ واپس ہوئے تو میں نے (اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے) پوچھا کہ یا امیر المومنین کیا آپ "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" کو آہستہ پڑھتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر میں آہستہ پڑھتا ہوں تو ضرور بلند آواز سے بھی پڑھتا ہوں (یعنی دونوں طریقوں پر عمل کر لیتا ہوں)۔

(طبقات ابن سعد: ۳۴۸/۵)

خطبہ جمعہ کیلئے عصا مبارک

حضرت عمرو بن مہاجر رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ جمعے کے دن دو خطبے پڑھتے اور بیٹھ جاتے۔ دونوں کے درمیان قدرے سکوت کرتے، ہاتھ میں عصا ہوتا جس کو وہ اپنی رانوں پر رکھ لیتے۔ لوگوں کو گمان تھا کہ وہ عصا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ پہلے خطبے سے فارغ ہو کر قدرے سکوت کرتے پھر کھڑے ہو کر اسی عصا پر سہارا لگا کر دوسرا خطبہ پڑھتے۔ تھک جاتے تو اس پر سہارا لگاتے اور اسے اٹھائے رہتے جب نماز شروع کرتے تو اسے اپنے قریب رکھ دیتے۔

(طبقات ابن سعد: ۲۳۹/۵)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی نماز عیدین

اسحاق بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو جو خناصرہ میں تھے۔ دیکھا کہ شب عرفہ عصر کی نماز کے بعد واپس ہوئے اور اپنے مکان کو چلے گئے مسجد میں نہیں بیٹھے، مغرب کے وقت باہر آئے۔ یوم الاضحیٰ کو جب آفتاب طلوع ہو گیا تو باہر تشریف لائے اور مختصر خطبہ دیا لیکن ان کا یہ عید الاضحیٰ کا خطبہ عید الفطر سے طویل تھا۔ میں نے دیکھا کہ عیدگاہ کی جانب پیدل روانہ ہوئے۔ اس طرح ان کے مبارک دور میں دوبارہ اس طرح کی سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا احیاء ہو چکا تھا۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ وہ یوم عرفہ (۹ ذی الحجہ) کی ظہر سے ایام تشریق (۹۔۱۰۔۱۱۔۱۲۔۱۳ ذی الحجہ) کے آخر دن کی نماز عصر تک تکبیر کہتے تھے۔

عبداللہ بن العلاء رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو ہر نماز کے بعد تکبیر "اللہ اکبر وللہ الحمد" تین بار کہتے سنا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ وہ عید الفطر کے روز سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زندہ کرتے ہوئے عید گاہ جانے سے پہلے کچھ کھالیا کرتے تھے۔

حضرت عمر بن عثمان بن ہانی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو بلند آواز سے تکبیر کہتے سنا کہ دوسرے سن سکیں پہلی رکعت میں سات تکبیروں کے بعد قرأت کرتے۔ دوسری میں پانچ تکبیرات اور قرأت۔ پہلی رکعت میں ''ق. والقران المجید'' اور دوسری رکعت میں ''اقتربت الساعة'' پڑھتے۔

حضرت عمر بن عثمان بن ہانی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ عید میں جب منبر پر چڑھتے تو سلام کرتے۔

اسماعیل بن ابی حکم رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ میں نے عید الفطر میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو جب وہ خلیفہ تھے۔ دیکھا کہ وہ عید الفطر سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اپنے لیے کھجوریں منگوائیں اور کہا کہ عید گاہ جانے سے پہلے کھا لو۔ میں نے پوچھا کہ کیا اس معاملے میں کوئی چیز منقول ہے؟ انہوں نے کہا: ''ہاں!''

(طبقات ابن سعد: ۳۴۰/۵)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ادعیہ

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ درویش منش انسان ہمہ وقت اللہ کی یاد میں سرگرداں رہتے چنانچہ ان سے متعدد دعائیں منقول ہیں جو وہ بوقت ضرورت پڑھا کرتے تھے۔

زلزلہ، صدقہ اور دُعائیں

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے تمام علاقوں میں جلد از جلد فرمان بھیجا کہ یہ زلزلہ ایک ایسی چیز ہے۔ جس کے ذریعے اللہ بندوں پر عتاب فرماتے ہیں میں نے فلاں

شہر کے لوگوں کو لکھا تھا کہ وہ فلاں دن باہر نکلیں (اور توبہ واستغفار کریں) جو شخص صدقہ کر سکتا ہو وہ صدقہ کرے کیونکہ اللہ فرماتے ہیں۔ تحقیق کامیاب ہوا وہ شخص جو پاک ہوا اور اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی دُعا پڑھا کرو!

قَالَ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○

ترجمہ: ''اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر آپ ہماری بخشش نہ فرمائیں تو بلاشبہ ہم خسارہ اٹھانے والوں میں ہوں گے۔''

(سورہ الاعراف:۷آیت:۲۳)

اور نوح علیہ السلام کی دعا پڑھا کرو۔

اِلَّا تَغْفِرْلِيْ وَ تَرْحَمْنِيْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ○

ترجمہ: ''اگر آپ مجھے نہیں بخشیں گے اور مجھ پر رحم نہیں فرمائیں گے تو میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔''

(سورۃ ھود:۱۱آیت:۴۷)

اور موسیٰ علیہ السلام کی دعا پڑھا کرو۔

رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ.

ترجمہ: ''اے میرے رَبّ! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا پس مجھے بخش دے۔''

(سورۃ القصص ۲۸، آیت ۱۶)

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن عبد الحکم ص:۱۲۱۔۱۲۰)

خوش حالی اور شکر کی دُعا

عدی ابن ارطاۃ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لکھا کہ لوگوں کی رفاہیت

اور مال کی فراوانی اس قدر بڑھ گئی ہے کہ مجھے خطرہ ہو رہا ہے کہ ان میں تکبر اور سرکشی پیدا ہو جائے گی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا:

"اللہ جب اہل جنت کو جنت میں اور اہل جہنم کو جہنم میں داخل کر دیں گے تو اہل جنت کے صرف قول و ذکر و دعا پر راضی ہو جائیں گے۔

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝

ترجمہ: "اور وہ جنتی کہیں گے کہ تمام تر شکر اللہ کا ہے جس نے ہم سے اپنے وعدے کو سچا کر دکھایا، اور ہمیں اس زمین کا وارث بنا دیا کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں اپنا ٹھکانا بنا لیں۔ ثابت ہوا کہ بہترین انعام (نیک) عمل کرنے والوں کا ہے۔"

(سورۃ الزمر:۳۹؍ آیت:۷۴)

لہٰذا اپنے یہاں کے لوگوں کو کہو کہ وہ اللہ کا شکر کیا کریں۔"

(حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ از ابن عبد الحکم ص:۱۲۱)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی چند اور دُعائیں

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ یہ دعا کیا کرتے تھے۔

"اللّٰهم رضني بقضائك و بارك لي في قدرك حتى لا احب تعجيل ما اخرت ولا تاخير ما عجلت"

ترجمہ: "اے اللہ! آپ اپنی قضا پر مجھے راضی کر دیجئے اور اپنی تقدیر میں مجھے برکت دیجئے یہاں تک کہ جس چیز کو تو مؤخر کر دے میں اس کی

تعجیل کو پسند نہ کروں اور جو کچھ تو مجھے جلدی دے دے میں اس کی
تاخیر کو پسند نہ کروں گا۔"

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے۔ یہ دعا مجھے اس قدر راسخ ہوگئی ہے کہ اب میرے لیے قضا وقدر کے علاوہ کسی چیز کی کوئی خواہش ہی نہیں رہی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ جب خانہ کعبہ میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھا کرتے:

"اللّٰهم انك وعدك الامان دخل بيتك، وانت خير منزول به في بيته اللّٰهم اجعل امان ماتو هنني به، ان تكفيني موونة الدنيا حتى تبلغنيها برحمتك يا ارحم الرحمين."

ترجمہ: "اے اللہ آپ نے اپنے گھر میں داخل ہونے والوں کے لیے امن کا وعدہ کیا ہے اور آپ اپنے گھر میں آنے والوں کے لئے سب سے بہتر مہمان نواز ہیں۔ اے اللہ! مجھے ایسا پروانہ امن عطا فرما جس کے ذریعے مجھے امن وامان حاصل ہو وہ یہ کہ آپ دنیا کی مشقتوں سے میری کفایت فرمایئے اور جنت سے قبل جتنے ہولناک امور پیش آنے والے ہیں۔ ان سے بھی یہاں تک کہ "یاارحم الراحمین" آپ مجھے رحمت کے ساتھ جنت میں پہنچادیں۔"

نیز یہ دُعا کیا کرتے تھے:

"اللّٰهم البسنى العافيته حتى تهنني المعيشة واختم لي بالمغفرة حتى لا تضرّني الذنوب واكفني كل هول دون الجنة حتى تبلغنيها برحمتك يا ارحم الرحمين."

ترجمہ: "اے اللہ مجھے لباس عافیت عطا فرما۔ تاکہ میری زندگی خوشگوار ہو اور

بخشش پر میرا خاتمہ فرما۔ تا کہ گناہ مجھے نقصان نہ دے سکیں اور جنت سے قبل جتنی ہولنا کیاں ہیں۔ ان سے میری کفایت فرما۔ تا کہ آپ مجھے اپنی رحمت سے جنت میں پہنچا دیں۔ اے ارحم الرحمین۔"

اور یہ دعا بھی عرفات میں کرتے:

"اللّٰھم لا تعطینی فی الدنیا عطاء یبعدنی من رحمتك فی الاخرۃ."

ترجمہ: "اے اللہ مجھے دنیا میں ایسی چیز نہ دے جو مجھے آخرت میں آپ کی رحمت سے دور کر دے۔"

احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جمع کرنے کا حکم

کہا جاتا ہے کہ آپ نے ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا تھا:

"احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تلاش کر کے لکھو کیونکہ مجھے علم کے مٹ جانے کا اور علماء کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہے اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کو قبول کرو اور لوگوں کے لئے دین کی تعلیم کا انتظام کرنا چاہئے اور ایسی مجالس قائم کرنی چاہئیں جن میں علم سکھایا جائے تا کہ جاہل علم سے بہرہ اندوز ہوں۔ کیونکہ علم اس وقت مٹے گا جب وہ راز بن جائے گا۔"

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاهل ص ۲۵۹)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی حدیثی خدمات

جب ۹۹ھ میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ مسند خلافت پر جلوہ گر ہوئے تو

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تمام عمال کو لکھا:

انظروا حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاجمعوہ

کہ حدیث رسول اللہ کو ڈھونڈو اور جمع کرو۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری لابن حجر: ۱/۱۹۵

شرح زرقانی علی الموطأ للزرقانی: ۱/۶۵

تنویر الحوالک شرح موطأ مالک للسیوطی: ۱/۵

عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری للعینی: ۲/۱۲۹)

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مدینہ کے فقیہ و قاضی ابو بکر بن عمرو بن حزم خزرجی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۰ھ) کو بھی یہی بات لکھی۔ اس کی تعمیل میں ایک مجموعہ تو خود قاضی ابو بکر رحمۃ اللہ علیہ نے تیار کیا اور دوسرا امام محمد بن عبداللہ شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۴ھ) نے ترتیب دیا۔

(تاریخ حدیث ص: ۳۶-۳۵)

ایک بیباک و نڈر عالم

سعد بن مسعود تجیبی رحمۃ اللہ علیہ علماء کے معلم تھے اور اللہ کے دین میں کسی کی ملامت سے متاثر نہیں ہوتے تھے۔ نہ ان پر کسی بادشاہ کا رعب طاری ہوتا تھا۔ ایک دفعہ امیر ریان بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے آدمی بھیج کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے گھر جو جامع فسطاط میں تھا بلوایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جانے سے انکار کر دیا اور ریان رحمۃ اللہ علیہ کے آدمی سے کہہ دیا۔ میری ضرورت نہیں ہے کہ میں ان کے پاس جاؤں بلکہ ضرورت ان کی ہے۔ انہیں آنا چاہئے۔ جب ریان رحمۃ اللہ علیہ کو یہ خبر لگی تو غصہ میں طیش کھاتا ہوا آیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ پر اظہار عتاب کرنے لگا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے کہا: اللہ امیر کی اصلاح فرمائے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے داغدار بنانے کے لیے بلایا تھا۔ مگر میں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو سنوارنے کے لیے بلایا ہے۔

پوچھا کس طرح! فرمایا:

"جس نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو میری طرف آتا ہوا دیکھا اس نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کی اور کہا یہ علم و خیر کے طالب ہیں اور اگر کوئی مجھے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف آتا ہوا دیکھتا تو کہتا یہ طالب دنیا ہے۔ اس سے میرے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ لگ جاتا۔"

یہ سن کر ریان رحمۃ اللہ علیہ بولے اللہ کی قسم! آپ رحمۃ اللہ علیہ نے میرے دل سے غیض و غضب نکال دیا اور اسے نورانی بنا دیا۔ اللہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا دل اور علم روشن رکھے۔

(تاریخ الامم الاسلامیہ جلد: ۲/ ۱۸۷، تاریخ دعوۃ الی الاسلام ص: ۲۳۲، سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ از سید الاحل ۲۶۷)

عزم مصمم

عبد الملک کے فوت ہوتے ہی مظالم کے خلاف حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی بھٹی کی آگ بھڑک اٹھی اور اب کوئی ایسی قوت نہ تھی۔ جو اسے بجھائے یا اس کی آگ سرد کر دے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سرگرمی عمل اس قدر بڑھی جیسے خون پینے والا لشکر اپنے سامنے والے تمام دشمنوں کا خون پی جاتا ہے۔ مگر ہنوز اس کی پیاس نہیں بجھتی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اس مبارک زمانے کو مسلمان سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانے سے تشبیہ دیا کرتے تھے کیونکہ انہوں نے مرتد ہونے والوں سے جنگ کی تھی اور کہا کرتے تھے کہ ارتداد کے زمانے میں خلفاء راشدین میں افضل ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں اور بنی امیہ کے غصب کیے ہوئے مقبوضات کو واپس دلانے میں سب سے افضل حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور مظالم کے خلاف سب سے پہلے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے غصہ کی آگ سلگانے والے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے غلام مزاحم رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور آخیر میں اس آگ کو بھڑکانے والے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند عبد

الملک ہیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ ان اصلاحات سے کبھی نہیں رکے۔ حتیٰ کہ آپ رحمہ اللہ نے پہرے داروں کو حکم دے دیا تھا کہ اگر میں حق سے ادھر ادھر جھکوں تو تم مجھے روک دو اور اگر میں غلط کروں تو تم میری رہنمائی کرو۔ آپ رحمہ اللہ نے اپنے حفاظتی دستے کے افسر حضرت عمر بن مہاجر رحمہ اللہ سے کہہ رکھا تھا کہ اگر جب میں غلط کروں تم مجھے روک دو اور تم میری رہنمائی کرو اور ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں کہ آپ نے اپنے حفاظتی دستے کے افسر حضرت عمر بن مہاجر رحمہ اللہ سے کہہ رکھا تھا کہ جب تم مجھے حق سے ہٹا ہوا دیکھو تو تم میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر مجھے بلا کر کہو عمر بن عبد العزیز کیا کر رہے ہو؟ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ برابر حق پر چلتے رہے۔ اگر حضرت عمر بن مہاجر رحمہ اللہ آپ رحمہ اللہ کو حق سے ہٹا ہوا پاتے تو یقیناً آپ کا گریبان پکڑ کر جھنجوڑ دیتے اور کبھی نہ چھوڑتے۔

(النجوم الزاھرہ جلد: ۲/۲۷۵،

سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ از سید الاھل ص: ۱۶۳)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ
کے معاشرتی اخلاقیات

درسِ مساوات

خلافت سے پہلے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ ایک جاہ پسند شخص تھے۔ نہایت عمدہ کپڑے پہنتے اور نہایت عمدہ خوشبو لگاتے تھے لیکن خلیفہ ہونے کے ساتھ ہی ان کے اخلاق و عادات میں جو عظیم الشان انقلاب ہوا۔ جب وہ مدینہ کے گورنر تھے۔ تو وضع قطع سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ آپ گورنر ہیں لیکن خلیفہ ہونے کے بعد کسی نے یہ نہ جانا کہ وہ خلیفہ ہیں۔

خلیفہ ہونے کے بعد جب شاہانہ سواریاں آئیں تو ان کو یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ میرا خچر میرے لیے کافی ہے۔ سوار ہو کر چلے تو پولیس افسر نے برچھی لے کر آگے آگے چلنا چاہا لیکن اس کو یہ کہہ کر ہٹا دیا کہ میں بھی عام مسلمانوں کی طرح ایک مسلمان ہوں۔ قصر خلافت میں داخل ہوئے تو تمام پردوں کو چاک کرا دیا اور گزشتہ امراء کے لیے جو فرش بچھایا جاتا تھا۔ اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت بیت المال میں داخل کروادی۔

لوگ ان کے سامنے کھڑے ہوئے تو فرمایا:

”لوگو! اگر تم کھڑے رہو گے تو ہم بھی کھڑے ہو جائیں گے اور تم لوگ بیٹھو گے تو ہم بھی بیٹھیں گے۔ لوگوں کو صرف خدا کے سامنے کھڑا ہونا چاہیے۔“

خلفائے بنوامیہ کا دستور تھا کہ جب کسی جنازہ میں شریک ہوتے تھے۔ تو سب سے پہلے ان کے بیٹھنے کے لیے ایک خاص چادر بچھائی جاتی تھی۔ ایک بار حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ ایک جنازہ میں شریک ہوئے اور حسب معمول ان کے لیے بھی یہ چادر بچھائی گئی لیکن وہ اس کو پاؤں سے ہٹا کر زمین پر بیٹھ گئے۔ سرکاری پہرداروں کو تعظیم کے لیے اٹھنے کی بالکل ممانعت کر دی تھی اور ان کے ساتھ برابر بیٹھتے تھے۔ وہ لوگ سلام میں مسابقت کرتے تھے۔ تو ان سے کہتے تھے:

”تم لوگ پہلے سلام نہ کرو۔ بلکہ ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم تم لوگوں کو پہلے سلام کریں۔“

ان کو غرور وفخر سے اس قدر نفرت تھی۔ جب خطبہ دیتے یا کوئی تحریر لکھتے اور اس کے متعلق دل میں غرور پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا تو خطبہ میں چپ ہو جاتے اور تحریر کو پھاڑ ڈالتے اور فرماتے کہ خدایا میں اپنے نفس کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں اور فرمایا کرتے تھے کہ فخر کے خوف سے میں زیادہ نہیں بولتا۔

اگرچہ وہ خلیفہ اور امیر المومنین تھے۔ مگر خود کو ہمیشہ عمر بن عبد العزیز ہی سمجھا کرتے۔ ایک بار ان کا بھائی آیا اور کہا کہ اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ چاہیں تو میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سمجھ کر ایسی بات کہوں جو آج آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ناپسند اور کل پسند ہو ورنہ امیر المومنین سمجھ کر ایسی گفتگو کروں جو آج آپ رحمۃ اللہ علیہ کو محبوب اور کل مبغوض ہو۔ بولے! مجھ کو عمر بن عبد العزیز ہی سمجھ کر وہ بات کہو جو آج مجھے ناپسند اور کل پسند ہو۔

ایک بار رات کو رجاء بن حیوۃ رحمۃ اللہ علیہ سے گفتگو فرما رہے تھے کہ دفعۃً چراغ جھلملانے لگا۔ پہلو ہی میں ایک ملازم سویا ہوا تھا۔ رجاء رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اس کو جگا نہ دوں؟ بولے! سونے دو انہوں نے کہا میں خود اٹھ کر چراغ ٹھیک کر دوں۔ فرمایا مہمان سے کام لینا مروّت کے خلاف ہے۔ بالآخر چادر رکھ کر خود ہی اٹھے۔ برتن سے زیتون کا تیل لیا اور چراغ کو ٹھیک کر کے پلٹے تو کہا کہ جب میں اٹھا تھا۔ تب بھی عمر بن عبد العزیز تھا اور جب پلٹا تب بھی عمر بن عبد العزیز ہوں۔

انہوں نے باوجود خلیفہ ہونے کے کبھی اپنے آپ کو عام مسلمانوں بلکہ لونڈیوں اور غلاموں سے بھی بالاتر نہ سمجھا۔ صاحب مشکوٰۃ نے بدیں الفاظ روایت نقل کی ہے کہ جب حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ خلافت پر فائز ہوئے تو ان کے محل سے عورتوں کے رونے کی صدائیں آنے لگیں۔ پتہ چلا کہ یہ لونڈیاں ہیں جن کو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت کے بعد آزادی کا حکم دیا تھا۔ ایک دن ایک لونڈی ان کو پنکھا جھل رہی تھی کہ اسی حالت میں اس کی آنکھ لگ گئی انہوں نے خود پنکھا لے لیا اور اس کو جھلنے لگے۔ وہ جاگی تو شور کیا بولے! تو بھی میری طرح ایک انسان ہے۔ میری طرح تجھے بھی گرمی معلوم ہوئی۔ اس لیے میں نے چاہا کہ جس طرح تو نے مجھے پنکھا جھلا ہے۔ میں بھی تجھے پنکھا جھل دوں۔

جنازوں میں عموماً شریک ہوتے اور عام مسلمانوں کی طرح تابوت کو کندھا دیتے ہوئے چلتے ایک بار بارش کے دن میں ایک جنازہ کی نماز پڑھائی۔ اتفاقاً ایک مسافر آ گیا۔ جس کے بدن پر چادر نہ تھی۔ انہوں نے اس کو بلا لیا اور اپنی چادر کا بچا ہوا حصہ اس کو اڑھا دیا۔

ایک بار ایک گرجے میں اترے تو دیکھا کہ کچھ لوگ بہت سے طبق لیے جا رہے ہیں پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ گرجے کا پادری لوگوں کو ضیافت کر رہا ہے۔ اس کے

بعد ان کے سامنے ایک طبق پیش کیا گیا۔ جس میں پستہ اور بادام تھا۔ بولے کہ دوسرے تمام طبقوں میں بھی یہی ہے۔ لوگوں نے کہا نہیں۔ بولے تو پھر اس کو واپس لے جاؤ۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن عبد الحکم ص:۵۵)

خاکساری کی وجہ سے مداحی کو سخت ناپسند کرتے تھے۔ ایک بار کسی شخص نے ان کے سامنے ان کی تعریف کی تو بولے مجھے جو حال اپنے نفس کا معلوم ہے اگر تم کو معلوم ہوتا تو میرے چہرے کی طرف دیکھتے بھی نہیں۔ اسی تواضع وفروتنی کا یہ اثر تھا کہ جو لوگ ان کو شاہانہ جاہ وجلال کے ساتھ دیکھنا چاہتے تھے۔ وہ ان کو پہچان ہی نہ سکتے تھے۔ حکم بن عمر راعینی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اگر ایک حلقہ سے اٹھ کر دوسرے حلقہ میں جا بیٹھتے تو وہ اجنبی محسوس ہوتے تھے۔ وہ ان سے تعارف نہ ہونے کی وجہ سے پوچھتے تھے کہ امیر المومنین اس حلقہ میں ہیں؟ لیکن جب تک انگلی سے اشارہ نہ کیا جاتا کہ یہ امیر المومنین ہیں۔ وہ لوگ ان کو پہچان نہ سکتے لیکن باوجود اس عجز وانکساری کے خودداری کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے تھے۔ خلیفہ ہونے کے بعد اہل خاندان سے میل جول کم کر دیا تھا۔

حلم وبردباری

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے عنفوان شباب سے لے کر تادم مرگ حاکمانہ حیثیت کے ساتھ زندگی بسر کی۔ تاہم وہ ہمیشہ حلیم، کریم الطبع اور متحمل مزاج رہے۔ ایک بار ایک خارجی نے سلیمان بن عبد الملک رحمۃ اللہ علیہ کو برا بھلا کہا۔ جس کی پاداش میں سلیمان بن عبد الملک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو قتل کر دینے کا حکم دے دیا لیکن قتل سے پہلے جب حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا کہ آپ بھی اس کو برا بھلا کہہ لیجئے۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن الجوزی ص:۷۵-۷۶،

سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للندوی ص:۵۳)

سلیمان بن عبد الملک رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں تو یہ ان کا مشورہ تھا لیکن اس کی وفات کے بعد جب خود خلیفہ ہوئے۔ تو اس پر عمل کرنے کا وقت آیا چنانچہ ایک بار ان کے عامل عبدالحمید بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو لکھا کہ میرے اجلاس میں ایک شخص اس جرم میں پیش کیا گیا ہے کہ وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو گالیاں دیتا ہے۔ میں نے اس کی گردن اڑا دینی چاہی تھی لیکن پھر اس خیال سے قید کر دیا کہ اس بارے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے لے لوں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں لکھا کہ اگر تم اس کو قتل کر دیتے تو میں تم سے قصاص لیتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کو گالی دینے پر کوئی شخص قتل نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے اگر تمہارا جی چاہے تو اس کو سزا دے، دو ورنہ رہا کر دو۔

(سیرت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن الجوزی ص:۲۹،

سیرت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ للندوی ص:۵۴)

ایک بار آپ رحمۃ اللہ علیہ منبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ اسی حالت میں ایک شخص نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم فاسق ہو۔ یہ سن کر صرف اس قدر بولے کہ تم جھوٹے گواہ ہو۔ میں تمہاری شہادت کو قبول نہیں کرتا۔

ایک بار کسی نے ان کو کلماتِ ناملائم کہے لوگ بولے کہ آپ کیوں چپ ہیں؟ فرمایا:

"خوفِ خدا نے منہ میں لگام دی ہے۔"

ایک بار کسی نے ایک آدمی کی نسبت ان سے کہا کہ یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو گالی دیتا ہے۔ انہوں نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اس نے پھر کہا دوسری مرتبہ پھر روگردانی کی۔ اس نے تیسری بار کہا تو بولے کہ عمر بن عبدالعزیز اس کو اس طرح ڈھیل دے رہا ہے کہ اس کو خبر تک نہیں ہوتی۔

ایک بار دو سوار جا رہے تھے۔ کہ ایک پیادہ شخص سواری کی جھپٹ میں آ گیا اور

اس نے غصہ کی حالت میں کہا کہ دیکھ! تو دیکھتا نہیں۔ جب سواریاں نکل گئیں تو اس نے کہا کوئی ہے۔ جو مجھے اپنے پیچھے بٹھا لے؟ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے غلام سے کہا کہ اس کو چشمہ تک لیتے چلو۔

ایک بار رات کو مسجد میں گئے۔ ایک شخص سو رہا تھا۔ اندھیرے میں اس کو ان کے پاؤں کی ٹھوکر لگ گئی تو اس نے چلا کر کہا کیا تم پاگل ہو؟ بولے! نہیں: پولیس افسر نے اس گستاخی پر اس کو سزا دینی چاہی لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے روک دیا اور کہا کہ اس نے مجھ سے صرف یہ پوچھا تھا کہ تم پاگل ہو۔ میں نے جواب دے دیا کہ "نہیں"

ایک بار ان کو کسی شخص نے سخت بات کہی بولے تو چاہتا ہے کہ حکومت کے غرور میں بھی تیرے ساتھ وہی سلوک کروں جو تو کل (قیامت کے دن) میرے ساتھ کرے گا یہ کہہ کر اس کو معاف کر دیا۔

ایک بار ایک بچے نے ان کے کسی لڑکے کو مارا۔ لوگ اس کو ان کی بی بی فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا کے پاس لے گئے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ دوسرے کمرے میں تھے۔ شور سنا تو کمرے سے نکل آئے۔ اس کے بعد ایک عورت آئی اور کہا کہ یہ میرا بچہ ہے اور یہ یتیم ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ اس یتیم بچہ کو وظیفہ ملتا ہے۔ بولی نہیں فرمایا کہ اس کا نام وظیفہ خوار بچوں میں لکھ لو۔ فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا نے کہا کہ اگر میرے بچے کو دوبارہ نہ مارے تو اس کے ساتھ خدا یہ سلوک کرے۔ بولے تم نے اس کو گھبرا دیا۔

ایک بار ایک شخص پر سخت برہم ہوئے اور اس کو برہنہ کر کے کوڑے لگوانے چاہے لیکن جب کوڑا لگانے کا وقت آیا تو بولے کہ اس کو رہا کر دو۔ اگر میں غصہ میں نہ ہوتا تو اس کو سزا دیتا پھر یہ آیت پڑھی۔

الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ الْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَ الْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ○

ترجمہ: ''جو خوشحالی میں بھی اور بدحالی میں بھی (اللہ کے لئے) مال خرچ کرتے ہیں اور جو غصے کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دینے کے عادی ہیں۔ اللہ ایسے نیک لوگوں سے محبت کرتا ہے۔''

(سورۃ آل عمران:۳ آیت:۱۳۴)

صبر وتحمل

ایک زمانے میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ پر دفعتاً مصیبتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ یعنی ان کے سب سے زیادہ محبوب لڑکے عبد الملک، سب سے زیادہ عزیز بھائی سہل بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اور سب سے زیادہ وفادار خادم مزاحم رحمۃ اللہ علیہ نے چند ہی دنوں کے وقفہ میں یکے بعد دیگرے انتقال کیا لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس حالت میں صرف یہی نہیں کہ صرف صبر وسکون کو ہاتھ سے چھوٹنے نہ دیا بلکہ اس موقع پر وہ استقامت دکھائی کہ لوگوں کو ان کے ضبط وتحمل پر تعجب ہوا۔ وہ عبد الملک کو دفن کر رہے تھے کہ ایک شخص نے بائیں ہاتھ کا اشارہ کر کے کہا: اللہ تعالیٰ امیر المومنین کو اس صبر پر اجر دے۔ بولے گفتگو میں بائیں ہاتھ سے اشارہ نہ کرو۔ داہنے سے کرو۔ اس نے کہا کہ میں نے آج سے زیادہ تعجب انگیز واقعہ ہی نہیں دیکھا۔ ایک شخص اپنے محبوب ترین فرزند کو دفن کر رہا ہے۔ پھر اس کو دائیں بائیں ہاتھ کا بھی خیال ہے۔

لوگ ان کی وفات پر تعزیت میں کتنے ہی رقت انگیز فقرے استعمال کرتے لیکن وہ ان کے جواب میں ہمیشہ صبر وشکر کا اظہار فرماتے ایک بار ربیع بن سبرہ رحمۃ اللہ علیہ ان کے پاس آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اجر جزیل دے۔ مجھے کوئی شخص نظر نہیں آتا کہ چند روز کے وقفہ میں اتنی عظیم الشان مصیبتوں میں مبتلا ہوا ہو۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے کا سا بیٹا آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی جیسا بھائی اور آپ کے غلام جیسا غلام

نہیں دیکھا۔ یہ سن کر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے گردن جھکائی۔ ربیع رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا تم نے امیر المومنین کو بے قرار کر دیا۔ اب حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے سر اٹھایا اور کہا کہ ربیع رحمۃ اللہ علیہ تم نے کیا کہا؟ انہوں نے دوبارہ انہی فقروں کا اعادہ کیا بولے! اس ذات کی قسم! جس نے ان کی موت کا فیصلہ کیا۔ میں یہ نہیں پسند کرتا کہ یہ واقعات نہ ہوتے۔ عبد الملک بن عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد خطبہ دیا اس میں کہا کہ بچپن سے آج تک وہ میرے دل کی مسرت اور آنکھوں کی ٹھنڈک تھے لیکن آج سے زیادہ وہ میری آنکھوں میں کبھی خنک نہیں معلوم ہوا۔ ان کی وفات پر تمام ممالک محروسہ میں حکم بھیج دیا کہ ماتم ونوحہ نہ کیا جائے۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن الجوزی ص:٦٤،

سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للندوی ص:٥٦،٥٥)

توکل و بھروسہ

توکل اور اعتماد علی اللہ نے تمام خطرات سے بے پرواہ کر دیا تھا۔ جب سے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر حملہ ہوا تھا۔ اسی وقت سے خلفاء کی حفاظت کا بڑا اہتمام تھا۔ سینکڑوں سپاہی پہرہ داری پر متعین تھے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے سامان تجمل کے ساتھ یہ غیر ضروری پہرہ داری بھی حذف کر دی تھی۔ ایک بار آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بعض مداحوں نے عرض کیا کہ گزشتہ خلفاء کی طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی کھانا دیکھ بھال کر کھایا کریں اور حملہ کی حفاظت کے لیے نماز میں پہرے کا انتظام رکھا کریں۔ طاعون میں ہٹ جایا کریں۔ وہ یہ سن کر فرمانے لگے:

> ''اس حفاظت کے باوجود آخران لوگوں کا کیا ہوا۔ جب لوگوں نے زیادہ اصرار کیا تو فرمایا خدایا! اگر میں تیرے علم میں روزِ قیامت کے

علاوہ اور کسی دن سے ڈروں تو میرے خوف کو اطمینان دلانا۔"

(طبقات ابن سعد: ۲۹۴/۵، تابعین ص: ۳۵۲)

وقار

متانت اور سنجیدگی کی وجہ سے شور و غل کو نہایت ناپسند کرتے تھے۔ ایک بار ایک شخص نے ان کے پاس بلند آواز سے گفتگو کی تو فرمایا کہ یہ صرف کافی ہے کہ ان کی بات اس کا ہم نشین سن لے۔ بے جا مذاق کو نہایت ناپسند کرتے تھے۔ ایک بار خاندان بنو امیہ کے چند لوگ جمع ہوئے اور ان کے سامنے ظرافت آمیز گفتگو شروع کی۔ بولے تم لوگ اسی لیے جمع ہوئے ہو کہ صحبتوں میں قرآن کے بارے میں گفتگو کرو۔ ورنہ کم از کم شریفانہ باتیں تو ضروری ہونی چاہئیں۔

جن اعضاء کے نام سے شرم آتی ہے۔ ان کا نام نہیں لیتے تھے۔ ایک بار بغل میں پھوڑا نکلا۔ لوگوں نے پوچھا کہاں پھوڑا نکلا ہے۔ چونکہ بغل کا نام لینا پسند نہیں کرتے تھے۔ اس لیے کہا کہ میرے ہاتھ کے باطن میں۔ اسی طرح ایک صحبت میں ایک شخص نے کسی سے کہا کہ تیری بغل کے نیچے؟ بولے اس سے بہتر طریقے سے گفتگو کیوں نہیں کرتے۔ لوگوں نے کہا کہ وہ کیا فرمایا ہاتھ کے نیچے کہنا زیادہ بہتر تھا۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن الجوزی ص: ۲۴۱،
سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للندوی ص: ۶۳-۶۲)

جرأت و آزادی

خلافت سے پہلے اگرچہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ خلفاء کے ماتحت اور زیرِ اثر رہے۔ تاہم انہوں نے خلفاء کے سامنے ہر موقع پر اپنی آزادی کو قائم رکھا۔

ولید بن عبدالملک نے ان سے سلیمان بن عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت فسخ کرانی چاہی تو انہوں نے صاف انکار کیا اور کہا کہ اے امیر المومنین ہم نے ایک ساتھ تم دونوں کی بیعت کی ہے۔ اس لیے یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ اس کی بیعت فسخ کر دیں اور تمہاری قائم رکھیں ایک بار حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اور سلیمان بن عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ کے غلاموں میں لڑائی ہوئی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے تو اس نے کہا بات یہ ہے کہ تمہارے غلاموں نے ہمارے غلاموں کو مارا؟ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مجھے آپ کے کہنے سے پیشتر اس واقعہ کی خبر نہ تھی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا آپ رحمۃ اللہ علیہ جھوٹ کہتے ہیں۔ بولے تم کہتے ہو کہ میں جھوٹ کہتا ہوں۔ حالانکہ جب سے میں نے ہوش سنبھالی ہے میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! زمین وسیع ہے۔ جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی محبت سے بے نیاز کر سکتی ہے۔ یہ کہہ کر وہاں سے اٹھے اور مصر کا ارادہ کیا۔ بالآخر سلیمان نے خود ان کو منا کر بلایا۔

ایک دن سلیمان بن عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اس کا بیٹا ایوب جس کو اس نے ولی عہد بنایا تھا وہ تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ آئے تو ایک آدمی نے بعض خلفاء کی بیویوں کی وراثت طلب کی سلیمان بن عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ عورتیں جائیداد نہیں پاتیں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے سنا تو نہایت تعجب سے بولے سبحان اللہ قرآن کہاں ہے؟ سلیمان نے غلام کو بلایا اور کہا کہ عبدالملک نے اس کے متعلق جو تحریر لکھی ہے۔ وہ اٹھا لاؤ۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے طنزاً یہ کہا کہ تم قرآن منگواتے ہو۔ ایوب نے یہ طعنہ سنا تو بولا کہ امیر المومنین کی خدمت میں اگر کوئی شخص اس قسم کی باتیں کرے گا۔ تو ممکن ہے کہ دم زدن اس کی گردن اڑا دی جائے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بولے اگر تم خلیفہ بنو گے تو رعایا کو اس سے بھی زیادہ صدمہ پہنچے گا۔ سلیمان نے یہ گفتگو سنی تو ایوب کو ڈانٹا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے اس قسم کی باتیں کرتے ہو۔ حضرت عمر بن عبد

العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ہم نے بھی تو کھری کھری سنائی اسی جرأت و آزادی کا یہ نتیجہ تھا کہ وہ خلفاء کو ہر قسم کی اخلاقی نصیحتیں کرتے تھے اور ان کی ناراضگی کی ان کو مطلق پرواہ نہیں تھی۔ چنانچہ انہوں نے ایک بار عبدالملک بن مروان کو ایک مراسلہ لکھا:

''تو ایک چرواہا ہے اور ہر چرواہے سے اس کے مویشیوں کے متعلق سوال ہوگا۔''

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے مجھ سے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ تم کو قیامت کے دن جمع کرے گا اور خدا سے زیادہ صادق البیان کون ہوسکتا ہے''

ایک بار سلیمان بن عبدالملک حج کیلئے روانہ ہوا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بھی ساتھ تھے۔ مقام عسفان کے قریب پہنچ کر اس نے اپنا لاؤ لشکر اور خیمہ دیکھا تو عجب و غرور کے نشہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ تم کو یہ چیزیں کیسی نظر آتی ہیں۔ بولے مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دُنیا دُنیا کو کھا رہی ہے۔ تم سے اس کا سوال اور مواخذہ کیا جائے گا۔ عرفات میں قیام کیا تو بادل آیا اور بجلی اس زور سے چمکنے لگی کہ سلیمان سہم کر اونٹ کے کجاوے پر سرنگوں ہوگیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ بادل تو رحمت لے کر آیا ہے۔ اگر عذاب لے کر آیا ہوتا تو کیا حال ہوتا؟ اس کے بعد سلیمان نے مجمع کی طرف دیکھ کر کہا کہ کتنے آدمی جمع ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ تمہارے فریق ہیں۔ ایک صحرا میں اسی قسم کا اور واقعہ پیش آیا۔ تو سلیمان نے گھبرا کر ایک لاکھ درہم حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو صدقہ کرنے کے لئے دیئے کہ اس کی برکت سے رعد و برق کی یہ آفت ٹل جائے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اس سے بہتر ایک کام ہے۔ سلیمان نے کہا وہ کیا؟ بولے بعض لوگ جن کی جائیداد مغصوبہ تمہارے پاس

ہے۔انہوں نے تمہارے ساتھ آنا چاہا لیکن اب تک نہ پہنچ سکے۔سلیمان نے ان کے تمام مال و جائیداد واپس کر دیئے۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن الجوزی ص: آٹھواں باب،
سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للندوی ص:۶۲۔۶۱)

مکان

قصر و محل لوازمات امارت میں سے ہیں لیکن انہوں نے حضرت عمر بھر ذاتی حیثیت سے کوئی عمارت تعمیر نہیں کی۔فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت یہی ہے۔ آپ ﷺ دنیا سے رخصت ہوئے اور اینٹ کو اینٹ پر شہتیر کو شہتیر پر نہیں رکھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں ایک ایک بالا خانہ تھا۔جس کے زینے کی ایک اینٹ ہلتی تھی۔ جس سے اترتے چڑھتے ہر وقت گرنے کا خوف معلوم ہوتا تھا۔ایک دن ان کے غلام نے اس کو مٹی سے جوڑ دیا۔وہ چڑھے تو اس کی حرکت محسوس نہیں ہوئی۔غلام سے پوچھا تو اس نے واقعہ بیان کیا بولے مٹی کو اکھیڑ دو میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کر لیا تھا کہ جب تک خلیفہ رہوں گا تو ایک اینٹ بھی دوسری اینٹ پر نہ رکھوں گا۔

گھر میں کسی قسم کا ساز و سامان نہ تھا۔ایک بار عراق سے ایک عورت آئی اور ان کے گھر میں جا کر دیکھا کہ کسی قسم کا ساز و سامان نہیں ہے۔بولی کہ میں اسی ویران گھر سے اپنا گھر آباد کرنے آئی ہوں۔ان کی بیوی فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا نے کہا کہ تم جیسے لوگوں کے گھروں کی آبادی نے اس گھر کو ویران کر رکھا ہے۔اس کے بعد حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ آئے اور اس نے اپنی پانچ لڑکیوں کی ناداری بیان کی۔تو ان میں سے چار کا وظیفہ مقرر کر دیا۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن عبد الحکم ص:۱۷۷،
سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للندوی ص:۷۰۔۶۹)

دار الطعام

وھب بن الورد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مساکین، فقراء اور مسافرین کے لیے دار الطعام بنایا تھا۔ اصحاب اہتمام کو حکم تھا کہ اس لنگر خانے سے خود کچھ نہ لیں۔ یہ محض فقراء و مساکین و مسافرین کے لیے ہے۔

(طبقات ابن سعد: ۳۵۵/۵)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے رفقاء

اچھے لوگوں کی صحبت بھی بسا اوقات غنیمت ہے۔ اس سے اس کا نصیبہ اور تقدیر نکھر آتی ہے اور رائے کی چھان و پھٹک ہو جاتی ہے اور اسے انتخاب رائے کا موقع مل جاتا ہے۔ حق تعالیٰ نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو ایسے صالح رفقاء عطا فرمائے تھے۔ جو راہ حق پر آپ کی معاونت میں سرگرم رہتے تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو تربیت دیتے رہتے تھے حتیٰ کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تربیت حاصل کر لی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ انہیں اپنے چاروں طرف اور اسی راہ میں دیکھا اور انہیں مدینہ میں بھی پایا اور مصر و شام میں بھی اور اپنے بچپن میں بھی پایا اور ہوشیاری کی عمر میں بھی اور جوانی میں پایا اور ادھیڑ عمر میں بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی بات مانی اور انہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بات مانی اور نیکیوں کی تجارت کی۔ سب سے قریبی حلقہ جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو گھیرے ہوئے تھا اس میں آپ کا غلام مزاحم رحمۃ اللہ علیہ آپ کا بھائی سہل بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کا بیٹا عبد الملک رحمۃ اللہ علیہ یہ سب شامل تھے۔ یہ دائرہ آپ رحمۃ اللہ علیہ پر ون بدن تنگ ہوتا جا رہا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کی موت سے یہ دائرہ بالکل ہی ختم ہو جائے گا اور متاثر ہو جائے گا لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر پھر اس دائرے میں بندر ہے گویا کہ یہ زندہ ہیں۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ از سید الاھل ص: ۱۶۴)

ملاقات حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی شرائط

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ملاقات کے لیے کچھ اخلاقی شرائط مقرر کی تھیں۔ جو خیر و برکت کی راہیں تھیں۔ چنانچہ عبد الرحمٰن بن عمر رحمۃ اللہ علیہ اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنے پاس بیٹھنے والوں سے فرماتے ہیں۔

میرے پاس اٹھنے بیٹھنے والوں میں پانچ باتوں کا پایا جانا ضروری ہے۔

۱۔ وہ میری صحیح راہ کی طرف رہنمائی کرے۔ جب میں اسے صحیح راہ سے ہٹتا نظر آؤں۔

۲۔ خیر و اصلاح کے کاموں میں میرا معاون ثابت ہو۔

۳۔ مجھے ان لوگوں کے کاموں کی اطلاع دیتا رہے جو اپنے کام مجھ تک پہنچا نہیں سکتے۔

۴۔ میرے پاس کسی کی غیبت نہ کرے۔

۵۔ امانت ادا کرتا رہے جو اس نے میرے اور لوگوں کے درمیان اکٹھی کر رکھی ہے۔ جب اس میں یہ پانچ عادتیں ہوں۔ تو اس پر میری مجلس کا دروازہ کھلا ہے۔ ورنہ میری مجلس سے چلا جائے اور میرے پاس آنے جانے سے باز رہے۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن جوزی ص:۶۴

سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ از سید الاحل ص:۱۶۵)

ہنوز حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے یہ شرائط لوگوں کو بتائی بھی نہ تھیں اور ان کے نفاذ کرنے میں راتوں کو جاگے بھی نہ تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا بازار مالا مال ہو گیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تجارت چل پڑی اور اس میں گرمی آ گئی اور یہ بازار پارساؤں اور خیر خواہوں

سے بھر گیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بقول میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ ایک بازار تھے اور منڈی میں وہی چیز لائی جاتی ہے جو اس میں چلتی ہے۔

(ریاض النفوس: ۹۶/۱، سیرت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ از سید الاھل ص: ۱۶۵)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ممتاز مصاحب

مدینہ والوں میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے بہترین مصاحب عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ابن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ کثرت سے یہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔

ابن لي فكن مثلي اوابتغ صاحبا
كمثلك انى أبتغى صاحبا مثلي

ترجمہ: ''میرے لیے دنیا سے کٹ کر مجھ جیسا بن جا۔ یا اپنے لیے اپنے مثل کوئی ساتھی تلاش کر لے۔ میں بھی اپنی مثل کوئی ساتھی تلاش کرلوں گا۔''

ابن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی ہی میں فوت ہو گئے تھے لیکن پھر بھی ان کے دل میں ان کی عظیم محبت جوش مارتی تھی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اگر مجھے عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مجلس نصیب ہو جائے تو وہ مجھے دنیا و مافیھا سے پیاری ہے اور فرمایا کرتے تھے۔ اللہ کی قسم! میں عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک رات میں سرکاری خزانہ ایک ہزار دینار میں خریدلوں گا۔ لوگ بولے امیر المومنین یہ کیا آپ رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے ہیں۔ جب کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سرکاری خزانہ میں بڑے محتاط ہیں اور اس کی شدت سے حفاظت کرتے ہیں فرمایا: تمہاری عقلیں کہاں گئی۔ اللہ کی قسم! میں ان کی رائے خیر خواہی اور ہدایت سے سرکاری خزانہ میں کروڑوں درہم جمع کر دوں گا۔

(عیون الاخبار: ۷/۳، وفیات الاعیان: ۳۰/۲، سیرت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاھل ص: ۱۶۶)

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مصاحب محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جو بڑے پارسا اور متقی تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ لطیف حِس کے مالک تھے اور جلیل القدر عالمِ دین تھے اور علم واصلاح سے آراستہ تھے اور مدینہ میں آپ کے اصحاب میں سے تھے۔

(شذرات الذہب: ۱۳۶/۱)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے رفیق تھے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو پرخلوص نصیحتوں سے گرما رکھا تھا۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن جوزی ص: ۱۳۱،
سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاہل ص: ۱۷۰)

سیرتِ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا استفسار

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خط میں سالم بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی سیرت پوچھی۔ سالم بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں جواب میں لکھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی سیرت اور مسلمانوں اور ذمیوں کے فیصلوں کے بارے میں پوچھا ہے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اللہ کی ان پر رحمتیں ہوں۔ انہوں نے ایک ایسے زمانے میں حکومت کی جس میں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں بہت بڑا فرق ہے مجھے اُمید ہے کہ اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسے شاندار کارنامے انجام دیں گے تو آپ کا اللہ کے نزدیک بہت اونچا مرتبہ ہوگا۔

نیک لوگوں کی محفل

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اقارب کی مصاحبت پر ہی قناعت نہیں کی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سب سے خلافت کے تمام یا بعض مشورے کیا کرتے تھے۔ اس خیال سے

کہ شاید غیروں کے پاس وہ چیز مل جائے۔ جو اپنوں کے پاس نہیں یا شاید انہیں اپنے کسی ڈر کی بناء پر اظہار حق پر قدرت نہ ہو سکے اور غیر اسے ظاہر کر دے۔

معاشرتی اخلاقیات پر توجہ

ہر مذہب کی اساس اخلاقیات رہی ہے۔ اخلاق کے گرد انسانی اقدار کا وجود قائم و دائم رہ سکتا ہے۔ حضرت عمر ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے پیش نظر ہمیشہ خلافت راشدہ کا مثالی عہد رہا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شریعت کو دوبارہ زندہ کرنے اور بداخلاقیوں کو روکنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تمام حکام کو تاکیدی فرامین روانہ کیے کہ نماز اور دیگر تمام فرائض اسلام کی پابندی کی جائے (جن سے اخلاقیات کا تعلق ہو) اس معاملہ میں کسی قسم کا تساہل برداشت نہیں کیا جاتا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شراب نوشی کے بڑھتے ہوئے رجحانات کا سختی سے سد باب کیا اور شراب کی کشید اور فروخت پر پابندی عائد کر دی۔ مسلم معاشرہ میں عجمی اثرات کی وجہ سے کئی بری خصلتیں پیدا ہو گئیں جنازوں کے ہمراہ عورتیں بال بکھیر کر نوحہ خوانی کرتی تھیں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس رسم کو ممنوع قرار دیا۔ رقص و سارنگی کے میلانات کو روکا۔ شہروں میں حماموں کا عام رواج ہو گیا تھا جہاں مرد اور عورتیں بڑی بے حجابی سے غسل کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عورتوں کو حماموں میں جانے سے روک دیا اور مردوں کو بھی حکم دیا کہ تہبند باندھے بغیر ایک دوسرے کے سامنے بالکل غسل نہ کریں۔ حماموں کی دیواروں پر بڑی فحش تصاویر بنائی جاتی تھیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو مٹا دینے کا حکم دیا۔ نوجوانوں میں فیشن پرستی کے رجحانات بھی بڑھ رہے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرف بھی توجہ دی۔ بالوں پر پٹیاں جمانے کے رواج کو روک دیا اور مسلمانوں میں سادہ اور مذہبی زندگی بسر کرنے کی حوصلہ افزائی کی۔

(تاریخ اسلام (صاحبزادہ عبدالرسول) ص: ۵۔ ۲۹۴)

طعن و تشنیع کی بندش

خلافت بنو امیہ کے آغاز سے ہی ایک نہایت اخلاق سوز، مذموم رسم کی ابتداء ہو چکی تھی۔ وہ یہ کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بدنام کرنے کے لیے ہر جگہ خطبوں میں آپ رضی اللہ عنہ کے حق میں نازیبا کلمات استعمال کیے جاتے تھے۔ حضرت عمر ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ہر جگہ تاکیدی احکام بھیج کر اس رسم کو بند کرا دیا اور اس کی جگہ خطبہ میں قرآن کی آیات شامل کر دیں۔ باغ فدک کی واپسی اور طعن و تشنیع کی بندش پر بنو ہاشم اور شیعان سیدنا علی رضی اللہ عنہ بہت خوش ہو گئے اور خلیفہ کے وفادار بن گئے۔

(تاریخ اسلام (صاحبزادہ عبدالرسول) ص:۲۹۳)

کمزوروں پر رحم

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا رحم کسی خاص جماعت کے ساتھ مخصوص نہ تھا بلکہ جب کبھی آپ رحمۃ اللہ علیہ لوگوں میں کمزوری کا اضافہ دیکھتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا جذبہ رحم جوش میں آجاتا آپ رحمۃ اللہ علیہ کے رحم کا یہ عالم تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نابیناؤں پر ترس کھا کر ان کے لیے قائد (ہاتھ پکڑ کر چلنے والا) مقرر فرما دیا آپ رحمۃ اللہ علیہ کا حکم تھا کہ لوگوں کو بقدر گناہوں کے سزا دی جائے۔ ایسا نہ کیا جائے جیسا خود حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مدینہ منورہ کی ولایت کے زمانے میں کیا تھا اور مزاحم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ٹوکا تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ تو سزا میں حد سے آگے بڑھے جا رہے ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا حکم تھا کہ قیدیوں کو باندھا نہ جائے کیونکہ بندش انہیں نماز سے قیام کی حالت میں روک دے گی اور یہ بھی حکم تھا کہ رات میں ہر قیدی کے طوق و سلاسل کھول دیئے جائیں۔ بجز اس قیدی کے جس پر خون واجب ہو آپ قیدیوں کو اتنا وظیفہ دیا کرتے

تھے جوان کے روٹی سالن کو کافی ہوتا تھا۔

(کتاب الخراج للقاضی ابی یوسف ص: ۱۵۰، حیات الحیوان للدمیری: ۱/ ۶۸،
سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ از سید الاھل ص: ۲۱۸)

جانوروں پر نرمی

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت و محبت و نرمی بڑھتی ہی جارہی تھی۔ حتیٰ کہ جانوروں کو بھی اس سے حصہ ملا۔ لوگوں کا ظلم جانوروں پر بڑھتا جا رہا تھا۔ گھوڑوں کو بھاری بھاری لگامیں ڈالی جاتی تھیں اور جانوروں پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈال دیا جاتا تھا اور ان کے جسم پر آریں گھونپی جاتی تھیں تاکہ تیز چلیں اور لہو ولعب میں گھوڑے دوڑائے جاتے تھے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ڈاک کے گھوڑوں کے لیے آر گھونپنا منع فرما دیا اور اس قسم کا حکم امتناعی ہر جانور کے لیے جاری فرمایا اور بھاری بھاری لگاموں سے منع کر دیا اور ناحق گھوڑوں کے دوڑانے سے لوگوں کو روک دیا۔ اور عبد الرحمٰن بن نعیم رحمۃ اللہ علیہ کو جو کچھ لکھا اس میں یہ بھی تھا۔

بکری کو مذبح تک گھسیٹ کر نہ لے جاؤ اور ذبح کیے جانے والے جانوروں کے سامنے چھری تیز نہ کرو اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مصر کے والی کو لکھا۔ مجھے خبر ملی ہے کہ مصر میں لوگ ایک ایک اونٹ پر ایک ایک ہزار رطل (ساڑھے بارہ من) بوجھ لاد دیتے ہیں۔ جب میرا یہ فرمان تمہارے پاس پہنچ جائے تو چھ سو رطل سے زیادہ کسی اونٹ پر بوجھ نہ لادا جائے۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ از سید الاھل ص: ۲۲۴
سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن عبد الحکم ص: ۱۶۶)

حسن بیان

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو غلط گفتگو نا پسند تھی۔ یعنی ایسی گفتگو میں جس میں صرف صرف ونحو کی غلطیاں ہوں اور نہ ایسی گفتگو پسند تھی۔ جو حق سے تجاوز کر جانے والی ہو اور نہ سخت کلام کو پسند فرماتے تھے۔ قواعدِ لغت کی غلطیوں کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ولید سے نفرت تھی اور ظالمانہ کلام کی وجہ سے حجاج بن یوسف سے نفرت تھی اور سخت کلامی کی وجہ سے سخت کلام والوں کو ادب سکھانے کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کاتب مقرر نہیں کرتے تھے۔ فہم کلام کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ذوق حساس ولطیف تھا کیونکہ سیاسی اور اجتماعی مسائل سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو واسطہ رہتا تھا جن میں لطیف شعور واحساس کی ضرورت پڑتی ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو شروع ہی سے علوم دینیہ سے خصوصاً حدیث وقرآن سے شغف تھا۔ اسی شغف نے خالص عربوں میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی لغوی حس تیز کر دی تھی کیونکہ اس میں عرب تیز ہوتے ہی ہیں۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ از سید الاحل ص:۲۳۲)

بے عمل مقرر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ بے عمل مقرر کو انتہائی نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے ان کے نزدیک اس قول کی کوئی اہمیت نہ تھی کہ جس کے قائل کا عمل اس کی تصدیق نہ کرے۔ بلکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ عمل وقول کو ایک ہی چیز سمجھتے تھے اور ایک کو دوسرے کا جزو خیال کرتے تھے اور جو کثرت سے گناہوں میں لتھڑا ہوا رہتا ہو غالباً آپ کا ذہن اس کی طرف اس وقت پورا پورا منتقل ہوا ہے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ لوگوں نے حجاج کے سامنے جا کر اس کے ظلم سے بچنے کے لیے طرح طرح کے جھوٹ اور قسم قسم کا کذب سیکھ لیا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اس کے بعد اٹھے اور لوگوں کو اس کی

پیروی سے منع کرتے رہے اور انہیں سچی زندگی کا سبق دیتے رہے۔ جس میں قول کی راہ عمل کی راہ سے الگ نہیں ہوا کرتی کیونکہ ان دونوں کی ایک ہی راہ ہے۔ بشرطیکہ کوئی ہدایت وثواب کا متلاشی ہو۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ از سید الاحل ص: ۲۴۴)

سچی گفتگو سحر حلال ہے

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے سچے کلام کو سحر حلال سے پکارا ہے خود حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ جب کلام فرماتے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نیت میں خلوص اور دل میں صداقت ہوتی تھی اسی لیے لوگوں کے کانوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں اور خود آپ رحمۃ اللہ علیہ سے پرخلوص اور سچی باتیں سنیں۔ جواب سے پہلے بجز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور صحابہ کرام نے کسی سے نہیں سنی تھیں۔ حتیٰ کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سیدھی سادی نصیحت اور سادہ قرآن پاک کی تلاوت دلوں میں ہیجان پیدا کر دیا کرتی تھی۔ ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے منبر پر خطبہ میں ''اذا الشمس کوّرت'' قرأت سے پڑھی پڑھتے وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کی آواز میں درد محسوس ہو رہا تھا اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے لوگ اس قدر روئے کہ ساری مسجد گونج اٹھی اور ایسا معلوم ہونے لگا جیسے لوگوں کے ساتھ مسجد کے در و دیوار بھی رو رہے ہیں۔

حتیٰ کہ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بات لوگوں کے دلوں پر گہرا اثر کر گئی ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی فصاحت و بلاغت نے سامعین کے دل موہ لیے ہیں۔ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ ڈر سے خاموش ہو گئے کہ کہیں کلام کی لطافت و گونج اس کے معنی پر غالب نہ آ جائے اور فخر کے خوف سے بھی باوجودیکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کلام میں سخت محتاط تھے اور حق گوئی کی بے پناہ تڑپ رکھتے تھے۔ حتیٰ کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ کلام میں انتہائی احتیاط برتنے والا حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ کوئی شخص

نہیں دیکھا گیا تاہم آپ رحمۃ اللہ علیہ قطع کلام کر دیا کرتے تھے۔ جب دیکھتے کہ لوگ اس سے فتنہ میں پڑ جائیں گے۔

حسنِ ادا میں کمال

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ جیسے صادق القول تھے۔ اسی طرح حُسنِ ادا میں بھی کمال رکھتے تھے۔ حتیٰ کہ چلتے چلتے آدمی بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی باتیں سننے کے لیے ٹھہر جایا کرتے تھے اور مسافر بھی تمنا کیا کرتے تھے کہ اے کاش! حالت سفر میں نہ ہوتے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خطبہ عدی بن فضیل رحمۃ اللہ علیہ نے سنا۔ یہ شخص قول بلیغ اور حسن ادا کا بڑا شوقین تھا۔ عدی رحمۃ اللہ علیہ مسافر تھے کہ انہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا جمعہ کا خطبہ سننے کے لیے ٹھہر جانا پسند کیا اور برابر ایک ماہ تک محض جمعہ کے دن آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خطبہ کے انتظار میں رہتے تھے اور اسی غرض سے ٹھہرے تھے۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاھل ص: ۳۳۵)

فہم وفراست

عاملوں کے خطوط پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی توقیعات مندرجہ ذیل ہیں جو آپ کی فہم و فراست کے دلائل سے آگاہی پر دلالت کرتی ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ماتحتی کے زمانے میں بھی خلیفہ کے خط پر توقیع (تبصرہ) سے نہ ڈرتے تھے چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ولید کے رقعہ پر جب کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کی طرف سے مدینہ کے حاکم تھے۔ یہ تبصرہ لکھا:

"اللہ جانتا ہے کہ آپ مرنے والے پہلے خلیفہ نہ ہوں گے۔

آپ نے ایک مظلوم کے قصہ میں یہ تبصرہ لکھا۔"

عدل تمہارے سامنے ہے۔ ایک شخص کے پرچہ پر جس نے اس میں اپنی بیوی

کی شکایت لکھی تھی یہ توقیع لکھی:

''حقوق میں تم دونوں برابر ہو۔''

ایک شخص کے رقعہ پر جس میں اس نے اپنے بیٹے کی شکایت لکھی تھی۔ یہ توقیع لکھی:

''اگر میں تجھ سے اس کے بارے میں انصاف نہ کروں تو تیرے حق میں میں ظالم ہی ہوں۔''

انتخابِ کلام

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ گفتگو میں انتہائی احتیاط برتنے اور بے پناہ جذبہ حق رکھنے کے ساتھ ساتھ کلام کے منتخب کرنے میں بڑے تیز تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مواد ہر وقت موجود رہتا تھا اور صداقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اعانت کرتی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ حیلہ سازی یا تاخیر سے کام نہ لیتے تھے بشرطیکہ پیش آنے والا مسئلہ اور اس کا جواب آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ہوتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فی البدیہہ اکثر جوابات ولید بن عبدالملک اور ان کی اولاد کو مطمئن کر دیا کرتے تھے کیونکہ وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بے پناہ ذہانت و فطانت سے آگاہ تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے لوگوں کو فی البدیہہ جوابات ولید کے جوابات کی بہ نسبت زیادہ آسان ہوا کرتے تھے۔ ایک شخص بولا: ہم خیریت و عافیت سے ہیں جب تک آپ رحمۃ اللہ علیہ زندہ و سلامت رہیں گے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے کہا: تم بخیریت ہو جب تک اللہ سے ڈرتے رہو گے۔

(عقد الفرید جلد ۴/۲۰۸، سیرت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ از سید الاھل ص: ۲۳۷)

چونکہ لوگوں کے دلوں پر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی بلاغت کا ایک گہرا اثر تھا۔ اس لیے بلاغت کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا حوصلہ بڑھتا ہی رہا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

میں حاکم کے لیے حسن بلاغت ایک لازمی اور عام شرط تھی کیونکہ حاکم لوگوں کا رہنما اور ان کا نمائندہ ہوتا ہے۔ اس بنا پر اس میں سب سے زیادہ بلاغت اور قوت بیان کا ہونا ضروری ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے کسی حالت میں بھی یہ بات اوجھل نہ تھی کہ حسن بیان لوگوں کے دلوں پر چھا جاتا ہے اور ان کے نفسوں پر گہرا اثر ڈالتا ہے اور اس سے نکیل والے اونٹوں کی طرح لوگوں کو حسب منشا کھینچا جا سکتا ہے۔ تاکہ وہ صحیح راہ پر چلتے رہیں۔ زورِ بلاغت ہی سے انسان دشمنوں کو دوست، اجانب کو اقارب اور حاسدوں کو خیر خواہ بنالیتا ہے اور حسن بلاغت ہی سے انسان ملک میں ایک حیرت انگیز انقلاب لانے پر قادر ہوتا ہے اور تخت وسلطنت کو زیر وزبر کر دیتا ہے۔ اس لیے قوت بلاغت اپنی جگہ حیرت انگیز انقلاب لانے پر قادر ہوتی ہے اور تخت وسلطنت کو زیر وزبر کر دیتی ہے۔ اس لیے قوت بلاغت اپنی جگہ ایک انتہائی مفید وموثر حربہ ہے۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ از سید الاحل ص: ۲۳۷)

عالم فقر

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے غلام ابو امیہ کہتے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زوجہ محترمہ نے ایک دن مجھے کھانے میں مسور کی دال دی تو میں نے شکایتاً عرض کیا کہ میں روزانہ یہ مسور کی دال نہیں کھا سکتا۔ تو جواب میں فرمایا بیٹے تمہارے آقا (سردار) اور امیر المومنین کی خوراک تو بس یہی مسور کی دال ہے۔ یہ ابو امیہ ہی کہتے ہیں کہ انتقال سے کچھ دیر پہلے امیر المومنین نے مجھے ایک دینار دے کر کہا کہ اسے لے جاؤ اور اس کے بدلے میں گاؤں کے لوگوں سے میری قبر کے لیے زمین خرید کرلو۔ اگر وہ زمین نہ دیں تو واپس لوٹ آنا۔ چنانچہ میں جا کر لوگوں سے زمین خریدنے کی بات کی تو انہوں نے کہا قسم بخدا اگر ہمیں یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم واپس چلے جاؤ گے تو ہم یہ دینار بھی نہ لیتے۔

عون بن عمر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بیوی فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا سے کہا کہ آج انگور کھانے کو جی کر رہا ہے۔ اگر تمہارے پاس ایک درہم ہو تو دے دو۔ بیوی نے جواب دیا میرے پاس ایک درہم کہاں سے آیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ امیر المومنین ہو کر ایک درہم کے انگور بھی نہیں خرید سکتے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"کل جہنم کی زنجیر سے انگور نہ کھانا آسان ہے۔"

(سیرت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ از سید الاعلیٰ ص:۲۳۷)

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اخراجات

حضرت عمرو بن مہاجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا روزانہ کا خرچ دو درہم تھا۔ یوسف بن یعقوب رحمۃ اللہ علیہ کاہلی کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ رات کو فروہ (چوغہ) زیب تن فرماتے۔ گھر میں ایک چٹائی تھی اور روشنی کے لیے مٹی کا ایک چراغ تھا۔

(تاریخ الخلفاء للسیوطی ص:۲۰)

تقویٰ

بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں۔ جو بظاہر جائز معلوم ہوتی ہیں لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو وہ بھی شبہ سے خالی نہیں ہوتیں۔ تقویٰ و ورع کا تعلق انہی چیزوں سے ہے اور بہت کم لوگ اس کے پیکر ہوتے ہیں لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ میں یہ وصف بدرجہ اتم موجود تھا۔ اگر کبھی ذمیوں کے یہاں مہمان ہوتے اور وہ لوگ دودھ اور ترکاری وغیرہ لاتے تو ان سے زیادہ معاوضہ دے کر ان چیزوں کو استعمال میں لاتے اور اگر وہ معاوضہ لینے سے انکار کرتے تو ان چیزوں کو نہ کھاتے، لیکن اگر کوئی مسلمان کوئی چیز ہدیۃً

دیتا تو اس کو سرے سے قبول ہی نہیں کرتے۔ایک بار انہوں نے سیب کی خواہش ظاہر کی۔ ان کے خاندان کا ایک شخص اٹھا اور ان کی خدمت میں ایک سیب ہدیۃً بھیج دیا۔آدمی سیب لے کر آیا تو اس کو قبول تو نہیں کیا لیکن اخلاقاً فرمایا کہ جا کر کہہ دو کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ہدیہ پسند خاطر آیا۔اس نے کہا یہ تو گھر کی چیز ہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے تھے۔بولے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہدیہ بے شک ہدیہ تھا لیکن وہ ہمارے لیے رشوت ہے۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للندوی ص:۴۳،

سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن جوزی ص:۱۶۰)

تاریخ الخلفاء میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو نقل کیا ہے کہ حضرت عمرو بن مہاجر رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سرکاری وقت تک سرکاری چراغ جلاتے یعنی جب تک وہ مسلمانوں کے امور میں مصروف رہتے۔جب خلافت کے امور نمٹا لیتے تو سرکاری چراغ بھی بجھا دیتے پھر گھر کا چراغ جلا لیتے۔

حکم رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ بنو امیہ کے سابق حکمرانوں کے پاس تین صد دربان اور ذاتی حفاظت کے لیے تین سو سپاہی تھے۔مگر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت پر متمکن ہوتے ہی تمام دربانوں اور سپاہیوں کو بلا کر فرمایا کہ مجھے اپنی حفاظت کے لیے تم لوگوں کی ضرورت نہیں ہے۔میرے نگراں ومحافظ قضا وقدر کے دربان ہیں۔اگر تم میں سے کوئی میرے پاس رہنا چاہتا ہے۔تو میری طرف سے اس کو صرف دس دینار تنخواہ ملے گی اور جسے یہ منظور نہ ہو وہ گھر چلا جائے۔

(تاریخ الخلفاء للسیوطی ص:۳۲۳)

زہد

مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ بھی زاہد تھے۔لیکن

میرے نزدیک زہد کی اصل تصویر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ انہیں دنیا ملی لیکن انہوں نے اپنے لیے اور اپنے اہل وعیال کے لیے اس دنیا سے کچھ نہیں لیا بلکہ اس کو بالکل ہی چھوڑ دیا۔ ان کے پاس بجز ایک قمیص کے دوسری قمیص نہ تھی۔ جب وہ اپنے مکان میں غسل کرتے تھے تو اس قمیص کو دھویا کرتے تھے اور سوکھ جانے پر اسی کو پہن لیا کرتے تھے۔

(البدایہ والنہایہ لابن کثیر: ۹/۲۸۴)

لباس

لباس میں عموماً صرف ایک جوڑا رہتا تھا۔ اسی کو دھو دھو کر پہنتے تھے۔ مرض الموت میں ایک قمیص کے علاوہ دوسری قمیص نہ تھی کہ تبدیل کروادی جاتی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے برادر نسبتی مسلمہ بن عبدالملک نے اپنی بہن فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا سے کہا کہ قمیص میلی ہوگئی ہے۔ لوگ عیادت کے لئے آتے ہیں۔ اس لیے دوسری تبدیل کرادو وہ خاموش رہیں۔ مسلمہ نے دوبارہ کہا۔ فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا نے جواب دیا۔ اللہ کی قسم! اس کے علاوہ دوسرا کپڑا نہیں ہے۔ پھر ایک جوڑا بھی سالم نہ ہوتا تھا۔ بلکہ اس میں پیوند لگے ہوتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بچے بھی اسی تنگی سے ایام زندگی بسر کرتے تھے۔ ایک بار آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بچی کے پاس کپڑا نہ تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حکم دیا کہ فرش پھاڑ کر کرتہ بنا دیا جائے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بہن کو خبر ہوئی۔ تو انہوں نے ایک تھان بھجوا دیا اور منع کر دیا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے نہ مانگنا۔

(تابعین للذہبی ص: ۳۵۲)

ایک مرتبہ ایک صاحبزادے نے کپڑے مانگے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تیرے کپڑے خیار بن ریاح رحمۃ اللہ علیہ کے پاس رکھے ہیں۔ ان سے جا کر لے لو۔ وہ ان کے پاس گئے انہوں نے گاڑھے کپڑے نکال کر دیئے اس نے کہا یہ تو ہمارے پہننے کے لائق نہیں ہیں۔ خیار رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میرے پاس تو امیر المومنین کے یہی کپڑے ہیں۔ اس نے واپس

جا کر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے بھی وہی عذر کیا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میرے پاس تو یہی ہیں یہ جواب سن کر وہ مایوس ہو کر لوٹنے لگے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے واپس بلا کر کہا کہ اگر اپنے وظیفہ سے پیشگی لینا چاہو تو لے سکتے ہو۔ چنانچہ سو درہم دلوا دیے اور وظیفہ تقسیم ہونے کے وقت کاٹ لیے۔

غذا

غذا نہایت معمولی اور سادہ ہوتی تھی۔ روٹی اور روغن زیتون یا دال روٹی کھاتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے غلاموں کو بھی یہی ملتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک غلام نے کہا روز روز دال روٹی، آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی نے جواب دیا۔ امیر المومنین کی یہی غذا ہے پھر یہ غذا بھی کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے غلام کا بیان ہے کہ جب سے آپ رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ہوئے اس وقت سے وفات تک کبھی سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا۔ اگر کبھی کوئی اچھی چیز کھانے کی خواہش بھی ہوتی تھی تو اس کی مقدرت نہ تھی۔ ایک مرتبہ انگور کھانے کو دل چاہا۔ جیسا کہ اس کا ذکر ہم گزشتہ اوراق میں بھی کر چکے ہیں کہ اپنی بیوی سے پوچھا تمہارے پاس ایک درہم ہے انگور کھانا چاہتا ہوں انہوں نے جواب دیا امیر المومنین ہو کر آپ کو ایک درہم کی استطاعت نہیں۔ فرمایا یہ جہنم کی ہتھکڑیوں سے میرے لیے آسان ہے۔ لباس و غذا کے علاوہ فطری خواہشات کو بھی انہوں نے بالکل ترک کر دیا تھا۔

(تابعین للذہبی ص:۳۵۱)

دیانت

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل واخلاق کے اوصاف میں سے معاشرے میں دیانت کا

وصف سب سے زیادہ نمایاں ہے۔ مسلمانوں کے مال کی حفاظت میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دیانت کا جو اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔ اس کی مثال کسی قوم کی تاریخ میں مشکل سے مل سکتی ہے۔ بیت المال سے انہوں نے کبھی معمولی سا فائدہ اٹھانا بھی گوارا نہ کیا۔ رات کو جب تک خلافت کے کام سرانجام دیتے تھے۔ اس وقت تک بیت المال کی شمع جلاتے تھے۔ اس کے بعد اس کو بجھا کر کے اپنا ذاتی چراغ جلاتے تھے۔

بیت المال کی جانب سے فقراء اور مساکین کے لیے جو مہمان خانہ تھا۔ اس کے باورچی خانہ سے اپنے لیے پانی بھی گرم نہ کراتے تھے۔ ایک مرتبہ غفلت میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ملازم ایک مہینہ تک اس مطبخ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وضو کا پانی گرم کرتا رہا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا تو اتنی لکڑی خرید کر باورچی خانہ میں داخل کرا دی۔ ایک بار غلام کو گوشت کا ٹکڑا بھوننے کا حکم دیا۔ وہ اسی مطبخ سے بھون لایا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ہاتھ تک نہ لگایا اور غلام سے فرمایا تم ہی کھالو۔ میری قسمت کا نہ تھا۔

خلافت کے کاموں کے سلسلہ میں جو لوگ آتے تھے۔ وہ اسی مہمان خانہ کے مہمان ہوتے تھے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ ان کے ساتھ کھانا کھاتے تھے۔ ایک مرتبہ چند مہمانوں نے کھانے سے انکار کر دیا کہ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نہیں کھاتے تو ہم کیوں کھائیں۔ اس دن سے معاوضہ دے کر مہمانوں کے ساتھ کھانے لگے۔

ایک مرتبہ بہت سیب آئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ انہیں عام مسلمانوں میں تقسیم فرما رہے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک چھوٹا بچہ ایک سیب اٹھا کر کھانے لگا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے منہ سے چھین لیا۔ وہ رونے لگا اور جا کر اپنی ماں سے شکایت کی۔ ماں نے بازار سے سیب منگوا دیے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ گھر آئے تو انہیں سیب کی خوشبو معلوم ہوئی۔ پوچھا فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا کوئی سرکاری سیب تو تمہارے پاس نہیں آیا ہے۔ انہوں نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اللہ کی قسم! میں نے اس کے منہ سے نہیں چھینا تھا۔ بلکہ اپنے دل

سے چھینا تھا لیکن مجھے یہ پسند نہ تھا کہ مسلمانوں کے حصہ کے ایک سیب کے بدلہ میں اللہ کے حضور میں اپنے نفس کو برباد کردوں۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن جوزی ص:۶، تابعین للذہبی ص:۳۵۲)

آپ رحمۃ اللہ علیہ کو لبنان کا شہد بہت مرغوب تھا۔ ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی خواہش ظاہر کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا نے وہاں کے حاکم ابن معدیکرب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کہلا بھیجا۔ انہوں نے بہت سا شہد بھجوادیا۔ فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا نے اسے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو دیا کہ لو یہ آپ کو بہت مرغوب ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شہد دیکھ کر فرمایا معلوم ہوتا ہے۔ تم نے ابن معدی یکرب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کہلا بھیجا تھا۔ ان ہی نے اس کو بھیجا ہے۔ چنانچہ کل شہد فروخت کر کے اس کی قیمت بیت المال میں داخل کر دی اور ابن معد یکرب رحمۃ اللہ علیہ کو لکھ بھیجا:

> ''تم نے فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا کے کہلانے پر شہد بھیجا ہے۔ اللہ کی قسم اگر آئندہ تم نے ایسا کیا تو تم اپنے عہدے پر نہیں رہ سکتے اور تمہارے چہرے پر نظر نہ ڈالوں گا۔''

ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی کہ جو اُمید سے تھیں ان کے لیے تھوڑے سے دودھ کی ضرورت تھی۔ لونڈی مہمان خانہ سے ایک پیالہ میں تھوڑا سا دودھ لائی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پُوچھا یہ کیا ہے۔ اس نے کہا کہ بی بی کو دودھ کی ضرورت تھی۔ اگر ان کو دودھ نہ دیا جائے گا تو اسقاط کا اندیشہ ہے اس لیے یہ دودھ دارالضیافہ سے لے کر آئی ہوں۔ یہ سن کر لونڈی کا ہاتھ پکڑا اور چلاتے ہوئے بیوی کے پاس لائے اور کہا اگر حمل فقراء و مساکین کے کھانے کے علاوہ اور کسی چیز سے قائم نہیں رہ سکتا تو اللہ تعالیٰ اس کو قائم نہ رکھے یہ برہمی دیکھ کر بیوی نے دودھ واپس کرادیا۔

احتیاط کا آخری نمونہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ بیت المال کی خوشبو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے

سامنے لائی گئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ناک بند کر لی کہ اس کی خوشبو نہ جانے پائے لوگوں نے عرض کیا۔ امیر المومنین رحمۃ اللہ علیہ اس کی خوشبو سونگھ لینے میں کیا حرج ہے۔ فرمایا خوشبو کا فائدہ ہی یہی ہے تخت خلافت پر قدم رکھنے کے بعد ہدایا و تحائف کا سلسلہ بھی بند کر دیا۔ ایک مرتبہ کسی شخص نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو سیب اور دوسرے میوہ جات ہدیہ میں بھیجے آپ نے ہدیہ واپس کر دیا۔ بھیجنے والے نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا ہدیہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبول فرماتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا لیکن ہمارے لیے اور ہمارے بعد والوں کے لیے وہ رشوت کی صورت اختیار کر جاتی ہے۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن جوزی ص: رتابعین للذہبی ص: ۳۵۳)

ایک بار انہوں نے اپنے غلام مزاحم رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ مجھے ایک رحل خرید دو۔ وہ ایک رحل لائے جس کو انہوں نے بہت پسند کیا اور بولے کہ اس کو کہاں سے لائے ہو؟ انہوں نے کہا کہ میں نے سرکاری مال خانے میں یہ لکڑی پائی اور اسی کی رحل بنوائی بولے جاؤ۔ بازار میں اس کی قیمت لگواؤ۔ وہ گئے تو لوگوں نے نصف دینار قیمت لگائی۔ انہوں نے پلٹ کر خبر دی۔ تو انہوں نے کہا کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ ہم بیت المال میں ایک دینار داخل کر دیں۔ تو ذمہ داری سے سبکدوش ہو جائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ قیمت تو نصف دینار لگائی گئی ہے۔ بولے بیت المال میں دو دینار داخل کر دو۔

(طبقات ابن سعد ص: ۲۷۰ ر سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للندوی ص: ۵۸)

خناصرہ میں اگرچہ اگلے خلفاء نے بہت سے مکانات بنوائے تھے لیکن چونکہ وہ بیت المال کی آمدنی سے تعمیر کیے ہوئے تھے۔ اس لیے جب وہاں گئے تو ان مکانات میں اترنا پسند نہ کیا اور میدان میں قیام کیا۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن عبد الحکم ص: ۱۶۳،

سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للندوی ص: ۵۸)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ
کے علمی وفنی اخلاقیات

علمی محاسن

لیث رحمۃ اللہ علیہ ابی نفر مدینی رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے سلیمان کو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے آتے ہوئے دیکھا تو سوال کیا۔ کیا حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں سے آ رہے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں! میں نے کہا کچھ تعلیم دے کر آئے ہو؟ اس کا جواب انہوں نے دیا اللہ کی قسم، وہ تم سب سے زیادہ عالم اور واقف ہیں۔

میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ جب حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ ہمارے پاس آئے تو ہم نے گمان کیا۔ کہ وہ علم میں ہمارے محتاج ہوں گے لیکن ہم ان کے (علمی مقام کے) سامنے شاگرد معلوم ہوتے تھے۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن الجوزی ص: ۳۵،

البدایہ والنہایہ لابن کثیر: ۲۷۹/۹)

اور امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ جعفر بن برقان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے حدیث بیان کرتے ہوئے کہا:

"مجھے معلم العلماء حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان کیا۔"

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن الجوزی ص:۴۵)

لیث رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا۔ مجھے ایک شخص نے جو عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں ان کا مصاحب اور الجزیرہ کا حاکم تھا۔ بتایا کہ ہم جو بھی مسئلہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے رکھتے تھے۔ اس کی اصل و فرع کا ان کو مفصل علم ہوا کرتا تھا اور علماء ان کے سامنے تلامذہ لگتے تھے۔ عبد اللہ بن طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ میں نے اپنے باپ (طاؤس رحمۃ اللہ علیہ) اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو بعد نماز عشاء مسجد میں کسی گفتگو میں ایسا مشغول پایا کہ صبح ہو گئی اور جب دونوں بات چیت کر کے علیحدہ ہوئے تو میں نے بابا سے پوچھا یہ کون شخص ہے۔ جس سے آپ بات کر رہے تھے۔ انہوں نے جواب دیا یہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اس گھرانہ یعنی اہل بیت میں بنو امیہ کے صالح ترین شخص ہیں۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ ہم حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس صرف اس لیے آتے تھے کہ آپ کے علم سے استفادہ کریں۔

(البدایہ والنہایہ لابن کثیر ۹/۲۸۰-۲۷۹)

اسماعیل بن ابی حکیم کہتے ہیں۔ میں نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے:

"میں جب مدینہ میں تھا۔ کوئی آدمی مجھ سے زیادہ علم و بصیرت نہیں رکھتا تھا اور جب سے شام آیا ہوں۔ سب کچھ بھول گیا ہوں۔"

(سیر اعلام النبلاء للذہبی: ۵/۱۵۰، سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن الجوزی ص:۱۹۶، سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للندوی ص:۸۰-۷۹)

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ

کے ساتھ تھا کہ میں نے ان کو احادیث بیان کیں۔ تو احادیث کی سماعت کے بعد انہوں نے فرمایا:

"آپ کی بیان کردہ تمام احادیث میں نے پہلے سنی تھیں لیکن آپ نے یاد رکھیں اور میں بھول گیا۔"

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن الجوزی ص: ۴۷)

ذوق کسب

علم وفقہ اور ادبی ذوق حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے احساس میں اضافہ کرتے رہے اور ان کو تیز سے تیز تر بناتے رہے۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ وہ مظالم دیکھ کر گھبرا گئے جن میں لوگ مبتلا تھے۔ بھلا اس کے لیے جو علم میں اس درجہ اجتہاد کو پہنچا ہوا ہو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ مظالم میں ایسے موقف پر کھڑا رہے۔ جس موقف پر جاہل کھڑے ہوتے ہیں اور ان کی پرواہ بھی نہیں کرتے۔

فقہ اور حکومت دونوں چیزیں دامن میں جمع تھیں

اگر بعض علماء نے لوگوں کے حقوق واپس دلانے کے خلاف فتاویٰ جات دینے پر قناعت کی تو اس لیے کہ وہ ان کے واپس دلانے پر قادر نہ تھے۔ مگر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دامن میں فقہ اور حکومت دو چیزیں جمع تھیں۔ اگر ایک طرف وہ عالم وفقیہ تھے تو دوسری طرف امام ومسئول بھی تھے اس لیے ان کے لیے مظالم کو ختم کرنا ضروری تھا۔ پھر ایک ایسے شخص کے لیے جس کا ذوق بھی لطیف ورقیق ہو اور اسے اپنے فن میں مہارت بھی ہو۔ حتیٰ کہ وہ ایسے بسر (راز) بھی ایجاد کر سکتا ہو جو اس کے ذہن کے بلند معانی کے مطابق ہوں۔ یہ ہرگز ممکن نہ تھا کہ وہ اپنے آس پاس کے لوگوں کے مظالم کا احساس نہ

کرے اور ان کے دکھوں پر اس کا دل نہ کڑھے لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ ان تمام باتوں کے باوجود ایک طویل مدت تک محض مختصر فقہ سے ہی آشنا رہے۔ جس سے لوگ مسائل و فیصلے اور احکام معلوم کرتے ہیں۔ پھر اس کے ذریعہ لوگوں کو فتوے دیتے ہیں تاکہ انہیں بھی یہ مسائل معلوم ہو جائیں مگر اس طرح اب وہ علم فقہ اور علم ادب کے بھی بے مثال عالم بن گئے تھے۔ لوگ ان کی ان خوبیوں سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتے تھے جس طرح لوگ شعراء کے اشعار سے اور حکماء کے مقولوں سے متاثر ہوتے ہیں۔

شعری محاسن

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو اگرچہ شعر و سخن کا ذوق نہ تھا۔ تاہم کبھی کبھی اخلاقی اشعار کہتے تھے اور کبھی کبھی دوسروں کی زبان سے سنتے تھے۔ چنانچہ امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ" کے تیسویں باب میں اس قسم کے اشعار کو جمع کر دیا ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے خطبات و مواعظ بکثرت ہیں۔ جن سے تجدید و احیائے دین کی مہک آتی ہے۔ ان کو بھی امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کے تیسویں باب میں جمع کر دیا ہے۔ منبر پر وہ بالکل ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ اور بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے قالب میں نمایاں ہوتے ہیں اور جو کچھ کہتے ہیں۔ انہی کی زبان سے کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب انہوں نے پہلا خطبہ دیا تو تمام خطباء و شعراء دفعتاً ان سے الگ ہو گئے۔

شعراء فنی جھوٹ پر آزاد تھے

عربی اشعار نے شعراء کی طبیعتوں کو فنی جھوٹ پر آزاد چھوڑ رکھا تھا شعراء مدحیہ قصائد سے امراء کا تقرب حاصل کیا کرتے تھے اور باطل میں ڈوب کر ان کا قرب ڈھونڈا

کرتے تھے۔ تاکہ امراء کو خوش کریں۔ یا ان کی نظروں میں مال کی قدر و قیمت گرا دیں اور مال کو بخشش اور نیکی کے نام سے ان کی نظروں میں حقیر ظاہر کریں۔ مال میں حق کے نام سے ایسا کریں۔ مثلاً فرزدق سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہتا ہے۔

أبوك و عمي يا معاوي أورثا

تراثا فيحتاز التراث أقاربه

ترجمہ: ''معاویہ رضی اللہ عنہ! تمہارے والد رضی اللہ عنہ اور میرے چچا نے ورثہ پیدا کیا ورثہ کے حقدار ان کے اقارب ہی ہیں۔''(۱)

(الکامل فی التاریخ لابن الاثیر: ۶۵/۳، تاریخ الامم والملوک للطبری: ۲۴۳/۵، تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر: ۲۷۹/۱۰، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ لابن الاثیر: ۶۸۷/۱، الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ لابن حجر: ۲۶/۲، الاستیعاب فی معرفۃ الصحاب لابن عبد البر: ۴۱۳/۱)

حالانکہ بخشش و نیکی کا یہ طریقہ نہیں اور نہ لوٹے ہوئے مال کا یہ مصرف ہے لیکن خلفاء نے ان کے مصرف کا غلط طریقہ اختیار کر لیا تھا اور عہد جاہلیت کی طرح تصرف کرنے لگے تھے۔ جیسے انہوں نے خصومات و نزاع میں بھی یہی طریقہ اختیار کر لیا تھا۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ طریقہ قطعی طور پر مٹا دیا تھا لیکن یہ رسم بنی اُمیہ کے سایہ میں پھر زندہ ہو گئی تھی۔ پھر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے سر پر گُرز مارا جس سے اس کا خاتمہ ہو گیا اور ان کے پرسکون عہد میں یہ بجھ کر رہ گئی پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد اس نے پھر سر اٹھایا۔ جب کہ باطل کو فروغ ہوا کیونکہ اب سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں کی طرح اسے مارنے والا کوئی ہاتھ نہ تھا۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ شعراء کا مَرجع نہ تھے

دمشق میں شعراء حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دروازے سے لوٹ گئے

کیونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ شعراء کے مَرجع نہ تھے کہ شعراء اپنے کندھوں سے اشعار کا بوجھ اتار کر ان پر پھینک دیتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تو حق ہی کو جگہ ملتی تھی۔ جو نا پید ہو گیا تھا اور حق ہی کی سربلندی تھی۔ جس سے عالم محروم ہو گیا تھا۔ پھر عوام کی طرح شعراء بھی حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لوگوں سے اسلحہ و انداز لے کر جاتے تھے اور سچائی کے ساتھ شکایات کرتے تھے اور حق سے کھاتے تھے۔ اس طرح اشعار نے جھوٹی مدح اور غلط اقوال سے رہائی پائی اور شعراء نے غزل کی ہر نوع چھوڑ دی اور ملمع سازی کا ہر رنگ ترک کر دیا کیونکہ جب جریر نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے شعر پڑھنے چاہے تو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے کہا: ابو حرزۃ اشعار تو کہو مگر صداقت کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔

شعراء کے خیالات

غرضیکہ اسی طرح شعراء کے افکار و خیالات، زہد و صدق اور رضا کے محور کے گرد گردش کرنے لگے اور لوگوں کی برائی سے رک گئے اور مذمت و ہجو کے انجام سے ڈرنے لگے۔ جریر شاعر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پھر پہنچتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جریر کو سچے اشعار کی اجازت دے دی تھی۔ وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کبھی تو اپنی ناداری کا شکوہ کرتا اور دیہاتیوں کے صدقات میں اپنی حرماں نصیبی کا رونا روتا ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اسے فقیر والا حصہ دے دیتے ہیں۔ اور مظلوم کی طرح اس کی شکایت سن لیتے ہیں۔ جب ابن سعد ازدی رحمۃ اللہ علیہ دیہاتیوں کے صدقات کے حاکم بنائے گئے اور اس سے انہوں نے جریر کو محروم رکھا تو جریر نے ان کا ان اشعار میں شکوہ کیا۔

ان عیالی لا فواکہ عندھم

وعند ابن سعد سکرو زبیب

ترجمہ: ''میرے بچوں کے پاس پھل نہیں اور ابن سعد کے پاس شکر اور منقی ہیں۔''

وقد کان ظنی بِابن سعد سعادۃ
وما الظن الا مخطی و مصیب

ترجمہ: ''ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں میرا گمان اچھا تھا۔ مگر گمان غلط بھی ہوتا ہے اور صحیح بھی۔''

طلس الیشاب علی منابرار فنا
کل نبقص زمیبا یتکلم

ترجمہ: ''ہماری زمین کے منبروں پر سبز چادریں پہنی جاتی ہیں اور ہر شخص ہمارے حصہ کی کمی کے بارے میں گفتگو کرتا ہے۔''

باوجودیکہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے مقرر کردہ حکام عدل میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ ہی کے نقش قدم پر تھے لیکن لوگ انہیں بھی ظلم سے متہم کرنے گئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آ آ کر ان کی شکایات کرنے لگے دراصل لوگوں کو ایک غلط فہمی ہوئی۔ وہ یہ سمجھے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اس لیے برسر اقتدار آئے ہیں کہ انہیں خوش نصیب بنائیں اور ان پر خیر و رزق کی بارش کرتے رہیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اس قسم کی شکایت تو سن لیا کرتے تھے۔ مگر انہیں کوئی اہمیت نہیں دیا کرتے تھے اور اگر ضرورت سمجھتے تو اس قسم کے حضرات کی تحقیقات بھی کرا لیا کرتے تھے۔ تاکہ اگر وہ عدل کے مستحق ہیں تو انہیں یہ حق ملنا چاہیے۔

قرآن سے محبت اور شاعری سے بے زاری

ایک دفعہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ آلِ خبنہ کے محل سے گزر رہے تھے کہ

آپ کے غلام مزاحم رحمۃ اللہ علیہ نے کسی کا یہ شعر پڑھا۔

مَاذَا اُؤمِلُ بَعْدَ قَوْلِ مُحَرِّقٍ

تَرَكُوْا مَنَازِلَهُمْ وَ بَعْدَ اِيَادٍ

ترجمہ: ''یعنی میں محرق کے اس قول (لوگ اپنے اپنے گھر چھوڑ گئے) کے بعد اور یاد کے بعد کیا توقع رکھوں۔''

جب مزاحم رحمۃ اللہ علیہ اشعار سنا چکے تو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ بولے! تم نے یہ آیت کیوں نہ پڑھ دی:

كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ○ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ○ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ○ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ○

ترجمہ: ''یعنی وہ بہت سے باغات نہریں کھیتیاں عزت والے مقام اور نعمتیں جن میں مزے اڑایا کرتے تھے۔ چھوڑ کر چلے گئے۔ ایسا ہی ہوا اور ان کا ہم نے دوسروں کو وارث بنا دیا۔''

(سورۃ الدخان: ۴۴ آیت: ۲۵، ۲۸)

(معجم البلدان للیاقوت الحموی: ۲/۲۶۶)

خوبصورت کلام

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ شعر بھی کہتے تھے۔ آپ کے شعر تھوڑے ہیں مگر نہایت نفیس لیکن عہد خلافت میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شعر چھوڑ دیئے تھے۔

(العمدہ: ۱/۲۷، سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاہل ص: ۲۴۳)

جب ایک شخص نے آپ کے سامنے دوسرے شخص سے کہا۔ تیری بغل کے نیچے

تو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کانپ اٹھے اور فرمایا! مقدور بھر اچھے الفاظ استعمال کرنے میں کیا نقصان ہے؟ لوگوں نے پوچھا اچھے الفاظ کیا ہیں؟ فرمایا:

''اگر تیرے ہاتھ کے نیچے کہہ دیتا۔ تو انتہائی خوبصورت جملہ تھا۔''

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی ضرب المثل

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی خطبہ کوئی خط، کوئی کلام، کوئی مختصر رائے اور فرمان ایسا نہ ہوتا تھا۔ جس کا بلاغت میں کوئی خاص مقام نہ ہو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے جملے حکمتوں کی جگہ استعمال کیے جاتے تھے۔ مثلاً

۱۔ اس کی امیدوں کا دامن وسیع نہیں ہونا چاہیے۔ جسے معلوم نہیں شاید وہ صبح کے بعد شام تک اور شام کے بعد صبح تک زندہ بھی رہے گا کہ نہیں اور شاید صبح و شام کے درمیان موت آ کر اسے اچک نہ لے۔

۲۔ دیکھو میں موجد نہیں بلکہ پیرو کار ہوں۔

۳۔ خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں۔

۴۔ گناہ لوگوں کی گردنوں میں طوق ہیں اور پوری پوری ہلاکت گناہوں پر اصرار کرنا ہے۔

۵۔ اپنے دشمنوں سے جہاد کی طرح اپنی خواہشوں سے بھی جہاد کرو۔

۶۔ اللہ سے ڈرو اور روزی کی تلاش میں درمیانی راہ اختیار کرو۔

۷۔ نعمتوں کو شکر سے علم کو لکھ کر قید کر لو۔

۸۔ دو علموں کے اور قدرت وعفو کے ملنے سے بہتر کسی چیز کا ملنا نہیں۔

۹۔ لوگوں سے میل جول عقلوں کے لیے پیوند ہے۔

۱۰۔ میں نے حاسد سے زیادہ کسی ظالم کو نہیں دیکھا جو مظلوم سے زیادہ مشابہ ہو کہ

اسے دائمی غم اور لگاتار حسد رہتا ہے۔

۱۱۔ وہ شخص جس کے اور آدم علیہ السلام کے درمیان کوئی زندہ باپ نہ ہو موت میں ڈوبا ہوا ہے۔

۱۲۔ جس نے اپنا دین حدف خصومات بنالیا۔ وہ بہت جلد اسے چھوڑ دے گا۔

۱۳۔ جس میں تین خوبیاں ہوں وہ کامل انسان ہے۔ جو غصہ میں حق سے باہر نہ ہو۔ رضا میں باطل نہ ہو اور قدرت پانے پر معاف کر دے اور بدلہ لینے سے باز رہے۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ للسید الاھل ص:۲۳۶)

فن ادب کا رفیق

ادباء میں آپ کے رفقائے متقین میں سے زیاد بن ابی زیاد رحمہ اللہ بھی ہیں ایک دن ان سے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے کہا: زیاد رحمہ اللہ میں اس میں کہ جس میں تم داخل ہو گئے ہو۔ اللہ سے ڈرتا ہوں۔ زیاد رحمہ اللہ بولے میں آپ رحمہ اللہ پر آپ رحمہ اللہ کے خوف کرنے سے نہیں ڈرتا۔ مجھے تو آپ رحمہ اللہ پر اس کا ڈر ہے کہ آپ رحمہ اللہ کے دل میں اللہ کا ڈر نہ رہے۔

باب ۴

منتہائے خلافت

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی علالت

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو زہر دیا گیا۔ چنانچہ اس کے اثر کی وجہ سے بیماری رونما ہوئی۔ چنانچہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ دیر سمعان میں بیمار پڑے جب ان کے مرض میں شدت ہوئی۔ تو یزید بن مہلب رحمۃ اللہ علیہ نے اونٹ منگوائے اور جب اسے معلوم ہوا کہ ان کے آنے میں دیر ہے۔ تو جیل خانے سے نکل کر اس جگہ آیا جہاں کہ اس کے موالیوں نے اس سے ملنے کا وعدہ کیا تھا۔ مگر اس جگہ آ کر دیکھا کہ اب تک کوئی نہیں آیا تھا۔ اس پر اس کے اور ساتھی پریشان ہوئے اور گھبرا گئے۔ یزید بن مہلب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ میں پھر جیل خانہ واپس چلا جاؤں تو یہ کبھی نہیں ہو سکتا میں اب قیامت تک واپس نہ جاؤں گا۔

اسی اثنا میں اونٹ آ گئے۔ یزید سوار ہو کر روانہ ہوا۔ اس کے ہمراہ محمل کے دوسرے حصہ میں اس کی بیوی عاتکہ قرات بن معاویہ عامریہ قبیلہ بنی بکا کی بیٹی بھی تھی۔

یزید بن مہلب رحمۃ اللہ علیہ کا خط

شہر سے دور جانے کے بعد یزید نے امیر المومنین کو لکھا کہ اگر میں جانتا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ابھی اور زندہ رہیں گے تو ہرگز جیل خانہ سے نہ بھاگتا مگر کیا کروں کہ مجھے یزید بن عبدالملک کا خوف لگا ہوا تھا۔ اس پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے خداوند! اگر اس حرکت سے یزید بن مہلب رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں میں فتنہ وفساد کی آگ روشن کرے اور اس کے خیالات کو اس پر پلٹ دے اور مسلمانوں کو ان سے محفوظ رکھ۔

(تاریخ الامم والملوک للطبری: ۴۲/۶)

قبر کیلئے زمین کی خریداری

محمد بن قیس رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ میں امیر المومنین حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ابتدائے مرض میں موجود تھا۔ یکم رجب ۱۰۱ھ کو علیل ہوئے بیس روز بیمار رہے۔ کسی ذمی کو بلا بھیجا ہم لوگ دیر سمعان میں تھے اس سے اپنی قبر کے لیے زمین کی قیمت چکائی۔

ذمی نے کہا کہ امیر المومنین یہ تو بڑی مبارک بات ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر میری زمین میں ہو۔ میں نے اسے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے حلال کر دیا ہے مگر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے انکار کیا۔ آخر میں زمین کو دو دینار میں خریدا اور دونوں دینار منگوا کر اسے دے دیئے۔

ابراہیم بن میسرہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے وفات سے پہلے اپنی قبر کی زمین دس دینار میں خریدی۔

(طبقات ابن سعد: ۳۸۲/۵)

مرض الموت

شیخ اہل مکہ سے مروی ہے کہ فاطمہ بنت عبد الملک رحمہا اللہ اور ان کے بھائی مسلمہ بن عبد الملک حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تھے۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ ایسا نہ ہو کہ ہم لوگ ان پر گراں ہوں۔ دونوں اس وقت گئے کہ قبلے کی طرف منہ کیے ہوئے تھے۔ کوئی کہنے والا کہتا تھا کہ ہم انہیں نہیں دیکھیں گے تو وہ کہتے:

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَ لَا فَسَادًا ؕ وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ○

ترجمہ: ''آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لیے کریں گے جو زمین میں برتری و فساد کا ارادہ نہیں کرتے اور آخرت (کی بھلائی) پرہیز گاروں ہی کے لیے ہے۔''

(سورۃ القصص: ۲۸ آیت: ۸۳)

عمارۃ بن ابی حفصہ سے مروی ہے کہ مسلمہ بن عبد الملک حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مرض موت میں آئے اور کہا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے متعلقین کے لیے کیا وصیت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جب میں اللہ کو بھول جاؤں تو یاد دلانا۔ دوبارہ انہوں نے یہی پوچھا کہ اپنے متعلقین کے لیے آپ کیا وصیت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا:

''ان ولی فیهم اللہ الذی نزل الکتاب وهو یتولی الصالحین.''

''میرا دوست وہ اللہ ہے۔ جس نے قرآن نازل کیا اور وہ صالحین سے محبت کرتا ہے۔''

(المعرفۃ والتاریخ للفسوی: ۳۲۵/۱، تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر: ۲۵۲/۴۵)

یزید بن عبدالملک کو وصیت

سلیمان بن موسیٰ سے مروی ہے کہ جب حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو یزید بن عبدالملک کو دیکھا تو اس کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

"تم اس سے بچنا کہ تمہیں غلبے کے وقت بچھڑنا نہ پڑے کہ پھر اس کو لغزش کہا جائے اور پھر تمہیں (اصلی حالت پر) لوٹنے کا موقع نہ دیا جائے اور جس کو تم نے پیچھے کر دیا وہ تمہاری تعریف نہ کرے گا اور جس کے خلاف تم نے فیصلہ کیا ہے۔ وہ تمہیں معذور نہ جانے گا۔ والسلام۔"

سالم بن بشیر رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جب حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے یزید بن عبدالملک کو لکھا:

"السلام علیکم۔ امابعد! مجھے یہی چیز نظر آتی ہے۔ جو میرے ساتھ ہے (یعنی موت) میرا گمان یہی ہے کہ خلافت عنقریب تمہیں پہنچے گی۔ اُمتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اللہ سے ڈرنا تم دنیا اس شخص کے لیے چھوڑ دو جو تمہاری مدح نہ کرے اور اس کو پہنچاؤ جو تمہیں معذور نہ جانے۔ والسلام علیکم۔"

(طبقات ابن سعد: ۵/ ۳۸۳)

ہلاکت کی وجہ زہر

ولید بن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ کسی نے مرض الموت میں عرض کیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ علاج کیوں نہیں کرواتے تو فرمایا:

”جب مجھے زہر دیا گیا تھا۔ اس وقت اگر مجھ سے کہا جاتا کہ تم اپنے کان کی لو کو ہاتھ لگالو یا شفایاب ہونے کے لیے فلاں خوشبو سونگھ لو تو بھی میں ایسا نہ کرتا۔“

(تاریخ الخلفاء للسیوطی ص:۳۳۳)

زہر دینے والے کے ساتھ سلوک

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ زمانہ علالت میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بلایا اور پوچھا کہ لوگ میری بیماری کے متعلق کیا گمان کرتے ہیں۔ میں نے کہا لوگوں کا خیال ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ پر جادو کیا گیا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ خیال غلط ہے۔ مجھے زہر دیا گیا ہے۔ جس نے دیا ہے اور جس وقت دیا ہے وہ بھی مجھے معلوم ہے۔ پھر جس غلام نے زہر دیا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بلا کر فرمایا۔ تجھ پر افسوس ہے۔ مجھے زہر دینے پر تجھے کس نے آمادہ کیا تھا۔

اس نے کہا کہ اس کام کے عوض ہزار دینار مجھے دیئے گئے اور ساتھ ہی آزاد کرنے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے وہ دینار منگوا کر بیت المال میں جمع کرادیئے اور اس سے فرمایا:

”اب تم یہاں سے دور نکل جاؤ۔ اس طرح کہ تمہیں پھر یہاں کوئی نہ دیکھے۔“

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے عہد خلافت میں درج ذیل مشاہیر اسلام نے انتقال فرمایا ابو امامہ بن سہل رحمۃ اللہ علیہ، خارجہ بن زید بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ، سالم بن ابی جعد رحمۃ اللہ علیہ۔ بسر بن سعید رحمۃ اللہ علیہ۔ ابو عثمان نہدی رحمۃ اللہ علیہ، اور ابوالضحی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم۔

(تاریخ الخلفاء للسیوطی ص:۳۳۶)

ولی عہد کے نام آخری خط

قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ولی عہد (یزید بن عبدالملک) کو یوں خط تحریر فرمایا:

"السلام علیکم۔ تمام تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ میں انتہائی کرب والم کے عالم میں تمہیں یہ خط تحریر کر رہا ہوں (یعنی حالت نزع میں) مجھے معلوم ہے کہ دنیا و آخرت کا مالک مجھ سے خلافت کے متعلق پوچھے گا اور میرے کسی بھی کام کا اس سے پوشیدہ رہنا ناممکن ہے۔ پس اگر وہ مجھ سے راضی ہو گیا تو میں ذلت ورسوائی سے بچ کر فلاح حاصل کر لوں گا اور اگر میں اس کے عتاب میں آ گیا تو پھر کہیں کا بھی نہیں رہوں گا۔ (یعنی برباد ہو جاؤں گا)۔ میں بارگاہِ الٰہی میں دعا گو ہوں کہ وہ اپنی رحمت کاملہ کے صدقے مجھے جہنم کے عذاب سے محفوظ فرمالے اور مجھ سے راضی ہو کر اور مجھ پر احسان عظیم فرماتے ہوئے مجھے جنت عطا فرمائے۔ اے یزید اپنے اوپر خوف خدا کو اوّلیت دو اور رعایا کی فکر کرو اور اچھی طرح جان لو کہ تمہیں میرے بعد دنیا میں کم دن گزارنے ہیں۔"

(تاریخ الخلفاء للسیوطی ص:۲۹۴)

"تاریخ ابن خلدون" میں ہے کہ حالت نزع میں لوگوں نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے گزارش کی کہ یزید بن عبدالملک کو کچھ بطور وصیت لکھ دیجئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں کیا وصیت کروں وہ تو عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے ہے۔ بعد ازاں کچھ سوچ کر تحریر فرمایا:

"اے یزید! غفلت میں ٹھوکر کھانے سے ہوشیار رہنا۔ نہ تو وہ قابل معافی ہوگی اور نہ تم ان کی پاداش پر قوت رکھو گے میری طرح تمہیں بھی خلافت سے الگ ہونا پڑے گا اور وہ بھی کسی ایسے شخص کے حق میں جو نہ تمہاری ستائش کرے گا اور نہ تمہارے حق میں کوئی معذرت پیش کرے گا۔"

(تاریخ ابن خلدون: ۶۵۲/۲)

قربِ نزع

جب نزع کا وقت قریب آیا تو فرمایا:

"مجھے اٹھا کر بٹھا دو۔ جب لوگوں نے اٹھا کر بٹھایا تو بولے اے اللہ! میں تیرا ایسا بندہ ہوں۔ تو نے کسی کام کا حکم دیا تو کوتاہی ہوئی اور جس چیز سے تو نے منع کیا تو نافرمانی سرزد ہوئی۔"

پھر تین بار لا اله الا الله کہا اور اس کے بعد اپنا سر اٹھایا اور تیز نظروں سے دیکھا لوگوں نے کہا آپ رحمۃ اللہ علیہ تیز نظروں سے کیا دیکھ رہے ہیں۔ کہنے لگے ایسی بارگاہ دیکھ رہا ہوں جہاں نہ انسان ہیں۔ نہ جن پھر فوراً ہی روح قبض ہوگئی۔

(البدایہ والنہایہ لابن کثیر: ۲۸۹/۹)

دوسری روایت میں ہے۔ انہوں نے اپنے اہل و عیال سے کہا میرے پاس سے باہر چلے جاؤ اور مجھے تنہا چھوڑ دو۔ چنانچہ باقی تمام لوگ چلے گئے مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زوجہ فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا اور ایک دوسری خاتون مسلمہ دروازے پر بیٹھی تھیں۔ انہوں نے آپ کے یہ جملے سنے "مرحبا یہ چہرے نہ انسانوں کے ہیں اور نہ جنات کے" پھر یہ آیت تلاوت فرمائی "تلك الدار الاخرة" پھر خاموشی چھا گئی۔

اپنی اولاد کے متعلق ارشاد

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اہل وعیال بھی مرض الموت کے وقت ساتھ تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اہل وعیال کے متعلق مسلمہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا:

''امیر المومنین آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ اپنی اولاد کا منہ اس مال و دولت سے خشک رکھا اور ان کو ایسی حالت میں چھوڑے جاتے ہیں کہ ان کے پاس کچھ نہیں ہے۔ کاش آپ رحمۃ اللہ علیہ ان کے متعلق اپنے خاندان کو وصیت کرتے جائیں۔''

یہ سن کر فرمایا:

''مجھے ٹیک لگا کر بٹھا دو پھر فرمایا تمہارا یہ کہنا کہ اس مال سے میں نے ہمیشہ اپنی اولاد کا منہ خشک رکھا تو خدا کی قسم میں نے ان کا کوئی حق تلف نہیں کیا۔ البتہ جس میں ان کا حق نہیں تھا۔ وہ ان کو نہیں دیا۔ تمہارا یہ کہنا کہ میں تم کو یا کسی اور اہل خاندان کو وصیت کرتا جاؤں تو اس معاملہ میں میرا وصی اور ولی صرف خدا ہے۔ جو صلحاء کا ولی ہوتا ہے میرے لڑکے اگر خدا سے ڈریں گے تو خدا ان کے لیے کوئی سبیل نکال دے گا اور اگر وہ گناہ میں مبتلا ہوں گے تو میں ان کو گناہ کرنے کے لیے قوی نہ بناؤں گا۔''

اس کے بعد لڑکوں کو بلا کر ان سے باچشم پرنم فرمایا:

''میری جان تم پر قربان جن کو میں نے خالی ہاتھ چھوڑا ہے لیکن خدا کا شکر ہے کہ میں نے تم کو اچھی حالت میں چھوڑا میرے بچو، تم کسی ایسے عرب اور ذمی سے نہ ملو گے جس پر تمہارا حق نہ

ہو۔ دو باتوں میں سے ایک بات تمہارے باپ کے اختیار میں
تھی ایک یہ کہ تم دولت مند ہو جاؤ اور تمہارا باپ دوزخ میں
جائے۔ دوسرے یہ کہ تم محتاج رہو اور تمہارا باپ جنت میں
داخل ہو۔ ان دونوں میں اس کو یہ زیادہ پسند تھا کہ تم محتاج رہو
اور وہ جنت میں جائے۔ اچھا اب جاؤ خدا تم کو حفظ و امان میں
رکھے۔"

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن الجوزی ص: ۲۸۰،
تابعین للذہبی ص: ۳۵۲)

چنانچہ خواتین نے اندر جا کر دیکھا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی روح جسم سے نکل چکی تھی۔

(تاریخ الخلفاء للسیوطی ص: ۳۳۲)

کفن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال و ناخن رکھنے کی وصیت

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے وفات کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ
بال اور ناخن منگوائے اور کہا کہ جب میں مر جاؤں تو یہ بال اور ناخن لے کر میرے کفن
میں رکھ دینا لوگوں نے یہی کیا۔

سفیان بن عاصم بن عبد العزیز بن مرواق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں
حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تھا۔

انہوں نے اپنی آزاد کردہ کنیز سے کہا:

"میرا گمان ہے کہ تم میرے لیے حنوط (عطر میت) کا انتظام
کروگی۔ اس میں خوشبو شامل نہ کرنا۔"

(طبقات ابن سعد ۵/۳۸۴)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی وفات

سفیان بن عاصم رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا وقت آیا تو وصیت کی کہ انہیں داہنی کروٹ پر قبلہ رخ کر دیا جائے۔

مغیرہ بن حکیم رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ فاطمہ بنت عبد الملک رحمہا اللہ نے کہا کہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو مرض موت میں کہتے سنتی تھی کہ اے اللہ ان لوگوں پر میری موت کو پوشیدہ رکھ اگر چہ وہ دن کی ایک ہی ساعت کے لیے ہو جب وہ دن ہوا۔ جس دن کہ ان کی وفات ہوئی۔ تو میں ان کے پاس چلی گئی تھی اور دوسرے مکان میں بیٹھی تھی۔ میرے اور ان کے درمیان دروازہ حائل تھا۔ وہ اپنے خیمے میں تھے۔ میں نے ان سے اس آیت کی تلاوت کو سنا:

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۚ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ○

ترجمہ: ''آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لیے کریں گے جو زمین میں برتری و فساد کا ارادہ نہیں کرتے اور آخرت (کی بھلائی) پرہیز گاروں ہی کے لیے ہے۔''

(سورۃ القصص: ۲۸ آیت: ۸۳)

اتنے میں ان کی آواز بند ہو گئی۔ جب کوئی حس و حرکت نہ سننے میں آئی تو میں نے وصیت کے مطابق جو ان کا خادم تھا کہا کہ امیر المومنین کو دیکھو کیا وہ سوتے ہیں۔ جب وہ ان کے پاس گئے تو چیخ ماری۔ میں بھی دوڑی دیکھا کہ ان کی روح پرواز کر چکی تھی۔ رخ قبلہ کی طرف تھا۔ آنکھیں ڈھانک لی تھیں۔ ایک ہاتھ منہ پر رکھ لیا تھا اور دوسرا آنکھوں پر۔

(طبقات ابن سعد: ۲۸۵/۵)

تاریخ وفات

طبقات ابن سعد میں ہے حضرت عمرو بن عثمان رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی ۲۰ رجب ۱۰۱ھ کو وفات ہوئی اس وقت وہ انتالیس سال اور چند ماہ کے تھے۔

(طبقات ابن سعد: ۳۸۵/۵)

البدایہ والنہایہ میں یوں درج ہے:

''حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال دیر سمعان میں ہوا جو سر زمین حمص (شام) میں واقع ہے۔ کہا جاتا ہے جمعرات کا دن اور بعض لوگوں کے نزدیک جمعہ کا دن تھا۔ ۱۰۱ھ بعض کے نزدیک ۱۰۲ھ تھا۔ ان کی نماز جنازہ ان کے چچا زاد بھائی مسلمہ بن عبد الملک رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔''

(البدایہ والنہایہ لابن کثیر: ۳۸۹/۹)

علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ تاریخ ابن خلدون میں اس طرح رقمطراز ہے:

''دوسری صدی ہجرت کے پہلے سال رجب کے مہینہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے دو برس پانچ مہینے خلافت کر کے مقام دیر سمعان میں وفات پائی۔''

(تاریخ ابن خلدون: ۶۵۱/۲)

تاریخ یعقوبی میں اس طرح لکھا ہے:

''حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی حکومت تیس ماہ تھی اور رجاء بن حیوۃ الکندی رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ پر حاوی تھا۔ آپ کا پولیس سپرنٹنڈنٹ

آپ کا غلام روح بن یزید سکسکی رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ۲۴ رجب ۱۰۱ھ میں ۳۹ سال کی عمر مبارک میں وفات پائی۔"

(تاریخ یعقوبی:۲/۵۰۱)

مدت خلافت

ہشیم بن واقد کہتے رحمۃ اللہ علیہ ہیں کہ میں ۹۷ھ میں پیدا ہوا تھا اور ۹۹ھ میں ماہِ صفر کے ختم ہونے میں ابھی دس راتیں باقی تھیں کہ مقام وابق پر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ چنانچہ خلیفہ ہونے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جو روپیہ تقسیم کیا اس میں سے تین دینار میرے حصے میں بھی آئے اور مقام خناصرہ میں بروز چہار شنبہ ابھی ماہ رجب ۱۰۱ھ کے ختم ہونے میں پانچ راتیں باقی تھیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انتقال فرمایا۔ بیس روز علیل رہے۔ یوں دو سال پانچ ماہ اور چار روز خلافت کی۔ انتالیس سال چند ماہ کی عمر ہوئی اور دیر سمعان میں دفن کیے گئے۔

(تاریخ الامم والملوک للطبری:۶/۴۳)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی تجہیز و تکفین

رجاء بن حیوۃ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں ان لوگوں میں تھا جنہوں نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو غسل و کفن دیا اور ان کی قبر میں اترے۔ جب میں نے گرہ کھول کر دیکھا ان کا چہرہ کاغذ کی طرح تھا اور قبلہ رُخ تھا۔

لوگوں کو ان کی وفات کا حال معلوم ہوا تو عام و خاص، عالم و جاہل، مسلم و غیر مسلم سب نے عام طور پر شدید غم کا اظہار کیا۔ قاعدہ یہ تھا کہ جب ان کا قاصد بصرہ میں آتا تو چونکہ وہ عموماً وظائف کے اضافہ یا کسی اچھی بات کا حکم اور کسی برائی سے ممانعت کا فرمان

لاتا۔ اس لیے لوگ اس کا استقبال کر کے اس کو مسجد تک لاتے اور وہ ان کا خط پڑھ کر سناتا اس لیے جب قاصد ان کی وفات کی خبر لے کر بصرہ میں آیا تو لوگوں نے حسب معمول اس کا استقبال کیا لیکن جب اس نے رو کر ان کی وفات کی خبر سنائی تو سب لوگ رو پڑے۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن الجوزی ص: ۲۷۹)

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو اس واقعہ کی خبر پہنچی تو بولے ”انا للہ و انا الیہ راجعون“

اور کہا:

”آج لوگوں میں سے بہترین شخص رخصت ہو گیا ہے۔“

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن الجوزی ص: ۳۵)

خالد ربعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

”اس رات مجھے یوں لگا کہ زمین و آسمان حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر چالیس دن تک روئیں گے۔“

عبد الملک بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ نے موت کے بعد ان کی اخلاقی خوبیوں کو شمار کرتے ہوئے فرمایا:

”اے امیر المومنین خدا آپ پر رحم کرے آپ نگاہوں کو جھکائے رکھتے تھے۔ پاکدامن تھے۔ حق کے ساتھ فیاض اور بخل کے بخیل تھے۔ غصہ کے وقت غصہ ہوتے تھے اور رضا مندی کے وقت راضی تھے۔ نہ ظریف تھے۔ نہ کسی پر عیب لگاتے تھے۔ نہ کسی کی غیبت کرتے تھے۔“

محمد بن معبد رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں شاہ روم کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس کو زمین پر نہایت رنج و غم کی حالت میں بیٹھا ہوا دیکھا۔ میں نے پوچھا کیا حال ہے۔ بولا جو کچھ ہوا تم کو خبر ہے؟ میں نے کہا کیا ہوا۔ بولا مرد صالح کا انتقال ہو گیا۔ میں نے کہا وہ

کون، بولا! حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ۔ پھر کہا:

"مجھے اس راہب کی حالت پر کوئی تعجب نہیں جس نے اپنے
دروازے کو بند کر کے دنیا کو چھوڑ دیا اور عبادت میں مشغول ہو گیا
مجھے اس شخص کی حالت پر تعجب ہے۔ جس کے قدموں کے نیچے دنیا
تھی اور اس نے اس کو پامال کر کے راہبانہ زندگی اختیار کی۔"

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں جا رہا تھا کہ ایک نبطی نے مجھ سے پوچھا کہ تم کہاں سے آ رہے ہو؟ تم حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے وقت موجود تھے؟ میں نے کہا ہاں! یہ سن کر وہ رو پڑا۔ ان کے لیے رحمت کی دعا مانگی۔ میں نے کہا تم ان کے لیے کیوں رحمت کی دعا مانگتے ہو؟ وہ تمہارے ہم مذہب نہ تھے۔ اس نے کہا میں اس پر نہیں روتا میں نور پر روتا ہوں جو زمین پر تھا اور اب بجھ گیا۔

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن الجوزی ص:۲۸۸۔۸۹)

علماء مدتوں ان کی قبر کی زیارت کرتے رہے۔ ایک بار مکحول رحمۃ اللہ علیہ مقام وابق سے پلٹ کر ایک منزل میں کوچ کے وقت اترے اور ایک طرف دور نکل گئے۔ لوگوں نے پوچھا کہاں گئے تھے۔ بولے پانچ میل کے فاصلے پر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی قبر تھی وہیں گیا تھا۔ خدا کی قسم! ان کے زمانہ میں ان سے زیادہ کوئی خدا ترس نہ تھا۔ خدا کی قسم! ان کے زمانے میں ان سے زیادہ کوئی زاہد نہ تھا۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے کہ اب تک ان کی قبر زیارت گاہ خلائق ہے۔

شعراء کو اگرچہ انہوں نے اپنی زندگی میں مدح سرائی کا موقع نہ دیا تاہم ان کی وفات پر سب نے دل کھول کر مرثیے لکھے۔ جریر نے ان اشعار میں اپنے درد دل کا اظہار کیا۔

قنعنی النعاة امیر المومنین لنا
یا خیر من حج بیت اللہ واعتما

ترجمہ: ''خبر مرگ پہنچانے والے ہم کو امیر المومنین کی موت کی خبر دیتے ہیں اور ان لوگوں میں جنہوں نے بیت اللہ کا حج اور عمرہ کیا سب سے بہتر ہے۔''

حسنتا مرا عظما فامنطات بہ
وسرت فیہ بحکم اللہ یاحضرت عمرا

ترجمہ: ''آپ پر ایک بڑا بوجھ تھا اور آپ نے اس کو بغل میں دبا لیا اور اے عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ تم نے اس پر خدا کے حکم کے موافق عمل کیا۔''

الشمس طالعة لیست بکاسفة
تبکی علیکم نجوم اللیل والقمرا

ترجمہ: ''سورج نکلا ہے۔ گہنایا نہیں تم پر رات کے ستارے اور چاند رو رہے ہیں۔''

فرزدق نے یوں مرثیہ لکھا:

کم من شریعة حق قد شرعت لهم
کانت امتت واخدی منك فتنظر

ترجمہ: ''کتنی مردہ شریعتوں کو تم نے زندہ کر دیا اور دوسری شریعتوں کے زندہ کرنے کی تم سے توقع تھی۔''

یالهف نفسنی ولهن اللاهفین معی
علی العدول التی تغتا لها الجحصتر

ترجمہ: ''میرے نفس کا اور میرے ساتھ تمام افسوس کرنے والوں کا پچھتاوا اس عادل پر جس کو قبر نے اچک لیا۔''

محارب بن دثار رحمۃ اللہ علیہ نے ان اشعار میں فغاں سنجی کی:

لو اعظم الموت حلقا ان یواقعه

لعدله لم یصبك الموت یا حضرت عمر

ترجمہ: ''اگر انصاف کی وجہ سے کسی کو موت نہ آ سکتی تو اے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ تمہیں کبھی موت نہ آتی۔''

لو کنت املك والا قدار غالبه

تاتی رواحا و تیباباوتبتکه

ترجمہ: ''اگر مجھے قدرت ہوتی حالانکہ تقدیر غالب ہے۔ جو شام و صبح اپنے کرشمے دکھایا کرتی ہے۔''

مرفت عرهم الخیرات مصرعه

بدیر سمعان لکن یغلب القدر

ترجمہ: ''تو میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے موت کو مقام دیر سمعان میں ٹال دیتا لیکن تقدیر غالب ہے۔''

(سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ از عبد السلام ندوی ص: ۴۴۔۴۳۰،

سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لابن الجوزی ص: ۳۳۲،۳۳۶)

قبر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ پر ایک شاعر

اس قبر پر جو نشان والی اور مشہور تھی، بنو خزاعہ کا ایک شخص کھڑا ہے اور ان الفاظ میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر بحالتِ حسرت آنسو بہاتا ہے۔

اما القبودنا نهن او انس

بجواد قبرك والدیاد قبود

ترجمہ: ''آپ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے پڑوس میں قبریں مایوس ہیں اور گرچہ قبریں ہی ہیں۔''

حلبت ازمیه فهم مصابه
فالناس فیه کلهم ماجور

ترجمہ: ''آپ رحمۃ اللہ علیہ کی (وفات کی خبر) مصیبت بہت بڑی ہے۔ اس لیے اس کا صدمہ بھی عام ہے اور اس میں لوگوں کو ثواب ہے۔''

ادت منائعه الیه حیاته
وکانه من نشرها منشور

ترجمہ: ''آپ رحمۃ اللہ علیہ کے احسانات وسلوک نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی لوٹا دی۔ گویا آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے احسانات کے پھیل جانے کی وجہ سے زندگی بعد الموت حاصل کر چکے ہیں۔''

والناس ما تمهم علیه راحر
فی کل دادرتة و زفیرا

ترجمہ: ''تمام لوگوں کا آپ رحمۃ اللہ علیہ پر ایک ہی ماتم ہے اور ہر گھر میں چیخ و پکار اور آہیں ہیں۔''

یثنی علیك لسان من لم قوله
خیر الانك بالثنا جدید

ترجمہ: ''آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وہ بھی تعریف کرتا ہے۔ جس کے ساتھ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے احسان نہیں کیا کیونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ثناء کے حقدار ہیں۔''

(الکامل للمبرد: ۲/۲۶۷، سیرت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ للسید الاہل ص: ۲۷۱-۲۷۰)

......تمت بالخیر......

مآخذ و مراجع

- القرآن العظیم من تنزیل الرحیم
- صحیح بخاری، الامام أبو عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرۃ البخاری الجعفی
  مطبوعہ: دار طوق النجاۃ، عام النشر: 1422ھ
- سنن ابی داؤد، الامام سلیمان بن اشعث السجستانی، مطبوعہ: دار الکتاب العربی بیروت
- المستدرک حاکم، أبو عبداللہ الحاکم محمد النیساپوری
  مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ بیروت، عام النشر: 1411ھ 1990م
- معرفۃ السنن والآثار، أحمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ أبو بکر البیہقی
  مطبوعہ: دار الوفاء المنصورۃ القاہرۃ، دار قتیبۃ دمشق بیروت عام النشر: 1412ھ 1991م
- المعجم الأوسط، أبو القاسم سلیمان بن أحمد بن أیوب بن مطیر اللخمی الشامی الطبرانی
  مطبوعہ: دار الحرمین القاہرۃ، عام النشر: 1415ھ
- حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء، أبو نعیم أحمد بن عبداللہ بن أحمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران الأصبہانی
  مطبوعہ: دار الکتاب العربی بیروت
- مشکوۃ المصابیح للامام محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی، مطبوعہ: المکتب الاسلامی بیروت، عام النشر
- فتح الباری شرح صحیح بخاری، أبو الفضل أحمد بن علی بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلانی، مطبوعہ: دار الفکر
- صفۃ الصفوۃ، جمال الدین أبو الفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی
  مطبوعہ: دار الحدیث، قاہرہ، عام النشر: 1427ھ 2006م
- تذکرۃ الحفاظ، امام ابو عبد شمس الدین محمد الذہبی، ترجمہ: حافظ محمد اسحاق
  مطبوعہ، اسلامک پبلشنگ ہاؤس اُردو بازار، لاہور طبع دوم اپریل ۱۹۹۹ء
- سیر أعلام النبلاء، شمس الدین أبو عبداللہ محمد بن أحمد بن عثمان بن قایماز الذہبی
  مطبوعہ: دار الحدیث، قاہرہ، عام النشر: 1427ھ 2006م
- الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، أبو الفضل أحمد بن علی بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلانی
  مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ بیروت، عام النشر: 1415ھ
- تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والأعلام، شمس الدین أبو عبداللہ محمد الذہبی
  مطبوعہ: دار الکتاب العربی بیروت، عام النشر: 1413ھ 1993م
- تاریخ دمشق کبیر، امام ابن عساکر، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ بیروت
- تاریخ ابن کثیر، ابو الفداء عماد الدین بن کثیر دمشقی، ترجمہ سید عبدالرشید ندوی
  مطبوعہ، اختر فتح پوری نفیس اکیڈمی اُردو بازار، کراچی جون ۱۹۸۸ء
- تاریخ المسعودی، ابو الحسن بن حسین بن علی المسعودی / ترجمہ اختر فتح پوری
  مطبوعہ، نفیس اکیڈمی، اُردو بازار، کراچی نومبر ۱۹۸۵ء

- طبقات ابن سعد علامہ ابوعبداللہ محمد بن سعد البصری / ترجمہ: علامہ عبداللہ العمادی
مطبوعہ، نفیس اکیڈمی، اُردو بازار، کراچی نومبر ۱۹۸۶ء
- تاریخ طبری، علامہ ابی جعفر محمد بن جریر الطبری / ترجمہ: سید محمد ابراہیم ایم اے ندوہ
مطبوعہ، نفیس اکیڈمی، اُردو بازار، کراچی، اگست ۱۹۸۶ء
- تاریخ ابن خلدون، عبدالرحمٰن بن خلدون / ترجمہ حکیم احمد حسین الہ آباد
مطبوعہ، نفیس اکیڈمی، اُردو بازار، کراچی، جنوری ۲۰۰۳ء
- الکامل فی التاریخ، ابوالحسن علی بن ابی الکرم محمد بن محمد بن عبدالکریم بن عبدالواحد الشیبانی الجزری
مطبوعہ: دار الکتاب العربی، بیروت لبنان، عام النشر: 1417ھ 1997م
- تاریخ حرمین شریفین، عباس کرارہ مصری، ترجمہ الفلاح بی
مطبوعہ، اے مکتبہ رحمانیہ، اُردو بازار، لاہور
- تابعین، شاہ معین الدین ندوی رفیق (سلسلہ دار المصنفین)، مطبوعہ، معارف شہر اعظم گڑھ ۱۹۲۷ء
- اُردو دائرۃ المعارف اسلامیہ
مطبوعہ، دانش گاہ پنجاب لاہور شعبہ اُردو دائرہ معارف، پنجاب یونیورسٹی لاہور ۲۰۰۱ء
- خلیفہ الزاہد، سیرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سید الاھل / ترجمہ: مولانا راغب رحمانی
مطبوعہ، نفیس اکیڈمی، اُردو بازار، کراچی ۱۹۸۹ء
- فتوح البلدان، احمد بن یحییٰ بن جابر الشہیر البلاذری، مترجم سید ابوالخیر مودودی
مطبوعہ، نفیس اکیڈمی، اُردو بازار، کراچی جنوری ۱۹۸۶ء
- تاریخ الخلفاء، علامہ جلال الدین سیوطی / مترجم: علامہ محمد اعظم سعیدی
مطبوعہ، ضیاء الدین پبلی کیشنز، اُردو بازار، لاہور
- سیرت عمر بن عبدالعزیز، الامام الفقیہ ابومحمد عبداللہ بن عبدالحکم، ترجمہ: مولانا یوسف لدھیانوی
مطبوعہ، مکتبہ لدھیانوی، نصیر آباد، کراچی ستمبر ۱۹۹۶ء
- المعجم المفہرس لالفاظ القرآن، محمد فواد عبدالباقی، مطبوعہ، قدیمی کتب خانہ کراچی
- تاریخ یعقوبی، احمد بن ابی یعقوب بن جعفر بن وہب بن واضح ترجمہ مولانا اختر فتح پوری
مطبوعہ، نفیس اکیڈمی، اُردو بازار، کراچی
- تاریخ اسلام، ڈاکٹر حمید الدین، مطبوعہ، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور ۱۹۸۷ء
- تاریخ حدیث، ڈاکٹر غلام جیلانی برق، مطبوعہ، مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ، لاہور، مئی ۱۹۸۸ء
- تاریخ اسلام، سید رئیس احمد جعفری ندوی، مطبوعہ، اُردو منزل، گنپت روڈ، لاہور، ۱۹۵۳ء
- تاریخ اسلام، صاحبزادہ عبدالرسول (ایم اے)، مطبوعہ، ایجوکیشنل پبلشرز، لاہور ۱۹۷۵ء
- سیرت خیر الانام، شعبہ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، مطبوعہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، مئی ۲۰۰۳ (بار سوم)
- سیرت حضرت عمر بن عبدالعزیز، مولانا عبدالسلام ندوی، مطبوعہ، نیشنل بک فاؤنڈیشن لاہور
- سیرت و مناقب حضرت عمر بن عبدالعزیز، ابوالفرج عبدالرحمٰن ابن الجوزی رحمہ اللہ
مطبوعہ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان

تبرکات اور نایاب تاریخی تصاویر سے مزین

خوبصورت اور معیاری کتابیں

ISBN: 978-969-9396-16-8